

جب ہم غفلت کی اس ماہیت سے واقف ہو جاتے ہیں تو نیت اور غفلت کے فرق کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ جس شخص کا ارادہ ارتکاب جرم کا ہوتا ہے وہ اپنے فعل کے مضر نتائج کو پیدا کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس لئے ان نتائج کو پیدا کرنے کی غرض سے وہ اس فعل کو انجام دیتا ہے اس کے برعکس اس شخص کی حالت جو غفلت کی وجہ سے جرم کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ اگر کامل طور پر نہیں تو ایک حد تک غافل کا فعل بے احتیاطی پر مبنی ہوتا ہے اور اس لئے اس کو اس فعل کے نتائج پر آمادہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بے پروائی رہتی ہے لہذا فعل کے اندیشہ ناک اور ضرر پر محمول ہونے کے باوجود وہ اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے ضرر پہنچانے کی خواہش رکھنے کے سبب سے مجرم بالارادہ اپنے فعل کا ذمہ دار مقصور ہوتا ہے اور مجرم غافل کی ذمہ داری کا سبب اس کا کافی طور پر اپنے کو اس خواہش سے باز نہ رکھنا ہے جس کی بنا پر وہ کسی فعل مجرمانہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس لئے اس کا فعل قابل عفو نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فعل کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے یہ حذر پیش کرے کہ میرا منشا اس سے کسی کو نقصان یا مضرت پہنچانے کا نہیں تھا تو اس کا یہ جواب تشفی بخش

بھی حاشیہ صفحہ گزشتہ دفات ۳۲ و ۳۳ میں درج ہے خصوصاً دفعہ ۳۲ ضمن (۱) قابل ملاحظہ ہے "جرم مبنی بر غفلت ایسا جرم ہے جو نیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بے پروائی (UnaufHirk samkeit) یا بے اعمت نائی (gleichgultigkeit) متلزم سزا کے ذریعے سے سرزد ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسی صورت میں مجرم کسی کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتا لیکن جو ضرر اس کے فعل سے کسی دوسرے کو پہنچتا ہے اس سے اپنے کو وہ باز رکھنا بھی نہیں چاہتا لہذا مجرم کے قلب کی یہ جو دوسری حالت ہے اسی کو غفلت کہتے ہیں۔ قانون میں ضرر پہنچانے کی نیت کا نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ قانون کا ہر ایک شخص کو حکم ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اس ضرر کو روکے جو اس کے فعل سے دوسرے کو پہنچنے والا ہے۔

نہیں ہو سکتا کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اور تردید میں اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اگرچہ آپ کا مقصد کسی کو ضرر پہنچانا نہ ہو لیکن اگر آپ احتیاط سے کام لیتے تو آپ سے فعل زیر بحث ہرگز سرزد نہ ہوتا اور وہ نتیجہ بد جس سے کسی کو ضرر پہنچا ہے برآمد نہ ہوتا لہذا ضرر کی بنا پر آپ ذمہ دار نہیں قرار دئے گئے ہیں بلکہ نتیجہ فعل کے برآمد ہونے یا نہ ہونے کے متعلق آپ نے بے احتیاطی اور بے اعتنائی کی ہے اس لئے آپ پر اس کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے۔

تعریف متذکرہ صدر کے مطابق غفلت قلب مجرمانہ کی ایک شکل اور قسم تصور ہوتی ہے اور ایسا خیال کرنا صحیح اور جائز ہے اور اس لئے غفلت کی وہی حیثیت اور اہمیت ہے جو نیت مجرمانہ کی ہے جس طرح نیت مجرمانہ بنائے ذمہ داری ہے اسی طرح غفلت ذمہ داری کی بنیاد ہے۔ انسان کے قلب کی بھی دو ایسی حالتیں ہیں جن کی بنا پر مودلت تعزیری کے ذریعے سے مجرموں کی جو تادیب کی جاتی ہے وہ جائز ہے۔ ارادہ ناجن جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان کے مرتکبین کو سزائے قانونی کا دیا جانا صحیح ہے کیونکہ مجرم اپنی خواہش کی بنا پر اپنے فعل کے نتیجے کو برآمد کرتا ہے (اور اگر اس کی اس طرح کی خواہش نہ ہو تو اس کا ایسا نتیجہ فعل جو جرم سمجھا جاتا ہے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا)۔ اور اس کے سزا یا ب ہونے سے آئندہ اس کے دل میں اس قسم کی مجرمانہ خواہش نہیں پیدا ہوتی بلکہ خواہش بد کی بجائے خواہش نیک کے پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے ایسا ہی جرم معنی بر غفلت کی نسبت قانون میں جو سزا مرتکب کو دی جاتی ہے وہ بھی صحیح و جائز ہے کیونکہ غفلت کی صورت میں مجرم کو دوسروں کے اغراض و مفاد کی جانب سے بے پروائی ہوتی ہے اس لئے سزا پانے کے سبب سے اس کی طبیعت میں جو یہ نقص ہے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے اور آئندہ سے دوسروں کے اغراض و مفاد کو وہ اپنے اغراض و مفاد سمجھنے لگتا ہے چونکہ اور دو اشکال کے سوا کسی اشکال میں سزا موثر نہیں ہو سکتی اس لئے انھیں دو صورتوں میں جائز سمجھی جاتی ہے۔ ہر ایک مجرم عذرات ذیل کی بنا پر مجرمانہ نظر سے قانون کی رو سے اپنے کو تعزیری ذمہ داری سے بری کر سکتا ہے میری وجہ سے جو ضرر (مدعی کو) پہنچا ہے وہ میری خواہش کا نتیجہ نہیں ہے

اور نہ یہ ضرر میرے ان افعال و نتائج پر مبنی ہے جن کے متعلق میں نے بے احتیاطی یا بے اعتنائی کی ہے۔ اس ضرر کے پہنچانے کا نہ تو میرا منشا تھا اور نہ احتیاط کرنے سے میں اس کے وقوع کو روک سکتا تھا۔

تحلیل متذکرہ صدر کی رو سے غفلت کی دو قسمیں قرار پاتی ہیں۔ ایک ایسی غفلت جو بے پروائی پر مبنی ہو دوسری ایسی غفلت جو اس پر مبنی نہ ہو دوسری قسم کی غفلت کے لئے عام اصطلاح غفلت بالارادہ ہے اور اسی کو بے احتیاطی بھی کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں پہلی قسم کی غفلت سادہ کہلاتی ہے۔ جو غفلت بے پروائی پر مبنی نہیں ہوتی ہے اس میں مرتکب کو اپنے فعل کے ضرر کی نسبت قبل وقوع احتمال و امکان نظر آتا ہے لیکن غفلت کی دوسری قسم میں مرتکب پہلے سے اپنے نتیجہ فعل کا نہ تو اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے برآمد کرنے کا اس کا ارادہ ہوتا ہے مثلاً جو طبیب کسی استعدا کو یا بے پروائی کے سبب سے اپنے مریض کا ناقص علاج کرتا ہے وہ غفلت سادہ یا ایسی غفلت کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے جو بے پروائی پر مبنی ہوتی ہے لیکن اگر وہی طبیب مریض کی تکلیف رسائی سے اپنے کو بچانے کے لئے یا فن طب میں کسی عملی تجربے کے حاصل کرنے کی غرض سے مریض کو کوئی ناقص علاج بتائے تو ظاہر ہے کہ اس سے مریض کو جس نقصان کے پہنچنے کا اندیشہ اور خطرہ ہے اس سے وہ پہلے سے بخوبی واقف رہتا ہے اس لئے اس طبیب کا فعل بالارادہ کہلاتا ہے۔

ہر چند عملی نقطہ نظر سے غفلت کی دو انواع قرار دینا اور ان میں اس طرح سے فرق کرنا بے سود ہے اور نہ تحقیقات مقدمہ میں اس تقسیم سے مدد ملتی ہے تاہم دو امور کی وجہ سے فقرات بالا میں اس کے متعلق بحث کی گئی ہے غلط طور پر یہ بات لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی ہے کہ ہر ایک قسم کی غفلت کی بنیاد پر وائی ہے۔ اس بحث کا دوسرا سبب الفاظ غفلت بالارادہ کی حیرت میں ڈالنے والی

۱۰ غفلت کی ان دو قسموں کے فرق کو کتاب مکمل مسمیٰ دفعہ ۳۳ و (۳) میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ماہیت ہے۔ نیت اور غفلت میں جو اصلی فرق اور اختلاف ہے اُس کی رو سے بظاہر غفلت بالارادہ دو متضاد الفاظ معلوم ہوتے ہیں اور ان سے ایک دوسرے کا بطلان لازم آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ مثلاً جو شخص اس امر سے بخوبی واقف ہو کر کہ اُس کے فعل سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا قومی احتمال ہے بالآخر ایک خطرناک کام کر بیٹھتا ہے اور اگر اس فعل سے کوئی مہلک حادثہ پیش آکر کسی شخص کی جان چلی جائے تو اس پر قتل عمد کا الزام نہیں بلکہ غفلت کا الزام لگایا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس شکل میں مرتکب کا ارادہ "قتل انسان کا باعث نہیں ہے بلکہ اُس کا سبب غفلت ہے۔ مرتکب سے صرف غفلت نہیں سرزد ہوتی ہے بلکہ وہ دیدہ و دانستہ قصداً اور اراداً غفلت کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ فعل کو انجام دینے کے وقت اُس کو اپنے فعل کی صحیح ماہیت کا علم رہتا ہے۔ علاوہ بریں اس لحاظ سے بھی اس کے فعل کو بالارادہ سمجھنا چاہیے کہ بوقت ارتکاب نتائج فعل کے متعلق اُس کی حالت دماغی وہی ہوتی ہے جس کو مستلزم سزا بے پروائی کہتے ہیں۔

فصل ۱۴۱ بحث متعلق اعتراض

تحلیل متذکرہ صدر پر ذیل کا اعتراض وارد کیا جاسکتا ہے "یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شکل میں غفلت سے مراد بے احتیاطی بمعنی بے پروائی یا بے تعلق ہے۔ مثلاً ایک شخص حالت سُکر میں لڑکھڑاتا ہو اسٹریک پر چلا جاتا ہے اگرچہ وہ اپنے ذہن میں سیدھا راستہ چلنے اور اپنے پیروں کو اپنے قابو میں رکھنے کے خیال پر اڑا رہتا ہے اور حتیٰ الوسع کوشش کرتا ہے کہ اُسکی متوالی جال سے کسی قسم کا حادثہ پیش نہ آنے پائے اُس پر بھی اگر اُس کے بے قابو ہو کر کسی دکان کی کھڑکی پر گر جانے سے اس کھڑکی کو گزند پہنچے تو اس پر غفلت کا الزام لگایا جاسکتا ہے اور اُس کا اُس کی کوشش و تشویش کے عذرات کو اپنی صفائی میں پیش کرنا صحیح نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر کسی کم استوار اور ناتجربہ کا طبیعے

سوء علاجی سے اُس کے بیمار کو نقصان پہنچے اور اُس کی جانب سے طبیب پر غفلت کا الزام عائد کیا جائے تو وہ اپنی احتیاط اور فکر و تدبیر کو بطور غدر نہیں پیش کر سکتا ہر چند اس قبیل کے طبیب نے درحقیقت اپنے مریض کے علاج میں ایک دوسرے تجربہ کار اور لائق طبیب سے کہیں زیادہ محنت توجہ اور ہمدردی سے ہی کیوں نہ کام لیا ہو۔

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ تمثیلات بالا اور اس قسم کی جس قدر پیش پیش آتی ہیں ان میں بے احتیاطی بمعنی بے پروائی درحقیقت موجود رہتی ہے لیکن بے احتیاطی، فعل کا سبب قریب نہیں بلکہ سبب بعید ہوتی ہے۔ ہماری مثال کا شخص مخمور دوسرے اشخاص کی کھڑکیوں کے توڑنے کے خیال سے حالت سُکر میں راستہ طے کرنے کے وقت فکر مند ہوتا ہے اور اسے کو صحیح و سالم راستے سے لے جانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اب اُس کی یہ کوشش و فکر اُس کے لئے مفید نہیں ہو سکتی کاش اُس نے یہ فکر و کوشش کچھ دیر پہلے کی ہوتی اور اگر وہ اس وقت کافی طور پر آل اندیش و محتاط ہوتا تو وہ اپنے کو سے نوشی سے محفوظ رکھتا اور جو حادثہ کہ پیش آیا وہ معرض وقوع میں نہ آتا۔ یہی جواب اس کم استعداد اور ناتجربہ کار طبیب کے متعلق بھی دیا جاتا ہے جس کا ذکر فقرہ بالا میں کیا گیا ہے۔ یہ ایک قانون کا طے شدہ اصول ہے کہ کسی شخص کا کسی پیشے یا فن سے ناواقف ہونا اور اس میں تجربہ و مہارت نہ رکھنا اس کی غفلت کے مساوی ہے۔ عدم قابلیت اور ناتجربہ کاری بذات خود ایک قسم کا جرم ہے جو شخص جس تجارت یا پیشے کو انجام دیتا ہے اس کو اُس کی انجام دہی کے متعلق اس قدر معلومات اور لیاقت ہونی چاہیے کہ وہ اس فن کو معقول استعداد اور قابلیت سے چلا سکے لیکن جس شخص میں ایسی معقول استعداد نہیں ہوتی ہے وہ اپنی کم استعدادی اور کم علمی کے سبب سے جو ضرر اور خطرہ (اس کے پیشے یا فن کو) پہنچتا ہے اُس کے لئے وہ اپنی ذات سے ذمہ دار ہے اور اسی لئے

اس کو اس کا خسارہ اٹھانا چاہیئے نا اہل اور ناواقف کا طبیب پر اس کے مریض کی ہلاکت کی ذمہ داری اور نا تجربہ کار نفل بند پر اس گھوڑے میں لنگ پیدا کرنے کی ذمہ داری جس کا نفل باندھنے میں اس سے غلطی ہوئی ہو اور وئے قانون عائد کی جاتی ہے اور اس ذمہ داری کا سبب طبیب یا نفل بند کی اپنے فن سے لاعلمی اور نا تجربہ کاری نہیں ہے کیونکہ فن کا جاننا اور اس میں مہارت پیدا کرنا ایک نہایت دشوار امر ہے اور قانون کی جانب سے کسی شخص پر ایسا بار نہیں ڈالا جاتا جس کا وہ متحمل نہ ہو، پھر بھی اس قسم کے اشخاص کی ذمہ داری کی قانون میں ایک خاص وجہ ہے۔ چونکہ اس طرح کے اہل فن جاہل اور نا تجربہ کار ہونے کے باوجود ان پیشوں کو انجام دینے کا ادا کرتے ہیں جن کے چلانے کی ان میں اہلیت نہیں ہوتی ہے اس لئے ایسے لوگ اپنے افعال کے نتائج کے ذمہ دار قرار دئے گئے ہیں۔ قانون کی رو سے کسی شخص کے لئے ایک اچھا جراح (سرجن) یا عمدہ وکیل بننے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہر ایک شخص کا قانونی فرض ہے کہ جب تک وہ ایک عمدہ جراح یا وکیل بننے کی استعداد و مہارت نہ پیدا کر لے اس پیشے کو انجام نہ دے ہم نے جس نا تجربہ کار طبیب کی مثال دی ہے اس کی ذمہ داری کا بھی یہی سبب ہے اس کی ذمہ داری اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے بوقت علاج اپنے مریض کی صحت سے بے احتیاطی کی بلکہ جس پیشے کو وہ انجام دے رہا ہے اس کی اس میں اہلیت نہیں ہے اور اس کو اختیار کرنے کے پہلے اس نے اپنی موجودہ قابلیت سے زیادہ اپنے کو اس کا اہل یا ور کیا اور اس باور کرنے میں اس سے بے احتیاطی سرزد ہوئی اس لئے وہ اپنی بے احتیاطی سابق کی بابت مریض زیر بحث کے سوء علاج میں ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اگر طبیب مذکور کو اپنے پیشے کے جاری کرنے سے پہلے اس امر کا علم ہوتا کہ اس میں اس قدر قابلیت نہیں ہے جسکی پیشہ طبابت کی انجام دہی کے لئے ضرورت ہے تو اس سے اس وقت بے احتیاطی نہ واقع ہوتی لیکن ایسی صورتوں میں انسان اپنے نفس کو دھوکا دیا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ ہماری مثال کے طبیب نے بھی باور کر لیا ہو کہ اس میں اس کے پیشے کو

چلانے کی کامل قابلیت ہے۔ اس صورت میں ہم کو راہ تلاش پر ایک اور قدم آگے بڑھ کر مرتکب کی اس حالت ذہنی کا تیاگنا چاہیے جس کو بے پروائی کہتے ہیں اور جس پر ہر ایک قسم کی غفلت مبنی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو اپنے میں کسی قابلیت کو یاد رکھ کر ایسا کام کر بیٹھتے ہیں جس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے قانون کا حکم ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرنے سے قبل کامل غور و فکر سے کام لیں۔ چونکہ طبیب زیر بحث نے اس قسم کی رائے قائم کرنے میں زمانہ سابق میں بے احتیاطی کی تھی اس لئے آج مریض کے سوء علاج کے ضمن میں اس بے احتیاطی کی ذمہ داری اس پر عائد کی جاتی ہے ایسا ہی ہر ایک شخص سے آج کے دن قانون اس رائے کے متعلق باز پرس کر سکتا ہے جس کو بے احتیاطی سے برسوں پہلے اُس نے قائم کیا تھا۔

فصل ۴۲۲ معیار احتیاط

قانون نے بعض صورتوں میں احتیاط کو فرض کر دیا ہے۔ ان اشکال کے سوا کسی اور صورت میں بے احتیاطی نہ تو مستلزم سزا سمجھی جاتی ہے اور نہ اس کی وجہ سے مرتکب پر کسی قسم کی قانونی ذمہ داری عائد ہو سکتی ہے۔ بجز ان چند شکلوں کے ایک شخص کا دوسروں کے اغراض و مقاصد سے بے پروائی کرنا جائز ہے۔ چونکہ اس فرض کا تعلق قانون مجرد سے نہیں بلکہ قانون عین ملک کے عملی قانون اور ضابطے سے ہے اس لئے اس کے متعلق کسی ایک عام اصول کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ حسب ضرورت قانون ملک کی بعض صورتوں میں بے احتیاطی کو جائز اور بعض اشکال میں ناجائز قرار دے رکھا ہے۔ چنانچہ غفلت کے متعلق قانون تعزیری کی رو سے جو ذمہ داری عائد کی جاتی ہے اس کو ایک قسم کا استثناء سمجھنا چاہیے اور شاید وہ دوسری اس قانون میں مرتکب کی ذمہ داری کا سبب غفلت قرار پاتی ہے کیونکہ تمام جرائم غیبت پر مبنی ہوتے ہیں یعنی ہر ایک جرم مرتکب کے ارادے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے اور قلب مجرمانہ کی دو شکلوں (غیبت مجرمانہ اور غفلت) میں مہارت تعزیری کی سختی اور تشدد کے لئے غفلت غیر کفایتی وجہ خیال کی جاتی ہے۔ لیکن ہر ایک شکل میں غفلت کے ساتھ اس طرح رعایت نہیں کی جاسکتی ہے چنانچہ قتل انسان مبنی بر غفلت ایک تعزیری جرم ہے۔ برعکس اس کے دیوانی کے قانون میں قلب مجرمانہ کی

ان دو قسموں میں اس طرح سے فرق نہیں کیا جاتا ہے اور اس لئے بطور کلیہ یہ کہنا صحیح ہے کہ جو فعل نیت پر مبنی ہونے سے دیوانی کے قانون میں ناجائز (یعنی جرم) سمجھا جاتا ہے وہی فعل اگر غفلت پر مبنی ہو تو بھی اس قانون میں جرم سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی کام کے دیدہ و دانستہ نہ کرنے کے متعلق کوئی قانونی فرض عائد کیا جائے تو اسی فعل کو حادثہ واقع نہ ہونے دینے کی نسبت احتیاط کرنے کے لئے وہی فرض قانونی عائد کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ قاعدہ بھی چند مستثنیات سے خالی نہیں ہے اور یہ اُن صورتوں میں پیش آتی ہیں جہاں دیوانی کے قانون کی ذمہ داری کے لئے بھی نیت مجربانہ پر ان افعال کا مبنی ہونا لازم ہے جسکی وجہ سے مرتکب پر قانون مذکور کی مقرر کردہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایسی صورتوں میں جو شخص بالارادہ دوسرے کو ضرر پہنچاتا ہے وہ دیوانی کے قانون کی رو سے ذمہ دار ہے حالانکہ اس فعل کے نہ کرنے کے متعلق جس سے ضرر پہنچتا ہے احتیاط کرنا اُس کو لازم نہیں ہے۔ مثلاً دیوانی کے قانون کی رو سے ایک شخص ارادۂ دروغ بیانی کر کے دوسرے کو فریب دینے کا مجاز نہیں ہے لیکن جب تک قانون کی رو سے کوئی مخصوص فرض ایک شخص پر عائد نہ ہو وہ اپنے اُن غلط بیانات کے لئے جن کو وہ اپنی نیک نیتی سے صحیح باور کرتا ہو اور ان کے بیان کرنے میں خواہ اُس سے کتنی ہی غفلت سرزد کیوں نہ ہو بری الذمہ ہے حالانکہ اُس کی اس غلط بیانی سے دوسرا شخص فریب میں کیوں نہ آجائے۔ اُس قسم کے مقدمات ایسی صورتوں میں پیش آتے ہیں جبکہ فریقین یا اُن اشخاص کے مابین جن کو معاملے سے تعلق ہوتا ہے صراحتاً یا کتائاً کوئی معاہدہ طے پاتا ہے یا کسی امر کے متعلق قول قرار کیا جاتا ہے مثلاً جو شخص اپنی کوئی شے دوسرے کو عاریتاً جلد معاوضہ دیتا ہے اُس کا فرض ہے جو خطرناک نقائص اس شے میں موجود ہیں اور جن کو فی الواقع وہ جانتا ہے اُن کا اظہار عاریت لینے والے پر کر دے لیکن شے کے حوالے کرنے کے قبل اس کے صحیح و سالم ہونے کی نسبت عاریت دینے والے کو تحقیق و احتیاط کر لینا لازم نہیں ہے اور اس شے کے جن نقائص سے وہ ناواقف ہے اُن کو دریافت کر کے اُن کے متعلق عاریت لینے والے کو اطلاع کرنا بھی اُس کا فرض نہیں ہے کیونکہ جو شخص کسی شے کو (بلا معاوضہ) عاریتاً لیتا ہے کتائاً

یا معنوی طور پر وہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اسی حالت میں جس حالت میں کہ اس کو وہ شے پہنچی تھی اُس کے مالک کو واپس کرے گا اور اس دوسرے شخص کے قبضے میں آنے کے بعد شے مستعار میں جن تقاضوں کا پتہ چلتا ہے اُن کے متعلق عاریت لینے والا ذمہ دار ہے۔ مگر کرائے پر جو چیز لی جاتی ہے اُس کی اس کے برعکس کیفیت ہے۔ کرائے کی شے کو صحیح و سالم رکھنے کے متعلق کامل احتیاط اور حفاظت کرنا کرایہ دار کا فرض ہے اور یہ حفاظت و احتیاط ایسی ہونی چاہیے جیسی کہ مالک اپنی شے کی حفاظت و پرداخت کرتا ہے۔

بے احتیاطی کے مختلف مدارج ہو سکتے ہیں اور اس لحاظ سے اس میں اور قلیب مجرمانہ کی دوسری شکل میں فرق ہے۔ نیت کا یا تو وجود ہی ہو سکتا ہے یا عدم نیت لیکن نیت کے درجہ موجودگی کی نسبت سوال نہیں کیا جاسکتا یعنی جب نیت کے متعلق بحث کی جائے تو اس امر کا دریافت کرنا کہ ترکیب کی نیت کی کیا مقدار ہے اور کس درجے کی اُس کی نیت ہے ممکن نہیں۔ بے احتیاطی پر جو فعل مبنی ہوتا ہے اور اُس کے ذریعے سے دوسرے کو جو ضرر پہنچتا یا پہنچنے کا اندیشہ ہے اس مناسبت سے بے احتیاطی کی مقدار درست بدلتی رہتی ہے۔ اگرچہ ایک شخص کی نیت دوسروں کو ضرر پہنچانے کی نہیں ہوتی ہے لیکن جب اُس کے فعل سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ بے احتیاطی کا

۱۔ مکاروسی بنام نیک (لارپورٹس مرتبہ) ہرسٹن انڈینارمن جلد ۶۔ صفحہ ۳۲۹۔ کافی بنام گلین (۱۸۹۹ء) کوئنز بینچ جلد ۱۔ صفحہ ۱۳۵۔ اسی لئے ان دوکان داروں کا فرض ہے جن کی عمارتیں بوسیدگی کی وجہ سے خطرناک حالت میں ہوتی ہیں۔ ان اشخاص کے جسم و جان کے متعلق حفاظت کریں جو ان دوکانوں میں بغرض کاروبار یا خریداری آتے ہیں لیکن جو شخص ایسے دوکان دار کی اجازت سے دوکان میں داخل ہوتا ہے اُس کے مقابلے میں دوکان دار پر قانون کسی فرض کو عائد نہیں کرتا۔

سکاٹ ریٹ بنام ایجرٹن لارپورٹس مرتبہ کیئرنگٹن انڈینارمن جلد ۲۔ صفحہ ۳۷۱۔ اس طرح ثالث فریب کے لئے ذمہ دار ہے مگر غفلت اور نااہلیت کی وجہ سے کوئی ذمہ داری نہیں عائد کی جاسکتی۔ تمپرسن سلفرائیڈ کا پرمیٹی بنام لافٹس لارپورٹس مرتبہ سی۔ پی۔ آئی جلد ۸۔

مترکب سمجھا جاتا ہے اور جس قدر ضرر پہنچنے کا خطرہ زیادہ ہو اُس قدر بے احتیاطی زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ ضرر کے لحاظ سے اُس کا صدور اور وجود و امور پر موقوف ہے اور لا مقدار ضرر جس کے پہنچنے کا لوگوں کو اندیشہ ہو اور ثانیاً وقوع ضرر کا احتمال و امکان جس قدر ضرر زیادہ ہو اور اُس کے واقع ہونے کا لوگوں کو جس قدر زیادہ احتمال ہو اُس قدر اُس شخص کی بے پروائی یا بے احتیاطی زیادہ سمجھی جاتی ہے جس نے اس ضرر کے واقع ہونے کا خطرہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔

چونکہ بے احتیاطی کی مقدار بدلتی رہتی ہے اس لئے اس امر سے واقف ہونا ضرور ہے کہ کس درجے کی بے احتیاطی عقلت مستلزم ستر کی بنا ہو سکتی ہے قانون نے احتیاط کا کیا معیار قرار دیا ہے۔ اعراض و حقوق غیر کی حفاظت کیلئے متجانب قانون ہر ایک شخص پر کس مقدار کی حزم و احتیاط فرض کر دینی گئی ہے اور کن حدود کے درمیان بے پروائی جائز قرار دی گئی ہے۔

اس مقام پر ہم کو ایک ایسے معیار احتیاط پر غور کرنا ہے جس کو قانون انسان کیلئے مقرر کر سکتا تھا لیکن اس پر اس کو عمل کرنا مناسب نہیں خیال کیا گیا فطرت انسان جس درجے کی احتیاط پر عمل کرنے کی مقتضی ہے اس سے زیادہ درجے کی احتیاط پر عمل کرنے کا قانون نے انسان کو حکم نہیں دیا ہے۔ مثلاً اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی فعل سرزد ہو جائے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچے تو از روئے قانون اُس کے لئے میں ذمہ دار نہیں ہوں لیکن اس فعل کی ذمہ داری مجھ پر عائد کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ اگر میں اعلیٰ درجے کی عقل سے کام لیتا اور زیادہ غور سے مال کار کا اندازہ کرتا تو نتیجہ فعل سے فعل کے واقع ہونے سے پہلے واقع ہو جاتا اور اس غل کے انجام تک پہنچانے سے باز رہتا۔ اگر میں اس امر سے واقف بھی ہو جاؤں کہ میرے فعل سے جس کو میں کرنے والا ہوں دوسروں کو ضرر پہنچنے کا امکان ہے اور اگر میں ہر ایک قسم کی ممکن احتیاط سے کام لوں تو لوگوں کو جو ضرر میرے فعل سے پہنچنے والا ہے اس سے میں باز رہ سکتا ہوں اس پر بھی میں اپنے فعل کے لئے قانون میں ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورتوں میں جس احتیاط پر عمل کرنے کا قانون میں حکم دیا گیا ہے وہ ممکن احتیاط نہیں ہے

بلکہ معقول احتیاط ہے اور اس کا تعلق مقدار ضرر سے ہے۔ اگر انسان کے لئے اس اصول کے علاوہ کوئی دوسرا اصول احتیاط کے متعلق قرار دیا جاتا تو دنیا کے کاروبار میں خلل واقع ہوتا لہذا ہر ایک شخص کو ایک حد تک اپنے اپنائے جلس کو ضرر پہنچانے کی قانون میں اجازت دی گئی ہے اور اس قسم کے ضرر کے متعلق فعل کے واقع ہونے سے پہلے جو ترکیب کو علم ہو جاتا ہے اُس کی وجہ سے اُس کا فعل ناجائز نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر میزبان کا کارخانہ کسی حادثے کی بنا پر بھک سے اڑ جائے (اور اُس سے کام کرنے والوں کو ضرر پہنچے تو) مجھ پر غفلت کی ذمہ داری نہیں عائد کی جاسکتی حالانکہ کارخانے کے قائم کرنے اور اس صنعت کو جاری کرنے سے پیشتر مجھ کو اس صنعت کی خطرناک خاصیت کا بخوبی علم تھا اگرچہ اس بے پروائی سے لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہنچتا ہے لیکن یہ ایسے خفیف درجے کی بے پروائی ہے کہ قانون میں جائز سمجھی گئی ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ آلات آتش انگیزی کی صنعت و تجارت اور اُن سواروں کے تیز چلانے سے جنہیں گھوڑے کھینچتے ہیں کثرت سے حادثے پیش آتے ہیں اور کافی اناج کی جان و مال کو ضرر پہنچتا ہے جس شخص کی طبیعت میں اعلیٰ درجے کی احتیاط اور دوسروں کی اعراض و حقوق کا لحاظ ہوتا ہے وہ اس قسم کے خطرناک کاروبار سے فطرتاً احتراز کرنا چاہتا ہے۔ پھر بھی مخلوق کی ضرورتوں اور اعراض کے لحاظ سے اس قسم کے کاروبار کا جاری رکھنا ناگزیر ہے اور ان حادثات کے ذریعے سے انسان کی جان و مال کو جو نقصان پہنچتا ہے اُس کا برداشت کرنا بھی اس کے لئے ضرور ہے لہذا قانون میں احتیاط کے متعلق کوئی ایسا معیار نہیں قرار دیا گیا ہے جس کی رو سے اس قسم کے مستعدانہ کاروبار پر مستلزم سزا غفلت کا اطلاق ہو سکے لہذا نا واجب بے احتیاطی پر انسان کا عمل کرنا قانون میں ممنوع قرار پایا ہے اور نا واجب احتیاط کرنے کی قانوناً کسی شخص کو ضرورت نہیں ہے اور ان دو قاعدوں میں جو فرق ہے وہ نہایت مصلحت اور خوبی سے قانون میں طے کیا گیا ہے۔

اس کے برعکس مرتکب کے ایسے عذرات کہ میں نے فعل کے ارتکاب سے قبل بہترین تدبیر و تفکر سے کام لیا اور جو فعل مجھ سے سرزد ہوا وہ محض میری نیک نیتی پر مبنی ہے اور مقدمے کے حالات کے لحاظ سے جس قدر احتیاط کہتا میری رائے میں ضروری پایا گیا اُس قدر میں نے احتیاط کی نا کافی اور ناقابل لحاظ سمجھے جاتے ہیں۔ ہر ایک مقدمے میں

یہ امر تحقیق طلب نہیں ہوتا کہ آیا مرتکب کا فعل کافی احتیاط پر مبنی تھا بلکہ اصل میں اس بات کو دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا فی الواقع مرتکب نے اس درجے کی واجب احتیاط پر عمل کیا جس کا معیار قانون میں معین کیا گیا ہے۔

اچھا تو احتیاط کے متعلق قانون میں کونسا معیار قرار دیا گیا ہے ہر ایک مقدمے کے مخصوص حالات کے لحاظ سے احتیاط کی مقدار مقرر کی گئی ہے اور وہ معیار احتیاط اسی مقدمے کے لئے واجب سمجھا جاتا ہے۔ واجب احتیاط برتنے کی جو قانون میں بتا کی گئی اس کا عموماً مختلف طرز انشا کے ذریعے سے (انگریزی ادب قانونی میں) اظہار کیا جاتا ہے۔ مثلاً "کسی محقوّل شخص" کا فعل یا کسی "معمولی عقل کے انسان" کا فعل اور اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے جملے واجب احتیاط کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور ان سے ایسا شخص مراد ہے جس کے مزاج میں دور اندیشی ہو اور جو عقل سلیم رکھتا ہو۔ چنانچہ ایک فیصلے میں لکھا ہے کہ "غفلت سے مراد کسی ایسے کام کا نہ کرنا ہے جس کو کوئی محقوّل آدمی کرتا یا کسی ایسے فعل کا انجام دیتا ہے جس کو کوئی محقوّل آدمی انجام نہ دیتا"۔ ایک اور فیصلے میں لکھا ہے کہ "ہم کو اس قاعدے کی متابعت کرنی چاہیئے جس کی رو سے ہر ایک حالت میں ایسی احتیاط کرنے کا حکم ہے جس کو ایک معمولی عقل کا آدمی برتا کرتا ہے۔۔۔ ایک معمولی عقل کا آدمی جس قسم کی احتیاط پر عمل کرتا ہے اسی قسم کی احتیاط کرنے کا کافہ انام کو حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم ایک قاعدے کی شکل میں مدون کر لیا گیا ہے۔"

ہر ایک مقدمے کے حالات کے لحاظ سے اس امر کا تصفیہ ہو سکتا ہے کہ اس مقدمے میں "کون شے" اور "کیا حالت" واجب احتیاط ہو سکتی ہے بشرطیکہ ان حالات سے وہ شخص جس کا فعل زیر تحقیقات ہے واقف رہا ہو۔ اس امر کا واقعات سے تعلق ہے کہ مرتکب نے مقدمہ زیر تحقیقات کے حالات کے متعلق جن کا اس کو علم تھا واجب احتیاط

۱۹ فورڈ بنام لندن اینڈ سوتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی (۱۸۶۲ء) لارپورٹس مرتبہ فاسٹر ایڈ فٹلے سن جلد ۲ صفحہ ۷۳۷۔

۲۰ بلائیٹ بنام برتھلگم و اٹورکس کمپنی (۱۸۵۶ء) لاجرنل اسپیکر جلد ۲۵ صفحہ ۲۱۳۱۔

۲۱ ویاگن بنام مین لوو (۱۸۳۷ء) بیگم بیو کیسینر جلد ۳ صفحہ ۷۷۵۔

عمل میں لائی اور کیا اُس نے اس طرح عمل کیا جس طرح ایک صاحب عقل و فہم کو عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔ اور چونکہ اس تفتیح کا تعلق عموماً واقعات سے ہوتا ہے اس لیے اس کے متعلق ایسے قواعد کا بیان کرنا قانونی شان ہو غیر ممکن ہے۔ پھر بھی اس قسم کی واقعاتی تفتیح کا تصفیہ دو باتوں پر منحصر ہے۔ اولاً اس امر کو دیکھنا چاہیے کہ مرتکب کے فعل سے غیروں کو جو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اس کی کیا مقدار ہے اور ثانیاً یہ بات قابل غور ہے کہ جس خطرناک فعل کو مرتکب کرنا چاہتا ہے اس سے اُس کا کیا مقصد ہے اور اس مقصد کی کیا اہمیت ہے۔ ہر ایک فعل کی واجبت اس نیت پر موقوف ہے جو ان دو عناصر فعل (ضرر اور اہمیت مقصد) میں پائی جاتی ہے۔ کسی غیر مناسب مقصد کے حصول کے لیے ایک شخص کا دوسروں کو ضرر پہنچانا واجب سمجھا جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر مقصد اور ضرر میں مناسبت ہے یعنی مقصد فعل کا مدعا عوام کو فائدہ پہنچانا ہو یا کسی بہتر غرض کے حاصل کرنے کے لیے فعل مضرت بخش کیا جائے تو ضرر جو اس کی وجہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے قانوناً جائز سمجھا جاتا ہے اور اس پر غفلت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ریل گاڑیوں کو بحساب ۵ میل فی ساعت چلانے سے ریلوے کمپنیاں متعدد مہلک حادثات کی مرتکب ہوئی ہیں اور اگر ریل گاڑیوں کی رفتار میں بحساب دس میل فی ساعت کمی کر دی جاتی تو بہت سی مخلوق خدا کی جانیں محفوظ رہتیں لیکن اگر مسافروں کی جان کا لحاظ کیا جائے اور ریل کی رفتار ۴۰ میل فی ساعت قرار دی جائے تو جو نقصان عوام کو اُن کے کاروبار کی نسبت پہنچتا ہے وہ اُن کی جان بچانے کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لہذا ریلوے کمپنیاں تیز رفتاری کے متعلق جو احتیاط نہیں کرتی ہیں اس کی وجہ سے اُن کا فعل واجبی احتیاط کے معیار سے کم نہیں مستور ہوتا اور نہ ان پر غفلت کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔

فصل ۱۴۳۔ مدارج غفلت

ہم نے بیان کیا ہے کہ انگریزی قانون میں احتیاط کیلئے صرف ایک معیار قرار

۱۔ فورڈ بنام لندن اینڈ سوتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی (۱۸۶۲ء) لارڈ پرفس مرتبہ فٹس رائیڈ فی نل سن جلد ۲ صفحہ ۳۰۷۔

دیگیا ہے اور اسے بجائے مختلف مدارج کے غفلت کا صرف ایک درجہ یا معیار اس قانون میں سمجھا جاتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے اگر کسی شخص پر کسی قسم کی احتیاط کرنا لازم ہے تو اس کا فرض اس قدر احتیاط کرنا ہے جس پر مقدمے کے حالات کے لحاظ سے عمل کرنا اس کے لئے واجب سمجھا جاتا ہو۔ اور اگر وہ اس درجہ کی احتیاط پر عمل نہ کرے تو اس کا فعل غفلت مستلزم سزا پر مبنی سمجھا جائے گا۔ اگرچہ قانون انگلستان میں غفلت کے متعلق جو قاعدہ ہے وہ یہی ہے جو اب بیان کیا گیا لیکن بعض مصنفین نے غفلت اور احتیاط کے متعلق چند مدارج اور معیار قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی بنا پر بعض علمائے قانون نے غفلت کی دو قسمیں سنگین (Culpa lata) و خفیف (Culpa livis) قرار دی ہیں اور ان کی رائے کے مطابق انسان کا کبھی غفلت سنگین اور کبھی غفلت خفیف کا مرتکب ہونا ممکن ہے۔ بعض اساتذہ کا خیال ہے کہ بجائے دو کے غفلت کے تین مدارج ہیں۔ بناءً علیہ ان اساتذہ نے غفلت کے لئے حسب ذیل نام تجویز کئے ہیں۔ غفلت سنگین غفلت معمولی اور غفلت خفیف^۱۔ اس میں شک نہیں کہ غفلت کے جو اس طرح مدارج قائم کئے گئے ہیں ان کا سبب کچھ تو قانون رو بہا ہے اور کچھ ان قوانین کے سمجھنے میں ان اساتذہ سے غلطی ہوئی ہے۔ اگرچہ بعض فیصلوں میں انگلستان کے بعض ججوں نے غفلت کے متعلق اس طرح کے مدارج بیان کئے ہیں۔ لیکن ہم نہایت وثوق اور اعتماد سے ان جلیل القدر ججوں کی آراء کے خلاف اپنی ادنیٰ رائے کا اظہار کرتے ہیں اور علی الاعلان اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ انگریزی قانون میں کسی ایسے مسئلے اور اصول کا پتہ نہیں چلتا جس کی بناء پر غفلت کے اس طرح کے مدارج قرار دئے گئے ہوں۔

۱۔ بطور مثال ملاحظہ ہو نظائر مشہور مرتبہ ۱۱ ممتدہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ طبع دہم (نوٹس متعلقہ مقدمہ گاگس بنام برنارڈ)۔

۲۔ ملاحظہ ہو ہین ٹن بنام ڈین کوئینز بیچ جلد ۲ صفحہ ۶۶۱۔ اس فیصلے میں ڈین مین چیف جسٹس نے تحریر فرمایا ہے کہ "غفلت سنگین اور غفلت معمولی میں جو فرق کیا جاتا ہے وہ بے معنی اور لغو ہے اور اس کی حقیقت کے متعلق شبہہ کرنا جائز ہے۔"

غفلت کے ان مدارج اور اقسام کو تسلیم کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس طرح غفلت کے مدارج کا تعین کرنا نہ صرف ناممکن ہے بلکہ عملاً بھی اس طرح غفلت میں فرق کرنا دشوار ہے۔ اچھا تو ہم ان لوگوں سے جنہوں نے غفلت کے مدارج اور اقسام قرار دئے ہیں دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کس اصول پر غفلت سنگین اور غفلت خفیف میں فرق کیا جاتا ہے اور درجہ کا جو فرق ہے اس کو بڑھا چڑھا کر کس طرح نوعیت کا فرق قرار دیا جاسکتا ہے بالقرض غفلت کے مدارج اور مختلف معیار کا تعین ممکن بھی ہو تو ان کے معین کرنے کی کیا ضرورت اور مصالحت ہے اس کا سراغ نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزی قانون میں غفلت کا جو ایک معیار مقرر کیا گیا ہے اُس کی رو سے ہر ایک قسم کی غفلت کی بخوبی تحقیق ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اساتذہ متذکرہ صدر کو غفلت کے معیار میں جو قانون انگلستان میں مقرر کیا گیا ہے کیا خرابی نظر آئی اور کیوں کسی شخص کو اس احتیاط سے زیادہ احتیاط ظاہر کرنے کی ضرورت ہے جو حالات مقدمہ کی رو سے واجب سمجھی جاتی ہے اور کیوں اس شخص کے ساتھ رعایت کرنی چاہئے جو بلحاظ حالات مقدمہ اس مقرر کردہ واجب احتیاط سے کم احتیاط کا اظہار کرتا ہے۔

غفلت سنگین اور غفلت سادہ میں جو فرق بیان کیا جاتا ہے اس پر صرف ایک ضرورت سے غور کرنا چاہئے۔ اس فرق کا بناء قانون روما کا ایک مشہور مسئلہ ہے جس کی وجہ سے پہلی قسم کی غفلت یعنی کلپا لیتا (Culpa lata) نیت مجرمانہ (Dolus) کے مساوی سمجھی جاتی ہے اور یہ ایسا اصول ہے جو کبھی کبھی قانون انگلستان میں تسلیم کیا جاتا اور جس کا بعض وقت اس قانون میں اظہار ہوا کرتا ہے۔ اس کے متعلق قانون روما کا مقولہ ہے کہ غفلت سنگین نیت مجرمانہ ہے۔ اگر اس مقولے کے لفظی معنی لئے جائیں تو اس کی صحت باقی نہیں رہتی ہے یعنی اگر اس قول کے لفظوں پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم ظاہری صحیح نہیں بلکہ غلط پایا جاتا ہے کیونکہ اس امر سے ہم واقف ہو چکے ہیں کہ قلب مجرمانہ کی دو شکلیں ہو ہو ایک ہی نہیں ہو سکتی ہیں اور دونوں میں سخت متاثرات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بے احتیاطی خواہ وہ کسی درجہ کی کیوں نہ ہو کبھی غرض اور منصوبہ کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ جو الفاظ اس مقولے کے مطلب کے واسطے استعمال کئے گئے ہیں ان کا صحیح طور پر

انتخاب نہیں ہوا ہے اور ادائے مفہوم کے لئے وہ صحیح بھی نہیں ہیں پھر بھی اس مقولے کا ایک صحیح مفہوم بھی ہے غفلت حقیقی خواہ وہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو نیت کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے البتہ غفلت مبینہ اُس کے مساوی ہو سکتی ہے اور غفلت مبینہ سے ہماری مراد وہ غفلت ہے جس کو بعض اساتذہ نے غفلت سنگین کہا ہے۔ اگر غفلت مبینہ کی کچھ اصلیت ہو تو فی الواقع وہ بہت سنگین ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے وہ غفلت نہیں ہے بلکہ عرض مجربانہ ہے۔ اس کی سنگینی کے باعث اس کی حقیقت کے خلاف قیاس کیا جاتا ہے جس قدر غفلت کو سنگین کہا جائے اس قدر سننے والے کے دل میں غفلت کی غیر موجودگی کا قیاس پیدا ہوتا ہے۔ ہم اس امر سے واقف ہو گئے ہیں کہ بے احتیاطی کو اس ضرر کی مقدار سے ناپا جاتا ہے جس کے پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا جس قدر زیادہ ہو اور اُس بلا کے نازل ہونے کے آثار قریب ہوں اس قدر زیادہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ضرر نیت پر مبنی ہے۔ انتہائی درجے کی دو متضاد حالتوں میں حقیقی بے پروائی اور بے احتیاطی شاذ و نادر ہی ایک حالت ہوتی ہے چنانچہ معمولی قسم کے خطرات کے پیدا کرنے کے متعلق یا ایسے خطرات جو صدور فعل کے بہت بعد واقع ہوتے ہیں انسان فطرتاً بے پروا ہو جاتا ہے لیکن انسان کے جن افعال سے دوسروں کو شدید مضرت پہنچنے کا احتمال ہو عموماً انسان ان صورتوں میں احتیاط پر عمل کرتا ہے اور اپنے کو ارتکابِ فعل سے باز رکھتا ہے لہذا ایک شخص کے فعل سے اگر دوسرے کو سنگین ضرر پہنچے تو سمجھنا چاہیے کہ متکبر کی خواہش اور نیت اس قسم کے ضرر پہنچانے کی تھی اور اس کا فعل غفلت پر مبنی نہیں ہے۔ اگر کسی فعل کے نتیجے سے اس بات کا اظہار ہو کہ اس نتیجے کے برآمد ہونے کا فاعل کو احتمال اور گمان تھا تو اس نتیجے کے ذریعے سے فاعل کی نیت کا ثبوت ملتا ہے اور اُس کی غفلت کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً علاجِ محالہ اور دایہ گری کے نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی طفل نوزائیدہ مر جائے تو اگرچہ اس کی موت کا سبب (اس کے والدین کی) صرف غفلت سمجھی جاسکتی ہے لیکن لوگوں کا زیادہ تر گمان یہ ہوگا کہ اُس کے والدین کی عرض مجربانہ اور خصوصیت جو ان کو اس طفل کے ساتھ تھی اور جو پہلے سے ان کے دل میں پیدا ہو گئی تھی اُس طفل کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ ایسا ہی اگر

ایک شخص دوسرے شخص کے سر پر ایک لوہے کی سلاخ سے مار دے تو مارنے والے کا مطلب بنام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ چوٹ کھانے والے کے سر پر کچھ زخم آئے یا تھوڑی دیر کے لئے وہ بے ہوش ہو جائے اور ضرر رسیدہ کی ہلاکت اسے منظور نہ تھی لیکن دنیا کا گمان ضارب کے مقصد کے خلاف ہوا کرتا ہے اور اس کی رائے میں اس قسم کی ضرب کا منشاء مضروب کی موت سمجھا جاتا ہے۔

اس کتاب میں جس مقام پر ہم نے نیت کی اصل و بنیاد اور ماہیت سے بحث کی ہے وہاں اس امر کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں اس قیاس و اتفاقی پر کہ ہر ایک شخص اپنے فعل کے ان نتائج کے برآمد کرنے کی نیت رکھتا ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا اس کو قوی احتمال ہوتا ہے اس قدر شد و مد سے عمل کرتا ہے کہ وہ ایک قیاس قانونی بن گیا ہے اور اس لئے ناقابل تردید سمجھا جاتا ہے۔ ایسی صورتوں میں جو حالت از روئے واقعہ غفلت سمجھی جاتی ہے وہ قانون میں نیت حیرانہ تصور ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقت میں ایسی حالت نیت نہیں ہے

۱۵ بمقدمہ لے لیور بنام گولڈ (۶۱۸۹۳) کوئینز بینچ صفحہ ۵۰۰ لارڈ جسٹس بلیون نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر اس مقدمے کی بحیثیت جوری تحقیقات کی جاتی تو جج جوری کو اس امر کی تفہیم کرتا کہ غفلت سنگین کو فریب کا ثبوت سمجھنا چاہئے بشرطیکہ وہ ایسی سنگین ہو کہ اس کو نیک نیتی کی ضد سمجھا جائے اور اگر واقعات سے متکب کی بد نیتی کا پتا نہ چلے تو غفلت سنگین فریب کے مساوی نہیں ہو سکتی" اگر اس عبارت کے لفظی معنوں پر غور کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ غفلت سنگین فریب نہیں ہو سکتی لیکن وہ فریب کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ مگر ہم اس کو بھی غلط اور ناممکن سمجھتے ہیں اگر دو چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہوں یا دو حالتیں ایک دوسرے کے متضاد ہوں تو ایک کے ذریعے سے دوسرے کا ثبوت نہیں مل سکتا بہر حال رائے متذکرہ صدر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ غفلت مہینہ یا مسلمہ اس قدر سنگین ہو سکتی ہے کہ اس کے ذریعے سے اس نتیجے پر پہنچنا آسان ہے کہ ایسی غفلت حقیقت میں فریب ہے اور کسی طرح سے اس کو غفلت نہ سمجھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہو کیٹل ویل بنام وائٹ سن چانسرری ڈویژن جلد ۲۱ صفحہ ۷۰۶ جہاں فرانی جسٹس کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

بلکہ تفسیراً اور معنیاً قانون میں وہ نیت سمجھی جاتی ہے چنانچہ قتل انسان کے متعلق جو قانون ہے اس کے مطالبے سے اس مطلب کی ہم کو ایک مثال ملتی ہے۔ قتل عمد سے مراد انسان کو بالارادہ ہلاک کرنا ہے لیکن قتل انسان اس طرح کی ہلاکت انسان کو کہتے ہیں جو مبتی بر غفلت ہے لیکن ان دونوں میں قانون کی رو سے جو فرق کیا جاتا ہے وہ اس فرق سے بالکل جدا ہے جو از روئے واقعات قتل عمد اور قتل انسان (مستلزم نرا) میں پایا جاتا ہے۔ اکثر ایسی ہلاکتیں جو واقعات کے لحاظ سے محض غفلت پر مبنی ہو سکتی ہیں قانون میں قتل انسان بالارادہ سمجھی جاتی ہیں۔ اگر ضرر شدید سے کسی شخص کی ہلاکت واقع ہو جائے تو مرتکب کی نیت جو مہلوک کو ضرر شدید پہنچانے کی تھی قانون میں وہ اس کی نیت قتل سے بدل جاتی ہے اور اگر کسی شخص کو اس امر کا علم ہو کہ اس کے فعل سے کسی دوسرے شخص کی موت واقع ہونے کا احتمال ہے تو از روئے قانون یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے شخص مہلوک کی موت کو واقع کرنے کی نیت سے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اس طرح کے قانونی اور قطعی قیاسات کو جائز اور صحیح ماننے کے متعلق دو وجوہ ہیں اولاً یہ کہ غفلت سنگین جس کا ذکر کیا گیا ہے حقیقت میں غفلت نہیں بلکہ غرض مجرمانہ ہے اور ثانیاً یہ کہ اگر غفلت سنگین کو غفلت مان بھی لیا جائے تو اس کی سنگینی کی وجہ سے وہ ایک ایسی مذموم حالت ہے جیسے کہ نیت قبیح سمجھی جاتی ہے اور یہ لحاظ اخلاق نیت کا وہی اثر سمجھا جاتا ہے جو غفلت سنگین کا نتیجہ متصور ہوتا ہے لہذا غفلت سنگین کو نیت مجرمانہ خیال کرنا اور اس کی پاداش میں اس کے مرتکب کو سزا دینا جائز ہے اسی بناء پر بعض وقت مدعی علیہ کو منجانب قانون حسب ذیل جواب دیا جاتا ہے: "جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ آپ سے فعل زیر تحقیقات کے متعلق محض غفلت سرزد ہوئی ہو اور کسی مجرمانہ غرض کے عنوان کے طور پر آپ نے اس فعل کو انجام نہ دیا ہو پھر بھی آپ کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جائیگا گویا آپ نے نیت مجرمانہ سے اس فعل کو انجام دیا ہے اور قطعی طور پر قیاس کیا جائے گا کہ آپ کا فعل مبنی بر ارادہ تھا۔ آپ کے غرضنا قابل قبول ہیں کیونکہ آپ کی بے پروائی کی وجہ سے وہی ضرر مدعی کو پہنچا جس کو آپ اپنی حقیقی نیت کی بنا پر پہنچا سکتے تھے۔ ہر چند آپ نے مدعی کو ضرر پہنچانے سے انکار کیا ہے لیکن آپ کے فعل کے متعلق تحقیق کرنے والے کو اس امر کا قوی احتمال

ہوتا ہے کہ آپ کی نیت حقیقت میں اس ضرر کے پہنچانے کی تھی لہذا صدور فعل کے قبل آپ کی جانب سے نتیجہ فعل سے واقف ہونے کی یا اس کا اندازہ کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی گئی ہوگی۔

فصل ۱۴۴ غفلت کے متعلق چند دوسری نظریات

چونکہ تصور غفلت کی تحلیل ایک نہایت وقت طلب اور دشوار امر ہے لہذا غفلت کے متعلق بعض دوسرے نظریات کا جس کے تسلیم کرنے سے ہم نے انکار کر دیا ہے بیان کرنا اور ان پر بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بعض مصنفین کی رائے ہے کہ غفلت کی بنا بے پروائی ہے اور بے پروائی کے بغیر غفلت کا وجود نہیں ہو سکتا ہے۔ انسان پر بے خبری اور بے توجہی کی حالت طاری ہونے سے وہ اپنے فعل کی صحیح ماہیت اور اس کے حالات متعلقہ اور نتائج کا اپنے ذہن میں اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔ نیت اور غفلت میں فرق یہ ہے کہ جو شخص اراداً جرم کا ارتکاب کرتا ہے اس کو اپنے فعل کے مجرمانہ ہونے کا پہلے سے علم رہتا ہے لیکن جس شخص سے برہنہ غفلت جرم سرزد ہوتا ہے وہ اپنے فعل کی مجرمانہ حیثیت سے پہلے سے واقف نہیں رہتا ہے اور اس کی ناواقفیت کی وجہ اس کے دماغ کی سستی اور کاہلی ہے۔

اگرچہ غفلت کی یہ تعریف سچائی کے ایک اہم جزو پر مبنی ہے لیکن بنفسہ وہ ناموزون ہے اور اس کی ناموزونیت کے دو وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ ہر ایک غفلت بے احتیاطی پر مبنی نہیں ہوتی ہے۔ اس قول کو ہم نے اس کے پہلے ثابت کر دکھایا ہے۔ چنانچہ بعض غفلتیں بالارادہ ہوتی ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ بعض صورتوں میں غفلت توجہ اور اعتنا پر مبنی ہوتی ہے اور ان شکلوں میں مرتکب اپنے فعل کی صحیح ماہیت، حالات متعلقہ، اور ان نتائج فعل سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے جن کے پیدا ہونے کا اس کو قوی احتمال رہتا ہے۔ چونکہ مرتکب کو برآمد ہونے والے نتائج کا اندازہ ہو جاتا ہے اور اس پر بھی اس کی

نیت ان نتیجوں کو پیدا کرنے کی نہیں ہوتی ہے اس لئے اُس پر جرم بالا راۓ کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فعل کے نتائج وغیرہ کے متعلق جو مرتکب کی ذہنی یا دماغی حالت ہے وہ نیت نہیں ہے بلکہ غفلت کی ایک صحیح شکل ہے اور اس دماغی حالت اور غفلت کی تصحیح کرنے سے نظریہ بے اعتنائی ساکت ہے۔

ثانیاً یہ کہ ہر ایک بے پروائی یا بے اعتنائی غفلت نہیں ہے۔ کسی شخص کا اپنے فعل کی ماہیت کے سمجھنے میں یا اُس کے نتائج کے اندازہ کرنے میں قصور کرنا مستلزم نرا یا قابل الزام نہیں ہے اور جب تک اس قسم کے قصور کا سبب اس شخص کی بے احتیاطی بمعنی ناواجبی بے پروائی نہ ہو اُس پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں عائد کی جاسکتی۔ اُس شخص کو غافل کہنا صحیح نہیں ہے جو کسی بات سے ناواقف ہو یا اُس کو بھول گیا ہو حالانکہ اس امر کے متعلق علم پیدا کرنے کی یا اس بات کو اپنے حلقے میں تازہ کر لینے کی اُس کی خواہش ہی کیوں نہ ہو مثلاً اگر سگنل میں (وہ شخص جس کی خدمت ریل گاڑی کو ٹیڑھوں پر سے چلانے یا روکنے کے متعلق آگاہ کرنے کی ہوتی ہے) اپنے اشارہ دینے کے مقام پر سو جائے تو وہ غافل سمجھا جاتا ہے یعنی وہ غفلت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکو مرتکب غفلت سمجھنے کا سبب اُس کی نیند نہیں ہے بلکہ اُس کا اپنے کو بیدار رکھنے کے متعلق کافی احتیاط نہ کرنا ہے۔ چنانچہ اگر خستگی اور ماندگی یعنی زیادہ محنت کرنے سے وہ تھک کر یا کسی مرض کی وجہ سے وہ سو جائے تو اُس کو کسی قسم کا الزام نہیں دیا جاسکتا لہذا غفلت کی اصل بے پروائی نہیں بلکہ بے احتیاطی ہے۔ بعض صورتوں میں بے احتیاطی کا نتیجہ بے پروائی ہوتا ہے اور بعض میں بے پروائی سے بے احتیاطی پیدا ہوتی ہے لیکن کسی صورت میں بھی غفلت کا بے پروائی پر معنی ہونا ممکن نہیں ہے۔

حامیان نظریہ بے پروائی کی جانب سے قلب مجرمانہ کی تین شکلیں بیان کی جاتی ہیں یعنی (۱) "نیت" اس شکل میں مرتکب اپنے فعل کے نتائج کا جن کے پیدا کرنے کی اُس کی نیت ہوتی ہے پہلے سے اندازہ کر لیتا ہے۔ (۲) "بے پروائی" اس شکل میں مرتکب کو اُس کے فعل کے نتائج کا اندازہ تو ہو جاتا ہے لیکن اُن کے برآمد کرنے کی اس کی نیت نہیں ہوتی ہے اور (۳) "غفلت" اس شکل میں مرتکب کو اپنے فعل کے نتائج کا نہ تو پہلے سے اندازہ ہی ہوتا ہے اور نہ وہ اُن کے برآمد کرنے کی نیت ہی رکھتا ہے۔

لیکن قانون میں قلب مجرمانہ کی تین کی بجائے دو شکلیں قرار دی گئی ہیں یعنی دوسری اور تیسری شکل کو ملا کر نیت کی ایک شکل مقرر کی گئی ہے اور ہماری رائے میں یہی طریقہ صحیح ہے حقیقت یہ ہے کہ غفلت اور بے پروائی دو جداگانہ حالتیں نہیں ہیں اور نہ ان میں کسی قسم کا فرق ہے اور جب تک غفلت یا بے پروائی بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہو متکلب پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی ہے۔

اب ہم دوسرے نظریے کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے نظریہ خارجہ غفلت کا لقب تجویز کیا گیا ہے۔ بعض اساتذہ کی رائے ہے کہ غفلت حالت ذہنی نہیں ہے بلکہ خارجی ہے۔ غفلت انسان کے دماغ کی کوئی خاص حالت نہیں ہے اور نہ اس کو قلب مجرمانہ کی ایک شکل سمجھنا چاہیے بلکہ غفلت افعال انسانی سے ایک فعل کا نام ہے۔ احتیاط کرنے کے متعلق جو انسان کا فرض ہے اسکی خلاف ورزی کرنا غفلت ہے احتیاط کرنے سے مراد ایک شخص کا اپنے افعال کے مضرت بخش نتائج کے خلاف حفظ ماتقدم کرنا ہے اور ان افعال کی انجام رسانی سے احتراز کرنا ہے جن سے دوسروں کو ناواجبی طور پر ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً رات کے وقت بغیر روشنی کے سواری کا ٹرک پر سے چلانا بنی بر غفلت ہے کیونکہ جس قدر عقلمند اور ہوشیار لوگ ہیں وہ حادثات کے وقوع کو روکنے کی غرض سے اپنی سواریوں کو حفظ ماتقدم کے بطور روشنی رکھتے ہیں۔ جس طرح کسی شخص کے سردی لگ جانے کو اس کی دماغی حالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی طرح احتیاط کرنے کو بھی دماغ انسانی سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن ہماری رائے میں غفلت کی جو اس طرح تحلیل کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بے احتیاطی کی بناء پر بطور حفظ ماتقدم مضرت کے واقع نہ ہونے دینے کے متعلق ضروری تدبیروں کے اختیار کرنے میں متکلب سے قصور کا واقع ہونا ممکن ہے اور

۱۔ کلارک اینڈ لینڈ سیل ٹارٹس صفحہ ۳۹۴ طبع ششم "غفلت سے مراد اس احتیاط کا ترک کرنا ہے جو بلحاظ حالات (ذریعہ بحث) اس کے تارک پر از روئے قانون فرض گردالی گئی ہو۔ کسی صورت میں بھی غفلت کے مفہوم میں خیال یا فعل مثبت داخل نہیں ہے اور اسکا تعلق کسی طرح سے بھی انسان کی دماغی حالت سے نہیں ہے" ملاحظہ ہو پالک ٹارٹس صفحات از ۴۵ تا ۴۲ طبع دہم۔

اور بعض وقت اسی وجہ سے وہ اپنے کو خطرناک افعال کے ارتکاب سے باز نہیں رکھ سکتا ہے اس پر بھی مرتکب کی بے احتیاطی وہی شے نہیں ہے جو اس کا خطرناک فعل ہے اس کی بے احتیاطی اس کے حفظ ماتقدم کے اختیار نہ کرنے کے قصور میں فرق ہے اس کی بے احتیاطی اس کی یہ دوسری حالت نہیں ہے۔ ایسا ہی بے احتیاطی کا نتیجہ بے پروائی ہو سکتی ہے لیکن یہ دونوں ایک چیز نہیں بلکہ دو جدا گانہ حالتیں ہیں۔ بطور حفظ ماتقدم کسی تدبیر کے اختیار نہ کرنے میں غفلت کرنا یا خطرناک افعال کا ارتکاب کرنا ہر ایک صورت میں جرم نہیں ہے کیونکہ انسان بعض وقت ایسی غلطی یا حادثے کی بنا پر جس کا روکنا اس کے امکان سے خارج ہو اس طرح کے خطرناک افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور ضرر کے پہنچانے سے وہ اپنے کو باز نہیں رکھ سکتا۔ اس کے برعکس اگر فعل ناجائز جرم ہو تو بھی اس کا غفلت پر مبنی ہونے کی بجائے نیت پر مبنی ہونا ممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص کا اپنے مکان میں (چور پکڑنے کے دروازے کو کھٹکا گانے) بغیر اس نیت سے کھلا رکھنا کہ اس کا دشمن اس میں گر کر ہلاک ہو جائے ممکن ہے اسی طرح ایک شخص شیشی پر دوا کے نام کی چٹھی لگانے کے بغیر اس میں اس نیت سے زہر رکھ سکتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص غلطی سے اس کو پی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس جہاز رانی یا ملاحتی کے معمولی قواعد سے غفلت کر کے جہاز کا کپتان اپنے جہاز کو غرق آب کر دے سکتا ہے۔

اگر کسی شخص کا معصوم بچہ علیل ہو اور اس کو دوا نہ دینے میں اس کے باپ سے غفلت ہو جائے تو باپ پر محض غفلت کا الزام نہیں بلکہ انسان کشی بالارادہ (قتل عمد) کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال جس قدر مثالیں اس وقت بیان کی گئی ہیں اور اس قسم کی باقی تمام صورتوں میں جہت تک مجرم کی داغی حالت کی تحقیق نہ کی جائے اور جب تک اس کی ذہنی حالت کا اس کے فعل اور نتائج فعل کا دوش بدوش مقابلہ نہ کیا جائے اس وقت تک جرم مبنی برنیت اور جرم مبنی بر غفلت میں فرق کرنا ممکن نہیں ہے۔ مرتکب کی حالت ذہنی اور حالت خارجی کے لحاظ سے جرائم کی دو قسمیں قرار دینا اور ان میں اس طرح تمیز کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ ممکن ہے "غفلت" جرم مبنی برنیت کی ضد ہے اور چونکہ یہ دوسری شے ایک ذہنی واقعہ ہے اس لیے پہلی شے کا بھی واقعہ ذہنی ہونا لازم ہے۔

خلاصہ

ماہیت نیت :-

خواہش کی بناء پر مرتکب کا نتائج فعل کا اندازہ کرنا۔

فرق مابین نیت اور توقع

نتائج مبنی بر نیت ایسے نتیجے ہیں جن کے برآمد ہونے کی ہمیشہ توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔

جن نتائج کے برآمد ہونے کی توقع کی جاتی ہے وہ ہمیشہ نیت پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔

نیت معنوی (یا تعبیری)۔

نیت } بلا واسطہ (یا ابتدائی)۔
آخری۔ تحریک۔

خصوصیت۔ نیت ناجائز (یا مجرمانہ)۔

اہام اصطلاح، خصوصیت جس کی وجہ سے کبھی خصوصیت کا تعلق نیت بلا واسطہ سے اور کبھی اس کا تعلق نیت بعیدہ سے سمجھا جاتا ہے۔

ایک ہی وقت میں ایک ہی قسم کے چند تحریکات کا پیدا ہونا۔

قانون میں تحریکات کا واقعات غیر متعلقہ سمجھا جانا۔

مستثنیات اصول بالا۔

نظریۂ اقدام جرم۔

جرم مکمل کے چار مدارج۔ نیت۔ تیاری۔ اقدام تکمیل۔

فرق مابین تیاری و اقدام جرم۔

اقدام جرم بذریعہ اسباب ناممکن الحصول۔

حق مبنی بر ضرورت۔

نظریۂ متعلقہ۔

اس نظریۂ پر عمل کرنے کے لئے ایک حد تک قانون سے اجازت کا عطا ہونا۔

ماہیت نیت۔

اصطلاح نیت کا ذہنی اور خارجی مفہوم۔

فرق مابین غفلت و نیت اور ایک اصطلاح کا دوسرے کی ضد سمجھا جانا۔

غفلت سے لامحالہ بے پردائی مراد نہیں ہے۔

غفلت کی اصل بے اعتنائی ہے۔

غفلت اور نیت علی سبیل البدل ذمہ داری تعزیری کے اسباب سمجھے جاتے ہیں۔

غفلت } مبنی بر نیت (بالارادہ) یا مبنی بر اعتنا۔

غفلت } سادہ یا مبنی بر بے اعتنائی۔

غفلت بلا واسطہ و بالواسطہ۔

غفلت و کمی عقل۔

احتیاط کا فرض قانونی سمجھا جانا۔

ذمہ داری غفلت کی بتائے ضروری کیا شے ہے۔

کس وقت تعزیری (فوجداری) قانون اور کس وقت دیوانی کے قانون کی رو سے ذمہ داری غفلت کا وجود ہوتا ہے۔

معیار احتیاط

قانون میں سب سے اعلیٰ درجے کا ممکن الحمول معیار احتیاط نہیں قرار دیا گیا ہے۔

ایک معقول محتاط شخص جس درجے کی احتیاط پر عمل کرتا ہے قانون میں وہ احتیاط معیار قرار دی گئی ہے۔

درجہ غفلت

سنگین اور خفیف غفلت میں جو فرق ہے اس کو قانون انگلستان کا نہ تسلیم کرنا غفلت سنگین

نیت مجرمانہ ہے۔

اس شخص کا مقہوم۔

غفلت اور نیت معنوی۔

غفلت کے دوسرے نظریات پر انتقاد۔

(۱) غفلت سے مراد بے پردائی نہیں ہے۔

(۲) نظریہ خارجیہ غفلت۔

انیسواں باب

ذمہ داری (سلسلہ مضمون سابقہ)

فصل ۱۳۵ جرائم ذمہ داری مطلق

اب ہم جرائم کی تیسری نوع سے بحث کرنا چاہتے ہیں یعنی ایسے جرائم جہکی ذمہ داری مشروط نہیں بلکہ مطلق ہے۔ یہ ایسے افعال ہیں کہ مرتکب کی نیت اور غفلت پر مبنی نہ ہونے کے باوجود ان کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ قانون کا جو یہ مشہور مقولہ ہے کہ کسی شخص کا قتل ناجائز اس وقت تک جرم نہیں سمجھا جاتا جب تک وہ اسکی نیت مجرمانہ پر مبنی نہ ہو اس کے مستثنیات کو یا جرائم متذکرہ صدر ہیں۔ ناظرین کے ذہن میں اس مقام پر یہ خیال پیدا ہو گا کہ ذمہ داری مطلق کے قاعدے پر فوجداری کے قانون میں نہیں بلکہ دیوانی کے قانون میں عمل ہونا چاہیے لیکن طرز عمل اس کے خلاف ہے اور دیوانی کے قانون کی رو سے شاذ و نادر ہی صورتوں میں ذمہ داری مطلق پر عمل کیا جاتا ہے۔ معترض کی جانب سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ "فوجداری قانون کی رو سے تمام معمولی اشکال میں ذمہ داری کی بناء جو نیت مجرمانہ قرار دی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہ اصول کہ کسی شخص کو اس کے جرم کے واسطے سزا نہ دینا چاہیے بشرطیکہ وہ قبل ارتکاب جرم اپنے جرم سے واقف ہو گیا ہو یا اگر وہ احتیاط سے کام لیتا تو قتل مجرمانہ کی نوعیت سے واقف ہو جاتا نہایت صحیح اور جائز ہے اور اسی بنا پر ایسی غلطی یا حادثہ جس کا انسداد مرتکب کے امکان سے خارج ہو مرتکب کی طرف سے بطور عذر (مدعی علیہ) پیش کیا جاسکتا ہے لیکن کیوں اسی اصول کا دیوانی طرز کی ذمہ داری پر اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً اگر میں کسی دوسرے شخص کو

ضرر پہنچاؤں تو اس امر سے چشم پوشی کرتے ہوئے کہ آیا وہ ضرر میری نیت یا غفلت یا کسی حادثے پر مبنی ہے مجھ کو اس ضرر کی تلافی باقات کے لئے کیوں نہ مجبور کیا جاتا اور کیوں اس قسم کی ذمہ داری میں میری نیت وغیرہ کا بغیر لحاظ کئے اس کا تاوان متضرر کو نہیں دلایا جاتا ہے اس کا حسب ذیل جواب ہے، چونکہ دیوانی طرز کی نالشوں (یا عدالتی کارروائیوں) کا مقصد مدعی کے نقصان کے متعلق محض چارہ سازی (یا دادرسی) کرنا اور مدعی علیہ کو سزا دینا ہے اس لئے نیت مجرمانہ کے متعلق جو قاعدہ ہے اسکا دیوانی کے دعووں پر اطلاق کرنا موزوں نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قانون انگلستان کی رو سے دیوانی کی نالش میں ذمہ داری مطلق کے قاعدے پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ اس کو ملحوظ رکھنے کی کوئی ضرورت ہے لیکن ان تمام عدالتی کارروائیوں میں جن کے ذریعے سے مدعی کو فوجداری طرز کی دادرسی ملتی ہے قانون کا منشا نہ صرف مدعی کو دادرسی کا عطا کرنا ہے بلکہ اسکی غرض اصلی مدعی کو سزا دینی ہوتی ہے اور اس لئے فوجداری مقدمات میں مدعی کی دادرسی محض ایک ذریعہ یا آلہ مدعی علیہ کی سزا کا ہے محض سزا دینے کی وجہ سے فوجداری مقدمات کا چلانا جائز اور صحیح نہیں ہے جب تک مدعی کو اس کے ضرر کے متعلق کوئی معقول معاوضہ مدعی علیہ سے نہ دلایا جائے عدالت فوجداری کی کارروائی سے اس کے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ جب تک ایسا نہ کیا جائے اس جرم کا اثر نہیں مٹ سکتا ہے جس سے مدعی کو نقصان پہنچا ہوا اور نہ اس کی بگڑی ہوئی حالت پہلی حالت میں عود کر سکتی ہے یہ ظاہر ہے کہ مدعی کو معاوضہ نہ ملنے کی صورت میں اس جرم کی جس کا ارتکاب اس کے خلاف ہوا ہے اس کے حق میں تلافی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس حادثے یا غلطی کا اثر ہے مثلاً اگر کسی حادثے کی وجہ سے میرے ہاتھ سے کسی شخص کا مکان جل جائے اور اس کی یاداش میں مالک مکان کو تاوان ادا کرنے کے لئے میں مجبور کیا جاؤں تو اسکا نتیجہ اس کے سوائے کچھ اور نہ ہوگا کہ نقصان جو مالک مکان کو برداشت کرنا پڑے تھا وہ میری طرف منتقل کیا جاتا ہے اس پر بھی اصل میں وہ نقصان مٹ نہیں سکتا کیونکہ وہ ایک شخص سے دوسرے شخص پر منتقل کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی ہے لیکن ایسی صورتوں میں قدرتا یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر مکان مذکور کے جل جانے میں

میرا کوئی قصور نہیں ہے تو میرے فعل کے مضرت بخش نتیجے کے لئے کیوں قانون میں تاوان ادا کرنے کے واسطے مجھ کو مجبور کرنا چاہئے اور کیوں اس نقصان کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی جاتی ہے اگر ایسا ہی ہے تو مجھ پر ان نقصانات کی بھی ذمہ داری عائد ہونا چاہئے جو لوگوں کے مکانات کو زلزلے اور بجلی کے گرنے سے پہنچتے ہیں۔ اگر کوئی معقول فائدہ پہنچا ہو تو ایک شخص کا نقصان دوسرے کو منتقل کرنا چاہئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو عقل سلیم اور قانون کی رو سے نقصان کو اس کی جگہ سے نہ ہٹانا چاہئے یعنی اسی صورتوں میں ضرر رسیدہ کے لئے اس کے ضرر کا برداشت کرنا عین انصاف ہے۔

اگرچہ دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی قانونی کارروائیوں یعنی مقدمات میں عام طور پر قلب مجرمانہ کا لحاظ کیا جاتا ہے لیکن اس پر بھی اس قاعدے کے متعدد مستثنیات ہیں۔ ان مستثنیات کے بھی متعدد اسباب و علل ہیں لیکن ان تمام اسباب میں سب سے زیادہ اہم وجہ صحیح اور موزوں طور پر نیت یا غفلت کے متعلق ثبوت ہے ہم پہنچانے کی دشواری ہے۔ ہر چند مقتضائے انصاف یہ ہے کہ اکثر ان اشکال میں جہاں اس قسم کی دشواری پیش آتی ہے قانون کو راستبازی اور جرأت سے کام لے کر اس دشواری کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اکثر اسی پر عمل ہوتا ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں دیانت اور سچائی پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ مرتکب پر ذمہ داری عائد کرنے کے لئے قلب مجرمانہ کی جو شرط لگائی گئی ہے اس سے قانون میں اغماض کیا جاتا ہے اور یہ ایک قسم کی بددیانتی ہے کہ بعض مخصوص صورتوں میں مرتکب کے خلاف قلب مجرمانہ کے وجود کے متعلق قانون میں بھی قطعی قیاس کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طریقے سے ناکردہ گناہوں کے

۱۵ قانون غیر ممنوعہ انگلستان مولفہ ہومز صفحات ۱۷۱ تا ۱۹۶ میں اس مسئلے کے متعلق صراحت سے بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ اس مسئلے کی بابت قانون ٹارٹ مولفہ پالک صفحات ۱۷۲ تا ۱۵۵ طبع دہم قابل ملاحظہ ہیں۔

حق میں سختی اور نا انصافی ہوتی ہے لیکن دیوانی مقدمات میں اس قیاس قطعی پر جو عمل ہو کر مدعا علیہم پر ان کے افعال کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے اس سے لوگوں کو چنداں نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ دیوانی طرز کی ذمہ داری پیدا ہونے کی صورت میں مرتکب قبل ارتکاب اپنے فعل کے مضرت بخش نتیجے سے واقف ہو کر اور بصورت ذمہ داری اس کو برداشت کرنے کا ارادہ کر کے فعل کو انجام دیا کرتا ہے۔ مگر فوجداری مقدمات میں عدالتیں اس قیاس قطعی پر بہت ہی کم عمل کرتی ہیں اور چند نہایت خفیف قسم کی ناشیوں میں اسپر عمل پیرا ہوتی ہیں۔ لہذا جن اشکال میں مسئلہ قلب مجرمانہ کے متعلق زیادہ احتیاط کرنے اور اس کی تائید میں ثبوت بہم پہنچانے کی دشواریاں پیش آتی ہیں ان صورتوں میں جیسا کہ سطور مندرجہ بالا میں بیان کیا گیا ہے قانون میں مدعا علیہ کی ایک خاص شکل قرار دی گئی ہے۔

اس قسم کی ذمہ داری کی مخصوص اشکال پر غور کرنے سے اس کے تین اقسام پائے جاتے ہیں (۱) غلطی قانون (۲) غلطی واقعہ اور (۳) حادثہ۔

فصل ۱۴ غلطی قانون

لاٹینی قانون کی بنا پر قانون کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔ یہ ایک ایسا مسلمہ اصول ہے جس پر نہ صرف برطانوی نظام قانون میں عمل کیا جاتا ہے بلکہ مالک غیر کے دساتیر قانونی میں بھی اس کا لحاظ کیا جاتا ہے چنانچہ قانون روما کے مشہور مقولے سے بھی اصول مندرجہ بالا کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ "قانون کی تاوا قفیت کے عذر کو پیش کر کے کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا ایک قیاس قانون کے پیرائے میں بھی اسی قاعدے کا اظہار

۱۔ اس امر کے متعلق کہ تعزیری ذمہ داری میں کہاں تک قلب مجرمانہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ملکہ معظمہ بنام ٹالس کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۳۴ صفحہ ۱۶۸۔ ملکہ معظمہ بنام پرائس لار پورٹس کراؤن لیسیز جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ چیمبرم بنام ڈولٹن کوئینز بینچ ڈیویژن جلد ۲۲ صفحہ ۳۶۷۔

کیا جاتا ہے، ہر ایک شخص ملک کے قانون سے واقف رہتا ہے۔ یہ قاعدہ (نیت مجرمانہ وغیرہ) کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ اپنے اثر میں مطلق ہے اور اس بنا پر قانون میں جو قیاس قرار دیا گیا ہے وہ ناقابل تردید ہے۔ عدالت خواہ کتنا ہی حزم و احتیاط سے تحقیقات کرے مدعی علیہ کی لاعلمی قانون اور عدم نیت کے نتیجے پر پہنچے اس پر بھی اس قاعدہ کے کٹوڑ ممکن نہیں اور نہ مدعی علیہ کی جانب سے ناگزیر لاعلمی یا غلطی کا عذر پیش ہونے پر وہ اپنی اس ذمہ داری سے جو کسی قانون کی خلاف ورزی کرنے سے اس پر عائد ہوتی ہے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

اس اصول کے قائم کرنے کے جو کسی قدر سخت ہے تین وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ بلحاظ نظریہ «قانون» ایک ایسی شے ہے جو معین ہے اور جس سے لوگ واقف ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کے قانون کے اس جزو سے واقف رہے جس کا اس سے تعلق ہے لہذا ہر ایک شخص کا اپنے یہاں کے قانون سے بحالت مجبوری ناواقف رہنا ناممکن ہے۔ یہ ایک قطعی قیاس ہے کہ ابنائے ملک قانون ملک سے واقف رہتے ہیں اور عدالتیں ان کے ساتھ اس طرح پیش آتی ہیں گویا انھیں اس قانون کا علم حاصل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابنائے ملک اس ملک کے قانون سے واقف ہو سکتے ہیں اور اس کا جاننا ان کے لئے لازم ہے۔

ثانیاً یہ کہ از روئے حقیقت کسی شخص کا کسی ناگزیر لاعلمی کی وجہ سے قانون کے کسی حصے سے ناواقف رہنا ممکن ہے لیکن اگر عدالتیں اس قسم کی لاعلمی قانون کو تسلیم کرنے کی جانب مائل ہو جائیں تو انھیں اس کے متعلق ثبوت لینے میں ایسی دشواریاں پیش آئیں گی جن کو رفع کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ فائدہ اس جدید طریقے سے حاصل ہوگا اس سے ملک کی عدل گستری کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچے گا کیونکہ مدعی علیہ کی ذمہ داری ایسی شرائط پر منحصر رکھی جاتی ہے جن کا تعلق قانون ملک کی واقفیت یا ذرائع واقفیت سے ہے اور ان شرائط کی صحت کے متعلق تحقیقات کرنا انسان کے امکان سے خارج ہے۔ کیا ایک شخص کی تائید میں دوسرا شخص گواہی دے سکتا ہے کہ وہ قانون زیر بحث سے واقف ہے یا اگر وہ اپنی زندگی کے گزشتہ زمانے میں معقول احتیاط کرنا اور وہی دانائی سے کام لیتا تو وہ اس قانون سے واقف ہو جاتا۔

مثلاً یہ کہ ہر ایک ملک کے قانون کا ماخذ زیادہ تر قدرتی انصاف کے قواعد ہیں۔ ہر ایک سلطنت کا قانون حق و باطل کے اُن اصول پر مبنی ہوتا ہے جو از روئے اخلاق انسان کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ قانون ملک سے مراد اس کے سوا کوئی اور شے نہیں ہے کہ سلطنت انہیں اصول کو برقرار رکھنے کی نسبت اپنی نیت کا اعلان کرتی ہے اسی وجہ سے یہ طانیہ کے قانون غیر موضوعہ کا کثیر حصہ اپنا اُن ملک کی راستبازی اور عقل سلیم پر مشتمل ہے اور اسی دلیل کی رو سے یہ کہنا درست ہے کہ ہر چند کسی شخص سے لاعلمی قانون کی بنا پر قانون ملک کے کسی حصے کی خلاف ورزی ممکن ہے تاہم وہ اس امر سے ضرور واقف رہتا ہے کہ وہ ایک ایسے قاعدے کو توڑ رہا ہے جو حق اور راستبازی پر مبنی ہے۔ اگرچہ ایسے شخص کو اپنی لاعلمی اور بے پروائی کی وجہ سے قانون کے خلاف ورزی عمل کرنے کا علم نہ ہو لیکن اس کو ماننا پڑے گا کہ وہ اپنی بددیانتی اور نا انصافی سے اپنے کو اس قانون سے جس کے خلاف اُس سے عمل سرزد ہوا ہے واقف نہیں ہونے دیا لہذا اگر قانون میں ایسے قانون شکن کا عذر لاعلمی قانون تسلیم نہ کیا جائے اور عدالت اُس کے ساتھ اسی طرح خلاف اخلاق سلوک کرے جس طرح اُس نے دوسروں کے مقابلے میں راستبازی اور خوش اخلاقی کا خون کیا ہے تو اُس کو اس تشدد قانونی کی نسبت شکایت نہ کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس امر کو یاد کر لے کہ جس فعل کو وہ انجام دینے والا ہے وہ حدود قانون کے اندر واقع ہو گا اور اس بنا پر دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ ہو جائے تو ان قانونی حدود کے متعلق اُس کو جو علم ہوا ہے اُس کا وہ ذمہ دار ہے لہذا اس طرح کی ذمہ داری جو مرتکب پر از روئے قانون عائد کی جاتی ہے وہ صحیح اور جائز ہے۔ بہر حال (غلطی قانون) کا عذر ایک ایسا عذر ہے کہ اُس کا تسلیم نہ کیا جانا ہی مناسب ہے۔ ذمہ داری قانون کے متعلق جو یا ضابطہ شرائط ہیں اور جس طرح ثبوت و شہادت سے اُن کی تحقیقات کی جاتی ہے اس طرح اس عذر کی تحقیقات نہ ہونی چاہیے۔

ہر چند فقرات بالا میں غلطی قانون کو تسلیم نہ کرنے کے متعلق تین قوی دلائل بیان کئے گئے ہیں اور اگرچہ ایک حد تک یہ دلیلیں جائز اور موثر بھی ہیں لیکن قاعدہ زیر بحث اس قدر سخت و شدید ہے کہ ان براہین سے اسکی پوری طور پر تائید نہیں ہو سکتی جس شد و مد کا یہ قاعدہ ہے

لہٰذا اس قاعدے کا اثر دیوانی اور فوجداری طرز کی ذمہ داری تک محدود نہیں ہے بلکہ قانون ملک کے

ان میں کی ایک دلیل بھی اس پائے کی نہیں ہے۔ یہ دلیل کہ ہر ایک ملک کے باشندے اپنے قانون سے واقف رہ سکتے ہیں محض قیاس ہے اور حقیقت سے بہت بعید ہے کیونکہ ایسے ممالک میں جیسا کہ برطانیہ وغیرہ ہیں قانون ملک نہ صرف غیر محین وغیر محدود ہے بلکہ آئے دن بدلتا رہتا ہے لہذا انہائے ملک کے لئے اپنے یہاں کے اس طرح کے غیر محین اور تغیر پذیر قانون سے ہر آن و ہر لحظہ واقف رہنا کیونکر ممکن ہے۔ یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ لاعلمی قانون مبنی بر عقلیت اور ناگزیر لاعلمی قانون میں فرق کرنا نامکنات سے ہے قاعدہ زیر بحث کی تائید میں جو یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ عدالتوں کے لئے مدعی علیہ کی ناواقفیت قانون کے متعلق تحقیقات کرنے میں سخت دشواری کا سامنا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ایسا اوقات عدالتیں اس سے زیادہ گنجلاک اور دشوار امور کی بلا عذر و حیلہ تحقیقات کرتی ہیں لہذا لاعلمی قانون کے عذر کو تحقیق کرنے میں ایسی کوئی رحمت انہیں پیش آسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس حجت کی صحت میں بھی ہم کو شبہہ ہے کہ جو شخص قانون ملک کا لحاظ نہیں کرتا یا اس کے کسی جزو کی خلاف ورزی اس سے سرزد ہوتی ہے گویا وہ انصاف راستبازی اور ایمان داری کے اصول کو توڑتا ہے اور اکثر صورتوں میں یہ دلیل بھی باطل ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ممالک میں جہاں کا نظام قانون مخلوط ہے انہائے ملک کی ہدایت نفس کے لئے عقل سلیم اور راست بازی کا جو ہر کتنی نہیں ہو سکتا بلکہ ان ملکوں میں انسان کو دیگر امور سے بھی شمع ہدایت کا کام لینا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام حالات کے لحاظ سے قاعدہ زیر بحث صحیح اور جائز معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ انہائے ملک کے حق میں جو سختی ہوتی ہے اس سختی اور تشدد کے جواز کو ان دلائل سے ثابت کرنا جو اس تائید کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں دشوار ہے۔

فصل ۱۴ غلطی و قصور

جس طرح کسی شخص پر قانونی ذمہ داری عائد کرنے سے پہلے اس کی ناواقفیت

بصیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہر ایک صیغہ اور شبہ پر بھی یہ قاعدہ نافذ ہے چنانچہ اگر ایک شخص غلطی قانون کی بنا پر دوسرے کو روپیہ ادا کر دے تو وہ واقفیت قانون کا عذر کر کے اس کو اس شخص سے واپس نہیں پاسکتا حالانکہ غلطی و قصور کی بنا پر ایک شخص سے جو دوسرے کو روپیہ پہنچتا ہے وہ از روئے قانون پہلے شخص کو واپس مل سکتا ہے۔

یا غلطی قانون کے اثر کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اور جس طرح اس مسئلے کو قانون انگلستان نے قانون روم سے بطور میراث حاصل کیا ہے اس طرح قانون اور واقعے میں فرق کرنے کا طریقہ بھی پہلے قانون کو دوسرے قانون سے ورثا ملا ہے چنانچہ اس نظام قانون میں کوئی شخص ناواقفیت قانون کا عذر کرنے کا مجاز نہیں ہے اور نہ کسی شخص کا ایسا عذر قابل تسلیم ہے مگر اس کے برعکس ایسی لاعلمی واقعہ جو ناگزیر اور لاعلاج ہو عموماً عذر معقول خیال کی جاتی ہے۔ اگرچہ قانون انگلستان کا یہ ایک مقولہ ہے لیکن یہ بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا دائرہ عمل فوجداری قانون تک محدود ہے اور دیوانی کے قانون کی رو سے کسی شخص پر اس کے کسی واقعے کی نسبت ناواقف ہونے کے سبب سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ذمہ داری مطلق ہے ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کی عرض سے شخص مذکور ناواقفیت واقعہ کا عذر نہیں پیش کر سکتا۔ دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق انگریزی قانون میں ایک عام اصول یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ذات جائیداد شہرت یا حقوق بائیں مداخلت کرتا ہے وہ اپنی دست اندازی و مداخلت کا ذمہ دار ہے اور جب اس کی دست اندازی کی بنا پر دوسرے کو ضرر پہنچے اور متضرر اس ضرر کی تلافی کا خواہاں ہو تو ضرر رساں کو ہرگز ایسے عذر پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا ہے کہ میں نے نیک نیتی اور معقول اسباب کی بنا پر فلاں واقعے یا حالت کی موجودگی کو یاد رکھا اور اس لئے اس واقعے یا حالت کی نسبت جو فعل سرزد ہوا وہ جائز اور ناقابل گرفت ہے۔ مثلاً اگر میں ایک غیر شخص کی زمین پر مداخلت بے جا کروں تو میں اپنی صفائی میں یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ میں نے چند معقول وجوہ کی بنا پر اس زمین کو زمین یاد رکھا اور اس لئے اس میں داخل ہو کر تصرف کیا۔ ایسا ہی اگر میری نیت کسی طرح سے مجرمانہ نہیں بلکہ پاک و صاف ہو اور کسی ناگزیر غلطی واقعہ کی بنا پر میں دوسرے شخص کے مال (یا جائیداد منقولہ) میں تصرف کر بیٹھوں یا دست اندازی کروں تو میرے اس فعل سے جو نقصان اس کے اصلی مالک کو پہنچتا ہے اس کی تلافی کی مجھ پر ذمہ داری

۱۵ ڈائجسٹ جسطی میں وصول ہونے کے بعد اسی نوٹ کا ترجمہ کیا جائے گا ۱۲۔

۱۷ مالز بنام فولو لارپورٹس ہوس آف لارڈ جلد ۷ صفحہ ۷۵۷۔ کان سالیڈ بیٹڈ کمپنی بنام کرٹس (۱۸۹۷ء) کوئینز بیچ جلد ۱ صفحہ ۲۹۵۔

عائد ہوتی ہے۔ اگر میری نیت الف کو گرفتار کرنے کی ہو اور میں غلطی سے اسکی بجائے ب کو گرفتار کر لوں حالانکہ ب کو شناخت کرنے میں میں نے کتنی ہی احتیاط سے کام کیوں نہ لیا ہو مجھے پر غلط گرفتاری کی ذمہ داری مطلق عائد ہوتی ہے۔ علی ہذا القیاس اگر میں کسی واقعے کو بیان کروں اور اس کی صحت کی نسبت میری کوشش بلیغ اور احتیاط فراوان کے باوجود مجھ سے غلط بیانی ہو جائے اور اس سے ایک دوسرے شخص کا ازالہ حیثیت عرفی ہو تو میرا یہ عذر کہ میں نے صحت واقعہ کے متعلق احتیاط کر لی تھی قابل پذیرائی نہیں ہے بلکہ میں اس شخص کی آبروریزی کا جس کا ازالہ حیثیت عرفی ہوا ہے ذمہ دار سمجھا جاؤں گا اس پر بھی غلطی واقعہ کی نسبت دیوانی طرز کی ذمہ داری مطلق کا جو قاعدہ ہے اس کے چند مستثنیات بھی ہیں لیکن یہ مستثنیات ایسے خفیف اور کم ہیں کہ ان کے اصول کے جو ان کی بابت شک کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

لیکن غلطی واقعہ کی وجہ سے جو فوجداری طرز کی ذمہ داری ترکیب پر عائد ہوتی ہے اسکی ایک جداگانہ کیفیت ہے اور جو فرق غلطی قانون اور غلطی واقعہ میں ہے اس کا بخوبی فوجداری کے قانون میں اظہار ہو سکتا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ایسی فوجداری کی شکل پیش آتی ہے جس میں غلطی واقعہ کی بنا پر مرتکب اپنے فعل کا ذمہ دار قرار پاسکتا ہے چنانچہ اس کی ایک مثال یہ شکل ہے جس میں کسی ایسی لڑکی کا بھگٹالے جانا جو عمر قانونی کو نہ پہنچی ہو اور جس کی وجہ سے اس کا اپنی رضامندی کو ظاہر کرنا ناقابل قبول سمجھا جاتا ہو از روئے قانون جرم قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسی صورت میں مدعی علیہ یہ عذر پیش کرے کہ وہ لڑکی کی عمر سے ناواقف تھا اور عمر کے متعلق جو غلطی کہ اس سے واقع ہوئی وہ ناگزیر اور لاعلاج ہے تو اس کا عذر قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا اور اسکو اپنے فعل کا خمیازہ بھگتنا چاہیے۔

قانون انگلستان میں ناگزیر غلطی واقعہ کے عذر کو دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق قبول کرنے کا جو قاعدہ ہے وہ ایک دلچسپ تاریخی واقعے پر مبنی ہے جس کا اس مقام پر بالا بحال ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

انگلستان میں بزمانہ قدیم ثبوت پیش کرنے کا جو طریقہ رائج تھا اور جس ضابطہ دیوانی پر اُس زمانے میں دلائل عمل ہوتا تھا وہ دونوں صورتیں انسان کی دماغی حالتوں کی تحقیق کرنے کے لئے نہایت ناموزوں تھیں۔ چونکہ اس قسم کی تحقیقات کرنے میں عدالتوں کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوتا تھا اسلئے اُس زمانے کی عدالتوں نے محض افعال ظاہری کے متعلق ثبوت لینے کا طریقہ اختیار کر لیا اور قانون میں صرف افعال ظاہری کی اہمیت قائم ہو گئی۔ چونکہ جرائم کے ان اجزاء ترکیبی کے متعلق جو اُس زمانے میں اجزاء ذہنی کہلاتے ہیں اُس وقت ثبوت لینا یا انکی نسبت معلومات کا بہم پہنچانا عدالتوں کے لئے نہایت دشوار تھا اس لئے جرائم کے عناصر ذہنی کی بابت اس عہد میں عدالتیں لحاظ نہیں کرتی تھیں چنانچہ اس زمانے کا قانونی مقولہ ہے کہ (مرتکب) کی نیت اور علم ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کی نسبت ثبوت لیا جانا چاہئے یا جن کے متعلق تنفیج قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ بادشاہ ایڈورڈ چہارم کے عہد کے ایک جج نے اپنے ایک فیصلے میں تحریر کیا ہے کہ »یہ ایک مشہور بات ہے کہ مجرم کی نیت کے متعلق تحقیقات نہ ہونی چاہئے کیونکہ شیطان تک کو انسان کی نیت کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس زمانے کی عدالتیں مجرم کے جس فعل کے متعلق تنفیج قائم کرتی تھیں وہ یہ تھا کہ آیا وہ فعل جس کی نسبت فریاد اور شکایت کی گئی ہے ملزم سے سرزد ہوا کہ نہیں اور اس امر کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا کہ ملزم نے آیا اس فعل کو اراداً کیا یا بلا ارادہ۔ ایسا ہی ملزم کی ناواقفیت و اقعہ یا حالت کا اور اس امر کا کہ وہ فعل زیر بحث کو قبل ارتکاب جرم جانتا تھا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اسی قاعدے پر اب بھی دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق عمل کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے میں ہی عدالتوں کو اس قاعدے کی سختی مجرمین کے حق میں محسوس ہونے لگی تھی اور اُس کے رائج ہونیکے

کچھ مدت بعد اس قاعدے کو فوجداری طرز کی ذمہ داری کے متعلق بدل دینا پڑا اور قدیم زمانے سے ہی انگلستان میں جرائم کی تحقیقات کرنے میں ملزم کی نیت اور علم کے متعلق تنقیح قائم ہونے لگی مگر دیوانی طرز کی ذمہ داری میں قاعدہ مذکور پر عموماً عمل ہوتا تھا اور اب بھی اسی قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے قانون میں بھی جو اس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے اُس کی وجہ سے عدالتوں کی تحقیقات کی دشواریوں اور پیچیدگیوں سے نجات ملی ہے جس شے کا عملًا اور فقلاً ثابت کرنا ناممکن ہے اُس کی تحقیقات میں دیوانی عدالتوں کو الجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس قاعدے کی کامیابی کی ایک دوسری وجہ بھی ہے۔ مدعی علیہ پر فوجداری طرز کی ذمہ داری عائد کرنے کے لئے اُس کی نیت مجرمانہ کا ثابت کیا جانا لازم ہے لیکن اس قاعدے کی بنا پر عدالتیں ذمہ داری تعزیری اس باضابطہ شرط کا لحاظ نہیں کرتی ہیں اس لئے مدعی جس دادرسی کا طالب ہوتا ہے اس سے وہ محروم نہیں کیا جاتا ہے۔ قاعدہ متذکرہ صدر کی بنا پر مدعی کی جو دادرسی کی جاتی ہے اُس سے تعزیری ذمہ داری کی باضابطہ شرط (نیت مجرمانہ) کی اہمیت کم ہو گئی ہے اور یہی اس قاعدے کی کامیابی کی دوسری وجہ ہے۔

فصل ۱۴۸ حادثہ

اگرچہ قانون انگلستان کی رو سے غلطی کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے لیکن حادثے کی اس قانون میں اس کے برعکس کیفیت ہے۔ حادثے کی بنا پر مرتکب اپنے فعل سے بری الذمہ خیال کیا جاتا ہے چونکہ غلطی اور حادثہ تقریباً ایک ہی قسم کی حالتیں ہیں اور چونکہ قانون میں حادثے کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے لہذا ان دونوں حالتوں میں جو فرق ہے اُس کی توضیح کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اگر انسان کسی فعل کو اراداً نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ فعل اس سے بریائے حادثہ یا بریائے غلطی واقع ہوا ہے۔ نتائج فعل کے لحاظ سے

مترکب کی نیت کا اندازہ کیا جاتا ہے اگر قیل اور کتاب مترکب کی نیت اپنے فعل کے
 ان نتائج کو پیدا کرنے کی نہ ہو جن کا ظہور ہوا ہے تو سمجھا جائیگا کہ اس کا فعل حادثے
 پر مبنی ہے۔ اگر فعل کے نتائج پر غور کرنے سے اس امر کا پتا چلے کہ ان میں سے بعض
 نتیجوں کو پیدا کرنے کی مترکب کی نیت تھی لیکن ان میں سے کسی ایک اہم حالت (نتیجہ)
 کو پیدا کرنے کا مترکب کا منشاء نہ تھا تو اس کا فعل مبنی بر غلطی سمجھا جائیگا۔ مثلاً اگر اندھیری
 سڑک پر میں اپنی لکھی کو ہانکتا ہوا لے جاؤں اور کسی شخص کو اس کے نیچے آجانے سے
 ضرر پہنچے تو میرا فعل مبنی بر حادثہ متصور ہوگا کیونکہ مجھے اس امر کا مطلق علم نہیں ہے کہ
 ضرر رسیدہ اس سڑک سے جارہا ہے لیکن اس کے برخلاف مجھے کسی ایسے شخص کا گرفتار
 کرنا منظور ہو جو قابل گرفتاری ہو اور اگر میں غلطی سے اس شخص کی بجائے اسی شخص کو
 گرفتار کر لوں جو میری گاڑی کے نیچے آیا تھا تو میرے فعل سے اس شخص کو جو نقصان
 پہنچتا ہے وہ برتنا ہے حادثہ نہیں بلکہ برتنا ہے غلطی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے
 کہ پہلی صورت میں میری نیت کسی شخص کو ضرر پہنچانے کی نہ تھی لیکن دوسری شکل میں میری
 نیت اس شخص کو ضرر پہنچانا نہ تھی جو گرفتار ہوا بلکہ میں ایک دوسرے شخص کو ضرر پہنچانا
 چاہتا تھا اور غلطی کی وجہ سے اس کو ضرر نہ پہنچا سکا یعنی حالت اور واقعے کے متعلق
 مجھ سے غلطی سرزد ہوئی اور غلطی سے میں نے اس حالت کو صحیح باور کر لیا اگر مجھ سے
 غلطی نہ ہوتی تو میرا فعل جائز سمجھا جاتا۔ ایسا ہی اگر میں کامل طور پر احتیاط نہ کروں اور میرے
 مویشی میرے کھیت سے نکل کر ایک دوسرے شخص کے کھیت میں جو میرے کھیت
 سے متصل ہے چرنے کے لیے چلے جائیں تو میرے مویشیوں کا شخص غیر کے کھیت
 میں چلا جانا مبنی بر حادثہ ہے۔ برخلاف اس کے اگر میں اپنے ہمسائے کے کھیت کو
 پہنچا دینا کھیت باور کر کے اس میں اپنے مویشی باندھ دوں تو میرے مویشیوں کا اس
 کھیت میں پایا جانا مبنی بر غلطی ہے۔ اگرچہ یہ دونوں صورتیں میری نیت پر مبنی نہیں ہیں
 اور ان دونوں شکلوں میں میری نیت اپنے ہمسائے کو ضرر پہنچانے کی نہیں ہے لیکن
 پہلی شکل میں نتیجہ فعل کے پیدا کرنے کے متعلق اور دوسری شکل میں اس حالت یا
 واقعے کے پیدا کرنے کی نسبت جو کہ پیش آئی میری نیت نے مقصود کیا یعنی پہلی شکل میں
 نتیجہ فعل اور دوسری شکل میں حالت یا واقعہ جو کہ پیدا ہوا اس کا میں قبل ارتکاب

صحیح اندازہ کر سکا۔

غلطی کی طرح حادثے کی بھی دو قسمیں مستلزم سزا اور ناگزیر حادثات قرار دی گئی ہیں اگر حادثہ عقلیت کا نتیجہ ہے تو مستلزم سزا سمجھا جاتا ہے اور اگر حادثے کے سرزد نہ ہونے دینے کے لئے انسان کو اس معیار احتیاط سے کام لینا پڑے جو قانون کے مقررہ معیار سے زیادہ ہو تو اس کو حادثہ ناگزیر کہتے ہیں۔ بجز ان چند مخصوص اشکال کے جن میں محض مرتکب کی نیت مجرمانہ کی تحقیق کی جاتی ہے اور نیت مجرمانہ ہی سبب جرم سمجھی جاتی ہے حادثہ مستلزم سزا مدعی علیہ کی صفائی میں عذر معقول کے طور پر پیش ہو سکتا ہے اور ان مخصوص صورتوں کے سوا کسی دوسری صورت میں حادثہ مستلزم سزا کو بطور عذر پیش کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے برعکس دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کے قوانین کی رو سے ناگزیر حادثے کا بطور عذر پیش کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

یہ حال یہ قاعدہ بھی چند اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے مگر ان مستثنیات کا تعلق دیوانی کے قانون سے ہے۔ یہ ایسی صورتیں ہیں جن میں انسان خطرناک کام کو خطرناک جان کرتا ہے اس لئے قانون نے بھی اس کے افعال کے لئے خواہ وہ حادثے کی شکل ہی میں کیوں نہ واقع ہوں اس کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ ذیل میں ان مخصوص اشکال کا ذکر کیا جاتا ہے، صحرائی جانوروں کا یا لٹا آتش یا زہریلی صنعت اور آتش بازی کا چھوڑنا، منبع آب یا حوض کا تعمیر کرنا یا ایک شخص کا اپنی زمین پر کسی ایسے مادے کا جمع کرنا کہ اگر وہ اس کی زمین سے نکل جائے تو اس کے ہمسائے کی زمین کو نقصان پہنچے یا شارع عام پر کسی ایسی شے کا تعمیر کرنا جس کے متصل یا قریب آنے سے راہروں کو ضرر پہنچے ظاہر ہے کہ اس قسم کے افعال کی انجام رسانی سے مرتکب کا مقصد کسی شخص کو ضرر پہنچانا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ان میں سے کوئی فعل بذات خود جرم ہے لیکن اس کو

۱۔ فل بن بنام الیو اے ری ان کمپنی جلد ۲۵ صفحہ ۲۵۸۔

۲۔ بلیک بنام کرائسٹ چرچ فیناس کمپنی (۱۸۸۹ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۸۔

۳۔ رائی لینڈ بنام فلیچر لارپورٹس ہوس آف لارڈز جلد ۳ صفحہ ۳۳۳۔

۴۔ پکرڈ بنام اسمتھ کامن بینچ میو سریز جلد ۱۰ صفحہ ۴۷۰۔

اس امر کا بخوبی علم رہتا ہے کہ اس قسم کے امور بنفسہ خطرناک ہیں اور ان کی انجام رسانی سے دوسرے اشخاص کو ضرر پہنچنے کا قوی احتمال ہے لہذا جو ضرر اس قسم کے افعال کے ارتکاب سے پیدا ہوتا ہے اس کی ذمہ داری بھی خواہ وہ فعل بطور حادثہ ہی کیوں نہ سرزد ہوا ہو مرتکب پر عائد ہونی چاہیے۔

ایک مخصوص شکل میں حادثے کی بنا پر بھی مرتکب پر ذمہ داری عائد کی جاتی ہے۔ چونکہ اس شکل کا تعلق قدیم زمانے کی مخصوص تاریخ سے ہے لہذا اس ذمہ داری مطلق کی ابتدا کی طرف ناظرین کی توجہ کو منوط کرنا مناسب ہے۔ ہر ایک شخص اپنے مویشی کی مداخلت بجا کے واسطے اپنی ذات سے مطلقاً ذمہ دار ہے۔ مثلاً اگر میرا گھوڑا یا بیل میری زمین سے چھوٹ کر دوسرے شخص کی زمین پر چلا جائے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور شخص غیر کو میری غفلت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ ایک معقول قیاس قانونی پر مبنی ہے جس کی وجہ سے مدعی کو مدعی علیہ کی غفلت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ قیاس قانونی یہ ہے کہ مالک کی غفلت سے اُس کا جانور مداخلت بے جا کا مرتکب ہوتا ہے لیکن تاریخ کی رو سے یہ قاعدہ قدیم زمانے کے اصول مولیت کی ایک یادگار ہے۔ اُس زمانے میں اگر ایک شخص کی جائداد سے دوسرے شخص یا اس کی جائداد کو نقصان پہنچتا تو پہلے شخص پر اس کی جائداد کے فعل کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے چنانچہ قانون قدیم کے نظریے کی رو سے اگر میرے کسی مویشی سے مداخلت بجا کا ارتکاب ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور اس کا سبب مویشی کی حفاظت کرنے میں میری غفلت کرنا نہیں ہے بلکہ میرے مالک ہونے کی وجہ سے میرے حیوان حلوک کے فعل کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی جاتی ہے۔ اسی بنا پر قانون روم میں بھی غلام کے جرائم کی نسبت اُس کا مالک ہی ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ اس شکل کے مبداء کی تاریخ پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ یہ اصل میں ذمہ داری نیاسیہ (یا نیابتی ذمہ داری) کی شکل ہے۔ قدیم زمانے کے قانون اور اسمین انتقال لینے کا جو طریقہ رائج تھا اور اس کے سلسلے میں مرتکب پر جو ذمہ داری عائد کی جاتی یا اُس کو سزا دی جاتی تھی وہ افعال انسانی تک محدود

نہ تھا بلکہ بعض صورتوں میں مجرم کا اطلاق بے زبان حیوانات اور بے جان اشیاء پر بھی کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے قبل ایک دوسرے بحث میں ہم نے قانون موسوی کے ایک حکم کا ذکر کیا ہے کہ اگر کسی بیل کے سینک مارنے سے کوئی مرد یا عورت ہلاک ہو جائے تو اس بیل کا سنگسار کیا جانا لازم ہے اور انسان کے لئے اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔ قوانین افلاطون میں بھی لکھا ہے کہ اگر کسی باربرداری کے جانور یا کسی دوسرے جانور کی وجہ سے کسی انسان کی موت واقع ہو تو متوفی کا عزیز قریب حیوان قاتل کے مقابلے میں استغاثہ پیش کرے گا اور جو لوگ ملک میں محافظان امن کی خدمت انجام دیتے ہیں وہ اس استغاثہ کی تحقیقات کریں گے اور اگر حیوان ملزم کے خلاف الزام ثابت ہو جائے تو محافظان امن اس مجرم حیوان کو قتل کریں گے اور اس کی لاش سرحد ملک کے باہر پھینک دی جائیگی۔ ایسا ہی قوانین بادشاہ الفریڈ میں مرقوم ہے کہ جو لوگ لکڑہارے کا کام کرتے ہیں اگر کسی درخت کے کاٹنے میں ایک شخص کے ہاتھ سے دوسرا شخص بالارادہ قتل ہو جائے تو وہ درخت مقتول کے عزیز کو ملنا چاہیے قانون انگلستان کی رو سے بھی ۱۸۶۱ء تک وہ ہتھیار یا شے جس سے بطور حادثہ کسی شخص کی موت واقع ہوتی تھی مجرم وقابل نفیرین متصور ہوتا اور بحق بادشاہ ضبط کر لیا جاتا تھا۔ بہر حال ان قوانین کے ذریعے سے اس قاعدے کی بنیاد کا سراغ ملتا ہے جو ذمہ داری مطلق کی نسبت وضع ہوا ہے۔ ان قوانین کے لحاظ سے اگر ایک شخص کے مویشی یا اس کے غلام دوسرے کو ضرر پہنچاتے تو ضرر رسیدہ ان مویشیوں یا غلاموں سے اپنے ضرر کا انتقام لے سکتا تھا لیکن ضرر رسیدہ کو اس قسم کے مویشی یا غلاموں کو اپنے انتقام لینے کی غرض سے ہلاک کرنے کی جو اجازت تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا منشاء ان کے مالکوں کو سزا دینا تھا۔ بہر کیف جانوروں یا غلاموں کے مالکوں کی ذمہ داری نے

۱۵ اکسورڈس ۲۱-۲۸-

۱۶ قوانین افلاطون صفحہ ۸۷۳-

۱۷ قوانین آئین قدیمہ انگلستان مصنفہ تقارب جلد ۱ صفحہ ۷۱ دفعہ ۱۳-

۱۸ ۹ اور ۱۰ سنہ جلوس و کثوریہ باب ۶۲- بلیک اسٹن جلد ۱ صفحہ ۳۰۰-

الدوسرے تاریخ تین مدارج طے کئے ہیں۔ اس ذمہ داری کی پہلی منزل وہ تھی جس میں ضرر رسیدہ اس شخص کی اس جائیداد کو جس سے اس کو ضرر پہنچا ہو بغیر کسی شرط کے ضبط کر لیتا تھا اور مالک کو اپنی جائیداد اس کے حوالہ کر دینا پڑتا تھا اور اس طریقے سے ضرر رسیدہ اپنے ضرر کا انتقام لیتا تھا۔ اس کی دوسری منزل یا حالت وہ تھی جس میں مالک جائیداد کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی اس جائیداد کو جس سے کسی دوسرے کو ضرر پہنچا ہو ضرر رسیدہ کے حوالہ کر دے یا اس کا انفکاک کرے یعنی اس ضرر کا معاوضہ دیکر اس شخص کو ضرر رسیدہ سے واپس لے لے اور اسی حالت کو قانون روم کے ان نا نشان ضرر کی بنا سمجھنا چاہئے جو فعل حیوانات سے واقع ہوتا تھا اور انھیں کے لئے "نا نشان زیان ناجائز" (Acio un nonales) اس قانون میں نام تجویز ہوا تھا۔ اس کی تیسری منزل ترقی وہ ہے جس میں انفکاک جبری پر عمل کیا جاتا ہے یعنی مالک حیوان ضرر رسیدہ کو بلا چون و چرا تاوان یا ہرجہ ادا کرنا تھا۔

فصل ۹۹ ذمہ داری نیابہ

اب تک ہم نے صرف ذمہ داری کے شرائط ہی کو بیان کیا ہے اس لئے ان شرائط کے محل وقوع کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور محل وقوع ذمہ داری سے ہماری مراد وہ شخص ہے جس پر اس کے فعل ناجائز کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فعل ناجائز یا جرم کا ذمہ دار وہی شخص سمجھا جاتا ہے جس سے اس کا ارتکاب ہوتا ہے۔ پھر بھی از روئے قانون قدیم و جدید ایسی شکلیں بھی پیش آتی ہیں جن میں ایک شخص دوسرے شخص کے فعل کے لئے ذمہ دار تصور ہوتا ہے اور اس قسم کی ذمہ داری کو نیابتی ذمہ داری یا ذمہ داری نیابہ کہتے ہیں۔ چند مخصوص حالتوں کے سوائے زمانہ موجودہ میں فوجداری طرز کی ذمہ داری کبھی نیابتی ذمہ داری نہیں ہو سکتی ہے اور جن چند مخصوص صورتوں میں فوجداری قسم کی نیابتی ذمہ داری کا وجود پایا جاتا ہے وہ بھی نہایت خفیف اور ادنیٰ قسم کے جرائم ہیں۔ لیکن قدیم زمانے کے نظم قانونی میں

لے انسٹی ٹیوٹ جیٹین کتاب ۲ فصول ۹ و ۱۰۔

لے جبرہوم نام ڈولٹین کوئینز بیچ ڈورٹن جلد ۲ صفحہ ۳۶۔ پارکرینام آلڈرٹن کوئینز بیچ ڈورٹن جلد ۱ صفحہ ۲۰۔

نیا بتی ذمہ داری پر بہت زیادہ عمل ہوتا تھا اور اس کے خلاف اس زمانہ کی سلطنتوں اور ان کے نظم قانونی میں اس قسم کی ذمہ داری بہت ہی کم رائج ہے۔ بلکہ یہ ذمہ داری زمانہ حال کے خیالات معدلت کے مغائر بھی جاتی ہے۔ جس زمانے میں بنی نوع انسان کی وحشیوں کی سی حالت تھی اس زمانے میں ایک شخص کا اپنے قرابت داروں کے افعال کے لئے جوابدہ قرار پانا ایک معمولی بات تھی اور وہ ایک امر قدرتی خیال کیا جاتا تھا چنانچہ اسی بناء پر اس امر کے متعلق ایک صریح قاعدے کا وضع کرنا شریعت موسوی میں ضروری خیال کیا گیا اور وہ حسب ذیل ہے: "اولاد اپنے والدین کے گناہ (قصود) کے لئے اور والدین اپنی اولاد کی معصیت کے واسطے قتل نہیں کئے جائیں گے یا یوں کہئے کہ باپ کے گناہ کے لئے بیٹے کا قتل کیا جانا اور اگر بیٹا خطا کار ہو تو اسکی پاداش میں اس کے باپ کو ہلاک کرنا ناجائز ہے۔ ایسا ہی افلاطون نے بھی اس امر کی طرف توجہ کی ہے اور اسی اصول کو اس نے اپنے قوانین میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں سزائے جرم کو لوگ کفارہ جرم اور انتقام خیال کرتے تھے لیکن اس زمانے میں بہت ہی کم لوگوں کا یہ عقیدہ ہوگا۔ پرانے خیال کے مطابق مجرم کو جو سزا دی جاتی ہے اگر اس سے جرائم کا اسناد اور مجرمین کی اصلاح مقصود نہ ہو بلکہ سزا دینے کا منشاء صرف مجرم سے انتقام اور کفارہ لینا ہے تو مجرم کی رضامندی فی ذمہ داری جرم کا محل وقوع موقوف رکھا جاسکتا ہے یعنی مجرم خود سزا پانے کے عوض اپنی رضامندی سے کسی دوسرے شخص کو سزا پانے کے لئے اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ مجرم کی سزایابی کے سوا کسی اور شے سے مستغیث کے ضرر کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے اور نہ جرم کا الزام کیا جاسکتا ہے لیکن مجرم کے لئے سزا کا ہنگنا کیوں لازم کیا گیا ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص بحیثیت نائب اس کی جانب سے سزا بگتے تو کیا قباحت ہے بہر کیف یہ اس زمانہ کا خیال ہے جبکہ انسان کی حالت وحشیانہ تھی اور یہ خیالات

۱۶-۲۲-۱۶-۱۶

۱۶ قوانین افلاطون صفحہ ۸۵۶ - قدیم زمانہ کے قانون میں قرابتدار کے فعل کے متعلق جو اسکے عزیز پر نیا بتی ذمہ داری عائد کی جاتی تھی اسکے متعلق ملاحظہ ہو کتاب موسورہ ضعیف لاقصدادی و جبر صنفہ کی از صفحہ ۱۳ تا ۱۲ طبع چہارم۔

کشمیر قدرت سمجھے جاتے تھے اور انھیں کی وجہ سے قانون ملک میں تبدیلیاں پیدا کیجاتی تھیں۔ چنانچہ جس طرز کی ”النیات“ (دینیات) عوام میں رائج ہے اس سے خیال متذکرہ کا پتا چلتا ہے۔

زمانہ موجودہ کے دیوانی کے قانون کی رو سے نیا ہی ذمہ داری صرف دو صورتوں میں قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ پہلی شکل کے لحاظ سے مالک اپنے ملازم کے اس فعل کے لئے ذمہ دار ہے جس کی انجام رسانی کے واسطے وہ مامور کیا جاتا ہے اور اس مخصوص خدمت کے بجالانے میں یا اس فعل کے ارتکاب میں دوسرے جس قدر افعال ملازم سے سرزد ہوں ان سب کی ذمہ داری مالک پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کی دوسری شکل وہ ہے جس میں ایک شخص متوفی کے قائم مقام اس کے ان افعال کے لئے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں جن کو اس نے اپنی ذات سے اپنے زمانہ حیات میں انجام دیا ہو۔ ان دو اشکال کا ذیل میں بالاجمال ذکر کیا جاتا ہے۔

بعض اساتذہ کا خیال ہے کہ فعل ملازم کے لئے مالک کی ذمہ داری کی بناء وہ ذمہ داری ہے جس کی رو سے مالک اپنے غلام کے فعل کے لئے ذمہ دار سمجھا جاتا تھا اور تاریخ سے بھی اس دوسری قسم کی ذمہ داری کا پتا چلتا ہے بہر حال پہلی قسم کی ذمہ داری کا ماخذ دوسری قسم کی ذمہ داری ہے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ انگریزی قانون میں آجر (مالک) کی ذمہ داری کے متعلق جن اصولی مسئلے کا قیام ہوا ہے اس کی حال ہی میں ایجاد ہوئی ہے اس کی بناء ایک قیاس قانونی ہے اور وہ بتدریج قطعی قرار پایا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:- ایسے تمام افعال جو ایک ملازم سے اپنے آقا کے کاروبار کی انجام رسانی میں سرزد ہوتے ہیں ان کے متعلق تصور کیا جاتا ہے کہ اس کے مالک نے صراحتاً یا کنایتاً ان افعال کے کرنے کی اجازت دی ہے لہذا ایسے افعال حقیقت میں اس ملازم کے مالک کے افعال سمجھے جاتے ہیں اور ان کے واسطے اس کے مالک کا ذمہ دار قرار دیا جاتا جائز ہے۔ اس قیاس کے قطعی اور قانونی ہونے کا

۱۔ ملاحظہ ہو مضامین متعلقہ اصول قانون و تاریخ قانون مصنفہ سامند صفحات ۱۶۱ تا ۱۶۳۔ وگہور ذمہ داری افعال میں بڑا رٹ مضامین منتخب نسبت انگلو۔ امریکن تاریخ قانون جلد (۲) صفحات ۵۲۵ تا ۵۳۷۔
۲۔ بنیاد و ذمہ داری قانونی مولفہ اسٹریٹ جلد (۲) ابواب ۴۱ تا ۴۳۔

اثر یہ ہے کہ ملازم کے جس فعل کے خلاف مدعی ناش کر رہا ہے اس کی جوابدہی میں آجر یا مالک اس ملازم کا یہ عذر نہیں کر سکتا کہ میں نے اپنے ملازم کو فعل زیر بحث کے کرنے کا حکم نہیں دیا تھا یا یہ کہ میرے ملازم نے فعل زیر بحث کو میری صریح ممانعت کے باوجود کیا ہے۔ لہذا اس قیاس کی بنیاد پر مالک ہر حالت میں اپنے ملازم کے فعل کا ذمہ دار متصور ہوتا ہے۔ جس طرح اس سبیل کے قیاسات بتدریج قانون ملک سے مفقود ہو جاتے ہیں اور ان کے عوض قانون وضع کر دیا جاتا ہے اسی طرح اجازت مالک کے متعلق قطعی قیاس بھی مفقود ہو گیا اور اس کے بجائے ذمہ داری آجر کا اصول بشکل قانون وضع کر کے مستقل اور دائمی قرار دیا گیا ہے۔ قانون روما کا ایک یہ اصول ہے کہ جو شخص دوسرے کے ذریعے یا واسطے سے کوئی کام کرتا ہے گویا اس کو وہ بذات خود انجام دیتا ہے اور یہ کہنا کہ قانون انگلستان میں جو ذمہ داری آقا برائے فعل ملازم کا اصول پایا جاتا ہے اس کی بناء قانون روما کا بیان کردہ اصول ہے صحیح نہیں ہے بلکہ اس قول کو ایک تاریخی فساد سمجھنا چاہئے۔ قانون روما کا مقولہ مختصراً اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مالک کو جوابدہی کرنی چاہئے۔

نیا بتی ذمہ داری کے قائم کرنے اور اس کو جائز قرار دینے کے چند وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ اس قسم کی ذمہ داری کے متعلق ثبوت لینے میں عدالتوں کو سخت دشواریاں پیش آتی ہیں بلکہ بعض صورتوں میں صحیح طور پر مالک کی اجازت کا ثبوت کرنا تقریباً ناممکن ہے اس بنا پر ذمہ داری مالک کے متعلق قانون میں ایک قطعی قیاس کا قائم کرنا مناسب سمجھا گیا اور اجازت مالک ثابت کرنے کے لئے ملازم کو بہت کچھ آسانی اور سہولت دی گئی ہے حتیٰ کہ مالک کی زبان سے اجازت کے متعلق کسی لفظ کا نکل جانا یا اس امر کو مالک کا اشارہ اور کنا تیا گنا ثبوت کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے اور اس بنا پر عدالتیں ملازم کو حکم مالک کی تعمیل کے لئے مجبور اور معذور تصور کرتی ہیں نیز خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے حکم اور اجازت کی وجہ سے ملازم نے فعل زیر بحث کے متعلق اس معیار احتیاط یا دیانت پر عمل نہیں کیا جو احتیاط اور دیانت کی نسبت قانون میں مقرر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اجازت مالک کے متعلق ثبوت کی اجازت دی جائے تو قانون کو ملازم کے لئے احتیاط اور دیانت سے عمل کرنے کے لئے ایک مخصوص معیار قائم کرنا پڑے گا جو

زحمت سے خالی نہیں ہے اور ایسے معیار پر عمل کرنا فطرت انسانی کے بھی خلاف ہے لہذا ان دشواریوں پر نظر کرتے اجازت مالک کی تائید یا خلاف میں ثبوت پیش کرنا یکا طریقہ رائج نہیں ہے۔

ثانیاً یہ کہ مالک عموماً ممتول اور ملازم اکثر مفلس ہوتا ہے۔ ادائے تاوان یا ہرجہ کی ذمہ داری کا تعلق فوجداری کے قانون سے نہیں بلکہ دیوانی کے قانون سے ہے اس لئے ایک شخص کا دوسرے کے فعل کے لئے ذمہ دار قرار دینا خلاف انصاف نہیں ہو سکتا۔ یہ امر بھی قرین معذرت ہے کہ اگر ایک شخص اپنے متول کی وجہ سے دوسرے کے کم استطاعت شخص سے کام لیتا ہے تو اس کے افعال کا بار بھی پہلے شخص کے متول پر پڑنا چاہئے علاوہ برائیں مفلس کے مقابلے میں ضرر رسیدہ کی داد دینی نہیں سکتی اس لئے جب آقا اپنے امور کو اپنے ملازمین یا نائبین کے تفویض کرتا ہے تو ہرجہ اس کے ملازمین وغیرہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے اس کی تلافی کرنا بھی اسی کا فرض ہے۔ یہ دنیا کا اصول ہے کہ ایک شخص سے جس قدر ضرر دوسرے شخص کو پہنچتا ہے اس ضرر کی مناسبت سے وہ ضرر رسیدہ اپنے تاوان پانے کا طالب ہوتا ہے اس لئے اگر ملازم کو اس فعل کے لئے جو اس کے آقا کے کاروبار میں اس سے سہرا دہوا ہے ذمہ دار قرار دیا جائے تو اس کی کم استطاعت کی وجہ سے تاوان اور ضرر میں جو مناسبت ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی اسی بنا پر دیوانی طرز کی عدل گستری میں مالک کو اپنے اختیارات اور فرائض کا اپنے ملازم یا نائب کو تفویض کرنا اس امر پر مشروط کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملازم کے افعال کے لئے جوابدہ اور ذمہ دار رہے گا۔

نیا بتی ذمہ داری کی دوسری شکل وہ ہے جس میں متوفی اشخاص کے قائم مقامان زندہ اپنے مورثین کے ان افعال کے لئے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں جن کو ان لوگوں نے اپنی حیات میں انجام دیا ہو۔ اس کے پہلے دیوانی اور فوجداری طرز کی دو ذمہ داریوں کا ذکر آچکا ہے اور ناظرین ان ذمہ داریوں کے فرق سے بھی واقف ہو چکے ہیں لہذا اس مقام پر فوجداری طرز کی ذمہ داری کے متعلق زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ فوجداری ذمہ داری کا تعلق عموماً مجرم کی ذات سے ہے اور اس کا بار اس پر ڈالا جاتا ہے لہذا مجرم کے مرجعہ سے اس کی

ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے لیکن تاوان یا ہرجہ پانے کی دادرسی کی یہ کیفیت نہیں ہے
 اور دادرسی تاوان کا مسئلہ بھی دشواری سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس دوسری قسم کی
 ذمہ داری کے متعلق منرا اور ہرجہ کے دو متضاد اصول ہیں تصادم واقع ہوتا ہے اور ان
 دونوں اصول کے لحاظ سے جن ضرورتوں کی تکمیل کی جاتی ہے وہ ایک دوسرے کی
 ضد واقع ہوتی ہیں۔ منرا وہی کا اصول اس امر کا مقتضی ہے کہ مجرم کی حیات کے
 اختتام کے ساتھ اس کی ذمہ داری کا ختم ہو جانا لازم ہے لیکن برعکس اس کے جس اصول کی
 بناء پر ضرر رسیدہ کو تاوان دلایا جاتا ہے اس کا منشاء مرکب فعل کے مرنے کے بعد بھی اس کی
 ذمہ داری کو قائم و بحال رکھتا ہے۔ انگلستان کے قدیم قانون غیر موضوعہ کی رو سے عدالتیں
 ان میں کے پہلے اصول پر عمل کرتی تھیں اور اس زمانے کا یہ قانونی بقولہ تھا کہ حق خلاف شخص
 اس شخص کے مرجانے سے ساقط ہوتا ہے جس کے خلاف وہ کسی دوسرے شخص کو حاصل
 ہوا ہو۔ چونکہ شخص کے مرجانے کے بعد اس کو منرا نہیں دیا جاسکتی اس لئے خیال کیا جاتا
 تھا کہ جو شخص دادرسی تاوان کا طالب ہے اس کو اپنی نالیش ضرر رساں کے عین حیات
 پیش کرنی چاہئے کیونکہ دادرسی تاوان بھی اصل میں منرا کا ایک ذریعہ ہے اور تاوان لانے
 سے عدالت کا منشاء مدعی علیہ کو ایک قسم کی منرا دینا ہے۔ لیکن اس زمانے کے لوگوں کا
 خیال رائے متذکرہ کے خلاف ہے اور انگلستان میں مختلف قوانین وضع کر کے حکومت
 نے اس پرانے قاعدے میں بہت کچھ رد و بدل کیا ہے۔ اگرچہ اب بھی تاوان کے متعلق
 مدعی علیہ کی ذمہ داری کی بناء ضرورت منرا سمجھی جاتی ہے لیکن اس کی ذمہ داری کا اس کے
 مرنے کے بعد بھی جاری رہنا محض تاوان یا بی کی ضرورتوں پر مبنی ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ
 تاوان کی ذمہ داری قائم ہو جاتی ہے تو وہ ضرر رسیدہ کے لئے ایک قیمتی حق قرار پاتا ہے
 ہے اور اگر ضرر رساں کے مرجانے سے یہ حق ساقط ہو جائے تو ضرر رسیدہ اپنے حق کی
 قیمت پانے سے محروم ہو جاتا ہے لہذا حکومت کا فرض ہے کہ رعایا کے اس قسم کے
 حقوق کی کامل طور پر حفاظت کرے اور ان حقوق پر ایسے حادثہ کا اثر نہ پڑنے دے
 جیسا کہ ضرر رسائی کی موت ہے۔ بہر حال ہرجہ پانے کا حق ایک حق خلاف شخص ہے
 جس طرح کسی دائن کو اپنے دیون سے اپنی رقم قرضہ کے وصول پانے کا حق حاصل ہے
 اسی طرح اس ضرر رسیدہ کو جس پر کسی شخص نے حملہ مچرانہ کیا ہو یا جس کا کسی شخص نے

ازالہ حیثیت عرفی کیا ہو ان جرائم کے مرتکبین سے تاوان یا ہرجہ وصول پانے کا حق حاصل ہے۔ لہذا دائن اور ضرر رسیدہ کے حقوق میں فرق کرنا درست نہیں ہے بلکہ دونوں کے ایک ہی قسم کے حقوق ہیں۔

اس کے متعلق اور ایک دلیل پیش کی جاتی ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد سزا نہیں دیجا سکتی ہے۔ بظاہر لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ سزا مجرم کو اس کی زندگی میں دی جاتی ہے اور اس لئے سزا کا دینا موثر سمجھا جاتا ہے لیکن اصل میں ایسا نہیں ہے سزا پانے سے مجرم اپنے افعال سے باز نہیں آتا بلکہ سزا کی دہشت اس کو ارتکاب جرم سے باز رکھتی ہے۔ انسان کو اس سزا سے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی وجہ سے اس کی اولاد و احفاد کو دی جانے والی ہے قدرتنا زیادہ خوف ہوتا ہے بہ نسبت اس سزا کے جس کو وہ اپنی زندگی میں خود بھگتنے والا ہے اور جیسا کہ متوفی کے افعال کے لئے اس کے قائم مقاموں کی سزا کا خیال بظاہر ایک قسم کی خوف دلانے والی بات ہے۔ اس طرح اس قسم کے جرائم کے لئے قانون میں جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ بظاہر ایک قسم کی نا انصافی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس قسم کی سزا سے میت کے قائم مقاموں اور ورثاء کے حق میں کسی قسم کی نا انصافی نہیں ہو سکتی کیونکہ رقم ہرجہ متوفی کے متروکہ سے وصول کی جاتی ہے۔ جس طرح متوفی کا متروکہ متوفی کے قرضوں وغیرہ کے ادا کرنے کے لئے ذمہ دار ہے۔ حق وراثت سے مراد متوفی کے ورثاء کا متوفی کی تاوان ادا کرنے کے لئے ذمہ دار ہے۔ حق وراثت سے مراد متوفی کے ورثاء کا متوفی کی اس جائداد کو پانا ہے جو اس کے مرنے کے بعد باقی رہ جاتی ہے اور جس طرح متوفی کے قرضوں وغیرہ کو اس جائداد سے ادا کرنے کے بغیر ورثاء متروکہ نہیں پاسکتے ہیں اسی طرح متوفی کے ذمے جو رقم ہرجہ واجب الادا ہوتی ہے اس کو اس متروکہ سے ادا کر نیلے وہ ورثاء ذمہ دار ہیں۔

اس مقولے کا کہ حق خلاف شخص (یا حق بمقابلہ شخص) حقدار کے مرنے کے ساتھ ساقط ہو جاتا ہے ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور تصفیہ مقدمات میں ایک دوسرے طریقے سے اس کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن جس طرح اس مقولے کے پہلے مفہوم کی تائید کرنا دشوار اور

غیر صحیح ہے اسی طرح اسکادو سلاطینہ اطلاق بھی صحیح اور جائز نہیں ہے اور نہ اس کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی رو سے دادرسی تاوان کا حق نہ صرف مجرم کے مر جانے سے ساقط ہوتا تھا بلکہ مستغیث یا ضرر رسیدہ کی وفات سے بھی ایسا حق رائل ہو جاتا تھا لیکن اس قاعدے میں بھی قانون موضوعہ کے ذریعے کسی قدر ترمیم کی گئی ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جب معمولی جرائم کیلئے مجرمین کو سزا دینا جائز ہے تو مستغیث یا ضرر رسیدہ کے مر جانے سے مجرم کی ذمہ داری کیونکر رائل ہو سکتی ہے بلکہ مقتضائے انصاف یہ ہے کہ تاوان پانے کا جو حق ضرر رسیدہ کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کے مر جانے سے اس کی اولاد و اخاد یا قایم مقاموں پر منتقل ہونا چاہئے۔

فصل نمبر ۱۵۔ فوجداری طرز کی ذمہ داری کا معیار

اب تک ہم نے تعزیری ذمہ داری کے شرائط اور اس کے محل وقوع کو بیان کیا ہے اور اس فصل میں ہمارا مقصد اس ذمہ داری کے معیار کے متعلق بحث کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جرائم اور افعال ناجائز یعنی دیوانی اور فوجداری طرز کے افعال ناجائز میں جو فرق ہے اس کی بھی ہم بحث کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اصول جن پر ان دونوں قسم کی ذمہ داری مبنی ہے مختلف اور متضاد ہیں۔

سزا دینے کی سب سے اہم غرض انسداد جرائم ہے۔ ہم اپنی اس تحقیق میں اسی ایک غرض کو ملحوظ رکھینگے اور اس طرح بحث و تفتیش کرتے ہوئے جن نتائج پر ہم پہنچینگے ان میں کہیں کہیں حسب ضرورت تبدیلی بھی کرنی ہوگی کیونکہ سزا دہست ہم کو اپنی تحقیق کو آسان اور دلچسپ بنانے کی نیت سے سزا دینے کے ان اغراض کو جو ذیلی اور ضمنی ہے اور جن کی اس قدر اہمیت نہیں ہے جتنی کہ انسداد جرائم کی ہے نظر انداز کرنا پڑے گا۔

اگر تمام انسانوں کی عقل کامل ہوتی اور تمام انسان اپنے افعال کے نتائج کا قبل ارتکاب اسی خوبی اور دانائی سے اندازہ لگا سکتے جیسا کہ ایک ذی شعور اور دقیقہ شناس آدمی کر سکتا ہے تو معیار و تعزیر کا مسئلہ پیدا نہ ہوتا بلکہ سلطنتیں ڈریکین جیسے مقنن کے اس سلیس اور شدید میعاد تعزیر نہایت آسانی سے عمل کرتیں جو اٹھینیا کے مجرمین کی سزایابی کی غرض سے قرار دیا گیا تھا اور دنیا کے تمام مجرمین کے لئے یہی معیار بخوبی موثر ہوتا اور ان کے حق میں اعلیٰ درجہ کا انصاف سمجھا جاتا۔ اگر تمام انسانوں کی

عقل درجہ کمال کو پہنچ گئی ہوتی تو حکیم زینوں کے تناقض ہو موم اور معے پر کرتا مجرم کی بہ لحاظ
 عدم جواز و خطا کاری ایک نوعیت اور اہمیت ہے سلاحتوں کا سزا دینے کے متعلق عمل کرنا ممکن تھا
 اور اگر انسان اس جاوہ اعتدال سے جو منجانب قانون مقرر کر دیا جاتا ذرا بھی کبھی اختیار کرتا تو اس کے
 لئے سزا کا تجویز کیا جانا نہایت آسان تھا بالفاظ دیگر اگر اس امر کا یقین ہوتا کہ سخت اور شدید قسم کی
 سزا دینے سے جرائم کا انسداد ممکن ہے تو سب سے عمدہ قانون وہی سمجھا جاتا جس کے ذریعہ سے بلا لحاظ
 حالات ملک سخت سے سخت سزا مجرم کے لئے تجویز کی جاتی اور موثر طور پر ملک سے جرائم کا استیصال
 ہوتا۔ اگر انسان کی فطرت اس طرح سے واقع ہوتی کہ کسی خفیف سے خفیف جرم کے لئے شدید سے
 شدید سزا دینے سے انسان ارتکاب جرم سے باز رکھا جاسکتا تو سنگین اور خفیف دونوں قسم کے
 جرائم کے لئے ایک ہی قسم کی نہایت سخت سزا کا تجویز کرنا موثر اور جائز ہو سکتا انسانی جرأت اور
 تمور کے مختلف مدارج ہیں بعض انسان فطرتاً دوسرے سے زیادہ دلیر اور بعض دوسرے سے زیادہ بزدل
 ہوتا ہے اگر سب انسانوں کی ایک ہی فطرت ہوتی اور وہ سب بزدل ہی ہوتے تو انسداد جرائم
 کے لئے ایک ہی قسم کی سزا کا خوف کافی تھا مثلاً انسان کو زندہ جلانے کی سزا کی دہشت سے کسی
 مجرم کو ارتکاب جرم کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ انسانی طبائع مختلف ہیں یا ایک
 شخص نہایت آسانی سے اپنے جذبات کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا شخص انجام میں اور نکتہ رس ہوتا
 ہے۔ بعض لوگوں کو بغیر سوچے سمجھے کام کرنے کی عادت ہوتی ہے اور بعض تدبیر اور تفکر کے بغیر
 کسی امر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لہذا ایسی معاشرت انسانی میں جس کے ارکان کے عادات و اطوار
 جذبات و خیالات میں اتنا اختلاف ہو شدید قسم کی سزا اور سخت تعزیر سے جرائم کا انسداد نہیں ہو سکتا
 بلکہ ان میں ایک گونہ کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کے قانون تعزیری کی خوبی کو جائزہ منظر ہو تو
 اس امر کا اندازہ لگانا چاہئے کہ مجرموں کو سزا دینے سے تعین سزائے جرائم سے کس قدر جرائم کا انسداد
 ہوا اور کس حد تک اس ذریعے سے ان کا انسداد نہ ہو سکا اور تعین تعزیرات قانون کا منشاء مجرمین
 کے دلوں میں جو خوف پیدا کرنے کا تھا وہ حال ہوا کہ نہیں؟ اگر سزا و تنبیہ وغیرہ سے اس ملک میں
 جرائم کا انسداد ہوا اور اس کے ذریعے سے جو فائدہ ملک کو پہونچا وہ اس نقصان سے زیادہ ہو جو
 مجرمین پر تخویف قانون کا اثر نہ ہونے سے انھوں نے ارتکاب جرم کی شکل میں ملک کو پہونچایا
 تو سمجھنا چاہئے کہ اس ملک کا قانون کمال اور عمدہ ہے بہر حال قانون کا مفید اور مضر ہونا اس امر پر
 موقوف ہے کہ اس کے ذریعے سے ایک حد تک جرائم کا انسداد ہو کر ملک کو زیادہ فائدہ پہونچتا ہے

یا اس کے ذریعے سے جرایم کا انسداد بخوبی نہ ہونے کی وجہ سے ملک کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے اگر تعزیری ذمہ داری کے معیار کے متعلق کسی قاعدے یا قانون کا بنا نامنظور ہو تو اس کو اس طرح وضع کرنا چاہئے جس کے ذریعے سے فائدہ متذکرہ صدر زیادہ مقدار میں حاصل ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا فائدہ سزا کی سختی اور شدت پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً نہایت خفیف درجے کے سرقت کیلئے سزائے قید کے بجائے سزائے موت کی تجویز کرنے سے بیشک ملک میں اس قسم کی چوریوں کا کثرت سے واقع نہ ہونا ممکن ہے لیکن اس طریقے کے اختیار کرنے میں نہ صرف اہل ملک کے حق میں حد درجے کی سختی ہوتی ہے بلکہ ان صورتوں میں جن میں اس قسم کی سخت سزائوں سے مجرمین متاثر نہیں ہو سکتے ہیں قانون کی کسی دوسرے زیادہ موثر طریقے سے کام لینے کا موقع باقی نہیں رہتا بلکہ قانون کا دشمنی کے اصول پر بند ہونا ضروری ہے (ہر سزائے جرم کی مقدار متعین کرتے ہیں) اس جرم کے تین اجزاء کے ترکیبی یا عناصر کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور وہ اجزاء حسب ذیل ہیں (۱) تحریکات جن کی بنا پر قتل سے جرم کا ارتکاب ہوتا ہے (۲) مقدار جرم یعنی جرم کی سنگینی وغیرہ اور (۳) نضلت یا سیرت مجرم۔ ۱۔ تحریک جرم۔ انسان کی عام عادتوں اور دنیا کے معمولی حالات کے لحاظ سے سزا دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر ارتکاب جرم کی نسبت مجرم کو تحریص و ترغیب ہو اس قدر زیادہ سزا اس کو ملنی چاہئے۔ تعزیری ذمہ داری کے ابتدائی اصول پر اس قاعدے کی بنیاد ہے اور انہیں اصول سے اسکا استخراج کیا گیا ہے جن قدرتی تحریکات کی بنا پر انسان کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے اسکا انسداد اس کے لئے حکومت کو چند متضاد اور مصنوعی تحریکات قرار دیکر کام لینا پڑتا ہے اور ان غیر قدرتی تحریکات کے ذریعے سے حکومت جرائم کا انسداد کرنے میں کامیاب ہوتی ہے اور یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جس قدر قدرتی تحریکات قوی اور موثر ہوں ان کے استیصال کیلئے اس قدر زیادہ حکومت کو انسدادی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ مجرم اپنے فائدے اور اپنے جذبات کی واسطے ہر ایک ممکن تشدد اور قوت سے کام لیتا ہے لہذا اسکی قوت تشدد اور خشکس جذبات کی مناسبت سے انسدادی تدابیر کو موثر بنانا چاہئے لیکن یہ اصول بھی بعض ایسی مستثنیات سے خالی نہیں ہے جس کا ہر کوئی کچھ آگے چلنے کے بعد پتا چلیگا۔ اس کے برعکس کثرت سے ایسی مثالیں ہم پہنچ گئیں جن میں قانون نے مجرم کے انتہائی درجے کی تحریص و ترغیب جرم کو سزا کی زیادتی نہیں بلکہ کمی کا باعث قرار دیا ہے۔

۲۔ سنگینی جرم۔ فطرت انسانی اور دنیا کے معمولی حالات کے لحاظ سے سزا دینے کا یہ اصول ہونا چاہئے تھا کہ جس قدر جرم سنگینی یا عظیم ہوتا اسی قدر اس کی سزا بھی سنگین و سخت ہوتی یعنی جرم کے نتائج اور اثرات

کی مناسبت سے سزا کا تجویز کیا جانا لازم تھا لیکن جو عمل قانون میں کیا جاتا ہے وہ اس کے خلاف ہے بظاہر اس خیال کا سزا کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ لوگ قیاس کرتے ہیں کہ اگر کتاب جرم سے مجرم کو جو نفع حاصل ہوتا ہے محض اس کو اس کی سزا کا معیار قرار دینا چاہئے اور ان نقصانات کا لحاظ نہ کرنا چاہئے جو اس جرم کے ہاتھوں دوسروں کو پہنچتے ہیں چنانچہ اس خیال کے بموجب یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر تحریک کے لحاظ سے دو جرم مساوی یعنی ایک درجے کے سنگین ہوں تو ان کی سزا بھی مساوی درجے کی ہونی چاہئے حالانکہ از روئے حقیقت دونوں میں سے ایک جرم بہ لحاظ نتیجہ زیادہ مضرت بخش کیوں نہ ہو لیکن حقیقت حال اس قیاس کے خلاف ہے اور اس کے دو سبب ہیں۔

(الف) جس جرم کا نتیجہ بقدر مضر ہے اوستقدیر اس کی سزا کا سنگین ہونا لازم ہے اور اس مناسبت سے جو فائدہ حکومت کے پیش نظر رہتا ہے وہ محض اس جرم کے اسناد کی توقع ہے۔ ”سزا“ دینا بذات خود ایک ظالمانہ فعل ہے اور انسان طبعا اس کو برا سمجھتا ہے لیکن سزا کے ذریعے سے جرایم کا جو اسناد کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے جو نفع کا فائدہ نام کو پہنچتا ہے اس سے کسی شخص کو انکار نہیں ہے اس بنا پر سزا کی برائی اور اسناد جرم کی بھلائی میں ایک قسم کی مناسبت قرار دی گئی ہے۔ سزا دینے کے متعلق جو قانون بتاتا ہے اس میں اس مناسبت کو ملحوظ رکھنا واضعاً قانون کا فرض ہے اگر اس نقصان میں جو کسی جرم کے ذریعے سے ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے زیادتی ہو تو اس نسبت میں جو سزا کی برائی اور اسناد جرم کی بھلائی میں قائم ہوتی ہے کمی واقع ہوتی ہے اور جب تک اس نسبت کے لحاظ سے ایسے جرم کی سزا میں زیادتی نہ کی جائے میزان عدل کا وہ پلہ جس میں اسناد جرم کی بھلائی تولی جاتی ہے سزا کی برائی کے پلے سے وزن بھاری نہیں ہو سکتا اسی بنا پر کسی مساوی درجے کے دو جرموں کی سزائوں میں نتیجہ جرم کے لحاظ سے سزائیں کمی بیشی کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم سرقے اور قتل انسان مستلزم سزا کو بلحاظ تحریک ایک ہی قسم کے جرایم مان بھی لیں تو دوسرے جرم کے لئے سنگین سزا (سزائے موت) کا تجویز کرنا زیادہ مفید و موثر ہو سکتا ہے اس کے برعکس اگر پہلے جرم کی سزا استقدر سنگین مقرر کی جائے تو بنی نوع انسان کو فائدے کے عوض سخت نقصان پہنچ گیا ظاہر ہے کہ پہلا جرم نہایت خفیف ہے اور اس کا اسناد نہایت سخت سزا کے ذریعے سے کرنا قوم کو ناقابل برداشت نقصان پہنچانا ہے۔

(ب) بعض جرایم ایسے ہیں کہ ان کے نتائج کی سختی اور مقدار کے لحاظ سے مجرم ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس جرم کا نتیجہ کم مضرت بخش ہو اس کو زیادہ مضرت بخش جرم پر ترجیح دے اور اس بنا پر قانون میں بھی خفیف جرم کی خفیف اور سنگین جرم کی سنگین سزا مقرر

کی گئی ہے لہذا جرم کی سختی کے لحاظ سے اس کی سزائیں بھی تبدیلی کا واقع ہونا لازمی ہے۔ اگر نقب زنی (دقت شب) اور قتل عمد کی ایک ہی سزا ہو تو پہلے جرم کا مرتکب اپنی فطرت سے مجبور ہو کر پہلے جرم کے عوض دوسرے جرم کا ارتکاب پر آمادہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر جرم مکمل اور اس کے اقدام کی ایک ہی سزا ہو تو مرتکب کو اس امر کی حسرت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی کہ جب پوری سزا بھگتنی تھی تو کاش جرم کی بھی تکمیل ہو جاتی!۔

۳۔ "خصلت مجرم" مجرم کے عادات و اطوار حسبہ برے ہوں اس قدر اس کی سزائیں اضافہ ہونا چاہئے۔ انسان کی خصلت بد کے دو اسباب ہیں۔

(۱) ارتکاب جرائم کی طرف انسان کا فطرتاً مائل ہونا یعنی تحریکات جرائم سے اس کا مطلوب

ہو جانا اور۔

(۲) انسان کی طبیعت کا اس طرح کمزور واقع ہونا کہ اپنی خواہشات نفسانی سے متاثر ہو کر قانون ملک کی نافرمانی اور انتظام سلطنت سے سرکشی پر آمادہ ہو کر اپنی روش کو خلاف قانون بنانا۔ ایک شخص دوسرے سے زیادہ بد ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے شخص کی طبیعت میں دوسرے کی نسبت غیظ و غضب اور حرص و خصوصیت کے مادے کی زیادتی ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ پہلا شخص بنی نوع انسان کو مضرت پہونچانے پر فطرتاً مائل رہتا ہے۔ اسی مضمون کو ایک دوسرے طرز سے بھی بیان کر سکتے ہیں۔ اگر انسان کی طبیعت میں جذبات اور خواہشات نفسانی کا خلقتاً اعتدال نہ ہو تو اسکی خصلت نیک نہیں رہ سکتی بلکہ قدرتا اس سے خصلت بد کا اظہار ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ سنگین جرائم کے اسباب ارتکاب وقوع پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ بہت کلمہ ایسے لوگ ہیں جن کو قانون شکنی کا خوف ارتکاب جرم سے باز رکھتا ہے اور اس کے برعکس ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس خوف کے علاوہ دوسرے اسباب کی بنا پر قانون کی خلاف ورزی اور جرائم کے ارتکاب سے احتراز کرتے ہیں چنانچہ بہرہ رومی اور مہرشفقت کے جذبات جو قدرتا ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اس کو اپنی جنس کو مضرت پہونچانے سے باز رکھتے ہیں ایسا ہی انسان کے قلب پر مذہبی اعتقادات اخوت باہمی غیرت اور اپنے کو عزیز و مکرم قرار دلوانے کے خیال کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ قانون کے ذریعے سے جو خوف اور دہشت انسان کو دلائی جاتی ہے وہ اس قدر موثر نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کی طبیعت میں اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کا مادہ زیادہ ہو تو اسکی خصلت نیک اور اگر اس کے مزاج میں جذبات بد اور خواہشات نفسانی کی زیادتی ہو تو اسکی خصلت بد ہوتی ہے۔ بہر حال نیک اوصاف و نیک جذبات کی تائید یا کمی کی وجہ سے انسان کے عادات و اطوار

بد ہوتے ہیں اور وہ مخرب الاخلاق سمجھا جاتا ہے۔

فقہ بالائیں خصلت بد کے دو وجوہ بیان کئے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک وجہ کی بناء پر اس مجرم کی سزا میں جس کی خصلت بد ہو سختی اور زیادتی ہونی چاہئے فوجداری قانون کا مقصد تعزیر کے ذریعے سے تہذیب و شائستگی کا قائم کرنا ہے اس لئے اگر کوئی شخص اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے اور اس شخص کو ترغیب کا جس کی بناء پر دوسرے انسانوں کو ارتکاب جرم کا شوق پیدا ہوتا ہے اس پر غیر معمولی اثر پڑتا ہو تو قانون میں بھی ایسے مجرم کی دو چند سختی کے ساتھ سزا کا مقرر کیا جانا ضروری ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس تادیب کا رائج ہونا نامکن ہے جس کو سلطنت فوجداری قانون کے ذریعے سے قائم کرنا چاہتی ہے جو اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور ان کے قلوب ان تمام قدرتی اثرات کے قبول کرنے کے قابل نہیں جن کی وجہ سے وہ شایستہ انسان کہلائے جاسکتے تو ان کے لئے تادیب تعزیری کے برقرار رکھنے کی غرض سے قانون میں ایسی سخت اور غیر معمولی سزائیں مقرر کی جاتی ہیں جن کا معمولی طبایع کے مجرمین کو دینا مناسب نہیں خیال کیا جاتا ہے۔

اگرچہ ہر ایک جرم کے لئے ایک سزا ہے اور معمولی حالات میں مجرم کو وہی سزائے معینہ دیکھائی دیتی ہے لیکن اگر مقدمے کے واقعات سے اس امر کا اظہار ہو کہ مجرم بے حس اور بے حمیت ہے تو سزائے معینہ سے زیادہ سزا پانے کا وہ مستوجب ہو جاتا ہے منجملہ ان اسباب کے جن کی بناء پر سزائیں اضافہ کیا جاتا ہے سب سے اہم اور مقدمہ سبب لازم کا بار بار جزا قسم کا ارتکاب کرنا ہے چنانچہ اس بنا پر سزایافتہ ملزمین کو جرم کی معمولی اور معینہ سزا سے زیادہ سزا دی جاتی ہے لہذا یہ مقولہ صحیح ہے کہ قانون ان لوگوں کے لئے جو طبعاً مجرم ہیں ان کے جرم کی مقدار اور سختی سے زیادہ سزا تجویز کرتا ہے اور قانون میں ایسے لوگوں کے مقابلے میں اس مفاد کا مطلق کٹا نہیں کیا جاتا جو جرم کے ذریعے سے ان کو پہنچتا ہے۔ ایسی سزائیں جو معمولی طبیعت کے مجرموں کے لئے تجویز کی جاتی ہیں وہ ان مجرموں کے واسطے نا کافی اور ناموزوں سمجھی جاتی ہیں جن کی فطرت غیر معمولی بد ہوتی ہے اور جن کے اخلاق و جذبات جادہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسری شکل جس میں اس اصول پر عمل کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب اس نقصان میں جو جرم کے ذریعے سے ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے اور اس مفاد میں جو وجہ ارتکاب جرم، لازم کو حال ہوتا ہے کوئی مناسبت نہیں ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کا بلا وجہ اور محض خباثت نفس کی بناء پر دوسرے کو قتل کرنا یا اس غرض سے قتل کرنا کہ مقتول کی جائیداد اس سے چور و حواہر اس کے جسم پر ہوتا ہے تو ایسا کہ قزاق مسافروں کے ساتھ

پیش آتے ہیں اس کے عکس اس شخص کی حالت ہے جو غیض و غضب اور جذبات سے متاثر ہو کر قتل انسان کا مرتکب ہوا ہے اس میں شک نہیں کہ پہلی مثال میں جس قسم کے قاتل کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت بیدار اور بے حس مجرم ہے اور ایسا شخص خارج از انسانیت سمجھا جاتا ہے جس طرح اس قسم کے مجرمین غیر معمولی انسان ہوتے ہیں اسی طرح جو سزائیں کہ ان کو دی جاتی ہیں۔ ان کا بھی غیر معمولی ہونا لازمی ہے۔ تیسری قسم میں ایسے جرائم داخل ہیں جن کی وجہ سے مجرم کی دنیاوی طبیعت کا پتہ چلتا ہے اور وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ خیانت نفس اور ارتکاب جرم کا شوق اس کی قدرتی محبت و شفقت پر غالب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص کا اپنے باپ کو قتل کرنا۔ اگرچہ بلحاظ نوعیت اس جرم میں اور معمولی قتل انسان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن پہلی حالت میں بیٹے کا جرم خلاف فطرت انسانی ثابت ہوتا ہے اور تحریک جرم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی کہ بیٹے کی طبیعت فطرتی اور معینہ معیار انسانیت سے کھٹی ہوئی واقع ہوئی ہے لہذا ہر ایک زمانے میں دنیا نے ایسے قاتلوں کو زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بعض اقوام کے قوانین میں اس قسم کے مجرمین کو اس سزا سے کہیں زیادہ سزائیں دی گئی ہیں جو جرم قتل انسان کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ رابعاً یہ کہ اسی اصول کی بناء پر ان جرائم کے لئے جن کا مجرمین ارادۃ ارتکاب کرتے ہیں زیادہ سنگین سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور جو جرائم غفلت کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں ان میں اس قدر سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

ایک دوسری وجہ جو چندان اہم نہیں ہے اور جس کی بناء پر بوقت تجویز مجرم کی خصلت پر ملاحظہ کر کے اس کی سزائیں اضافہ کیا جاتا ہے ملزم میں غیرت و حیثیت کی کمی ہے یہی حیثیت کے ساتھ سزائیں اضافہ کا ہونا لازمی ہے کیونکہ مجرم جس قدر بے حیثیت ہوتا ہے اسی قدر سزائیں بھگتنے میں اسے شرم نہیں آتی اس لئے بے غیرت مجرم کو شدید اور سنگین سزائیں ملنی چاہئیں اور ان سزائوں کی تکلیف سے ان میں غیرت کا مادہ پیدا ہو سکے۔ بعض مجرمین نہ صرف از روئے اخلاق بے حیثیت ہوتے ہیں بلکہ ان میں جسمانی بے حیائی اور بے غیرتی بھی پائی جاتی ہے جس سنگینی اور بے حسی کے ساتھ وہ دوسروں کی جان شیریں تلف کرتے ہیں اسی بے حسی اور بے پروائی سے خنداں اور فرحانہ وہ خود سزا سے موت کو برداشت کر لیتے ہیں جن لوگوں کے جذبات حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں اور جن کو قدرت نے معمولی اور معینہ اوصاف انسانیت سے متصف کیا ہے وہ لوگ ایسے مجرمین کی میاکانہ جرائم کو نظر استعجاب سے دیکھتے ہیں۔

اب ہم اس مقام پر اس مسئلے کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا سابق میں ذکر تو چھوڑ دیا گیا تھا لیکن بعض وجوہ سے اس کی توضیح کرنی مناسب نہیں سمجھی گئی تھی اور جو نظام تہناتقص ہو ہو م معلوم ہوتا ہے یعنی اگر ارتکاب جرم کی تحریک اور ترغیب میں شدت ہو تو اس جرم کی سزائیں بھی اس شدت کے مطابق سختی ہونی چاہئے۔ اگرچہ مسئلہ ایک عام قاعدے کی حیثیت سے صحیح ہے لیکن بعض صورتوں میں اس کے چند اہم استثنیات پائے جاتے ہیں۔ ارتکاب جرم کے متعلق جو قانونی قیاس ہے کہ انسان اپنی خصلت بد کی وجہ سے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کا تفصیل سابق کے فقرہ میں ذکر کیا گیا ہے بعض ایسے جرائم بھی پائے جاتے ہیں جن میں انسان اپنی خصلت بد کی وجہ سے نہیں بلکہ ارتکاب جرم کے متعلق اس کی طبیعت میں شدت سے ترغیب پیدا ہوتی ہے کہ اس کو اپنے نفس پر قابو نہیں رہتا اور وہ بحالت اضطراب جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس قسم کے واقعات سے قیاس متذکرہ صدر کا ابطال ہوتا ہے۔ مثلاً اکثر اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جن میں ایک شخص اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے یا اپنی خونے کی بناء پر نہیں بلکہ معاشرتی اور ہمدردی کے جذبات سے متاثر ہو کر جرم کا ارتکاب کرتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ترغیب جرم کی شدت کے لحاظ سے مجرم کی سزائیں زیادتی ہونی چاہئے لیکن جب شدت ترغیب سے مجرم کی بد خوئی اور بے جمیعتی کی تردید ہوتی ہو تو مجوزہ کے دل میں مجرم کی جانب سے سختی کے بجائے نرمی پیدا ہوتی ہے اور مجرم سزائے خفیف کا مستوجب سمجھا جاتا ہے نیز مجوزہ کے قلب پر پہلے خیال سے زیادہ اسی دوسرے خیال کا اثر ہوتا ہے مثلاً اگر کسی مفلس سے اپنے کسین بچوں کے لئے کاغذ کا مہیا کرنا ممکن نہ ہو اور حصول معاش و تلاش رزق سے مایوس ہو کر وہ اپنے بچوں کو کھلانے کی غرض سے دوسرے شخص کی روٹی کا سرقہ کرے تو وہ سزائے خفیف پانے کا مستوجب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجرم کی اس درجہ سنگین سزا ہونی چاہئے جو اس سارق کو دیکھاتی ہے جس کی ترغیب سرقہ اس کی حرص ہوتی ہے پہلے قسم کے مجرم کی سزائیں رعایت اور دوسرے قسم کے مجرم کی سزائیں سختی کرنے سے سزائے خفیف کے نظریہ انسدادی میں کوئی فرق نہیں آسکتا بلکہ انھیں متضاد عمل کی بناء پر اس نظریے کی صحت اور خوبی منحصر ہے ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کو خفیف فائدہ پہنچانے کی غرض سے یا نہایت معمولی نفع حاصل کرنے کی نیت سے قتل انسان کا مرتکب ہوتا ہے اسے حد درجے کی سخت و شدید سزائی چاہئے کیونکہ ایسے انسان سے اس قسم کا جرم محض اسکی شقاوت قلب اور بھیا

کے باعث سرزد ہوتا ہے لیکن شخص کسی ناقابل برداشت توہین یا ضرر کی تلافی اور انتقام کی غرض سے قتل انسان کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا کو اس کے تحریکات و ترغیبات جرم پر نہ منحصر کرنا چاہئے بلکہ انہیں ترغیبات کی بناء پر اس کے تصور سے درگزر کرنا چاہئے۔

فصل ۱۵۱ دیوانی طرز کی ذمہ داری کا معیار

فوجداری طرز کی ذمہ داری یعنی تعزیری ذمہ داری کی ایک قسم دیوانی دادرسی ہے جس کے ذریعے سے قانون، ضرر رساں کو مجبور کر کے ضرر رسیدہ کو نقد معاوضہ دلاتا ہے اور یہی معاوضہ یا تاوان مجرم کے حق میں منظر تصور ہوتا ہے۔ اس سے قبل ان تین اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ذریعے سے ذمہ داری تعزیری کے معیار کا صحیح طور پر تعین کیا جاتا ہے لیکن جس طرز کی سزا خا طی کو تاوانی دادرسی کے ذریعے سے دی جاتی ہے اس کا تعلق ان تین اسباب میں سے صرف ایک سبب سے مختص ہے۔ تاوان کے تعین میں محض جرم یعنی ضرر کی مقدار کا لحاظ کیا جاتا ہے گو یا مقدار ضرر تاوان کے لئے معیار ہے ضرر رساں کے فعل سے جب قدر ضرر رسیدہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی قدر پہلے شخص سے دوسرے شخص کو تاوان دلایا جاتا ہے۔ تاوانی دادرسی میں خطا کار کی حصلت کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا اور اس لئے اس کی ایک ادنیٰ غفلت یا بے احتیاطی کی پاداش میں اس کو اس قدر سزا ملتی پڑتی ہے گویا کہ اس نے قصوت دیرینہ کی وجہ سے اور خوب غور و فکر کرنے کے بعد اس فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کی پاداش میں اسے تاوان ادا کرنا لازم ہے۔ ایسا ہی اس قسم کی دادرسی میں قانون میں ان تحریکات کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا جن کے باعث جرم ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ ایسی دادرسی ہے کہ اس میں اس ضرر رساں کو جسے اپنے فعل کی وجہ سے کوئی نائدہ نہ پہنچتا ہو اور ایسے ضرر رساں کو جسے اپنے فعل سے نفع ہی نفع حاصل ہوتا ہو ایک ہی قسم کی سزا دی جاتی ہے بشرطیکہ ضرر یا نقصان جو ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے ایک ہی قسم اور مساوی درجے کا ہو۔ اس دادرسی کے خصوصیات میں سب سے آخری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فعل کے ان نتائج کا لحاظ نہیں کیا جاتا جن کے پیدا کرنے کی مقصد کی نیت ہو یا جن کے واقع ہونے کا قوی احتمال اس کے ذہن میں گذرا ہو۔ بالفاظ دیگر اس دادرسی میں فعل کے نتائج بالارادہ اور نتائج بالظن کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ قانون کے پیش نظر محض وہی نتائج رہتے ہیں جو فی الحقیقت وقوع پذیر ہوتے ہیں اس بنا پر خا طی کی ذمہ داری اس ضرر یا نقصان پر مبنی نہیں ہوتی ہے جس کے پہنچانے کی اس کی نیت ہو بلکہ اس کی ذمہ داری اس ضرر پر منحصر ہے جو فی الواقع ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے اور جس کے پہنچانے میں ضرر رساں کامیاب ہوتا ہے لہذا ایسے خا طی کو

اس کی خطا یعنی دوسرے شخص کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے سزا نہیں دی جاتی بلکہ نتیجہ ضرر کے برآمد ہونے پر اس کی سزا منحصر سمجھی جاتی ہے اس قسم کی دادرسی میں اگر ایک غلطی کے حق میں دوسرے سے زیادہ سختی کی جاتی ہے تو اس کا سبب پہلے شخص کی خطا یا جرم کا دوسرے شخص کے جرم سے زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا سبب دوسرے شخص کی ایسی بدقسمتی ہے جس کی بناء پر وہ اپنے اغراض ناجائز پہلے شخص سے زیادہ کامیاب ہو جاتا ہے یا شومی طالع سے وہ اپنے فعل کے ان نتائج کو برآمد ہونے سے نہیں روک سکتا جن کو محل وقوع میں لائیکلی اس کی نیت میں ہوتی اور ان نتائج کے اسناد میں اس کو پہلے شخص کی نسبت کم کامیابی ہوئی ہو۔

اگرچہ تادیب تعزیری کے صحیح اور حقیقی معیار اور تاوانی دادرسی میں چند ایسے اختلافات پائے جاتے ہیں جن کا فقرہ بالا میں ذکر کیا گیا ہے لیکن اس اختلاف اور فرق کی وجہ سے خیال نہ کرنا چاہئے کہ دیوانی طرز کی یہ ذمہ داری حق بجانب نہیں ہے یا ضرر رسیدہ کے حق میں جو تاوانی دادرسی کی جاتی ہے وہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ تاوانی دادرسی سزا دینے کا ایک ذریعہ اور آلہ ہے جس سے اعتراضات اس دادرسی کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ ان سے کہیں زیادہ وہ فوائد ہیں جو اس کے ذریعے سے بنی نوع انسان کو پہنچتے ہیں۔ اور اس لئے ان فوائد کے مقابلے میں اعتراضات اثر زایل ہو جاتا ہے۔ منجملہ اور فوائد کے اس دادرسی کا ایک خاص فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی رو سے ضرر رسیدہ کے ضرر کی تلافی ہو کر اس کو نفع اور ضرر رساں کو نقصان پہنچتا ہے حالانکہ سزا دینے کے دوسرے اقسام سے جیسا کہ قید جبرانہ وغیرہ میں ضرر رسیدہ کو اس قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے علاوہ اس دادرسی کی وجہ سے ضرر رسیدہ کے لئے سلطنت کی عدالت کسٹری کو کامل اور کامیاب بنانے میں خاص کچپی ہوتی ہے لیکن قانون تعزیری (فوجداری نالشات) میں اس طرح کچپی لینے کا مستغیث کو موقع نہیں ملتا یہ صحیح ہے کہ اگر محض اسی قانون پر اکتفا کیا جائے جس کا تعلق تاوانی دادرسی ہے تو سزا کی ایسی اسکیم (تعزیرات و ضابطہ فوجداری) جو عقل و حکمت پر مبنی ہو بار آور اور عمل پذیر نہیں ہو سکتی اور نہ تاوانی دادرسی کا قانون اس اسکیم کے چلانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس بناء پر اس زمانے کے تمام ترقی یافتہ و سائیر قانونی میں قانون متذکرہ کے تقاضے کو اس کے ہم پلہ ذمہ داری تعزیری کے نظام (اور اسکیم) کے ذریعے سے رفع کیا گیا ہے اور اس دوسرے نظام کی بدولت پہلی اسکیم کی تکمیل کی گئی ہے اگر ان دونوں میں صحیح طور پر ترکیب دی جائے اور ان میں صحیح مناسبت قائم کی جائے تو ان کے ذریعے سے ایک ایسی عمدہ اور موثر اسکیم تیار ہوتی ہے جس کے

ذریعے سے آسانی ملک میں انصاف قائم رہ سکتا ہے۔

خلاصہ

جرائم ذمہ داری مطلق۔ ان کے ارتکاب کا نیت مجرمانہ پر مبنی ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس قسم کے جرائم کی مخصوص ماہیت۔

تاوانی دادرسی حیثیت دادرسی نہیں بلکہ حیثیت سزا جائز سمجھی جاتی ہے غلطی قانون۔ عام طور سے اس کا عذر نہیں پیش کیا جاسکتا یعنی کسی قسم کی بھی جواب دہی غلطی قانون کے عذر پر مبنی نہیں ہو سکتی۔

وجوہ قاعدہ نرا۔

انتقاد قاعدہ مذکور۔

غلطی واقعہ۔

فوجداری نالشوں میں اس غلطی کا عذر پیش کیا جاسکتا ہے لیکن دیوانی مقدمات میں عموماً ایسا عذر نہیں کیا جاسکتا۔

فرق مابین حادثہ و غلطی۔

حادثہ اور غلطی } مستلزم سزا
ناگزیر }

حادثہ ناگزیر کا عموماً دیوانی اور فوجداری دونوں طرز کی نالشوں میں عذر کیا جاسکتا ہے۔

مستثنیات

ذمہ داری تعزیری کا محل وقوع۔

ذمہ داری نیابریہ یا نیابتی ذمہ داری۔

۱۔ مالک یا آقا کی ذمہ داری۔

یہ ذمہ داری عقل و حکمت پر مبنی ہے۔

۲۔ قایم مقامات متونی کی ذمہ داری۔

اس ذمہ داری کی بناء عقل و حکمت ہے۔

تقریری ذمہ داری کا معیار۔

۱۔ فوجداری طرز کی ذمہ داری۔

بے سوچے سمجھے سخت سزا تجویز کرنے کے خلاف وجوہ۔

سزا دینے کی کیا غرض ہونی چاہئے۔

سزا دیتے وقت کن اسباب کا خیال کرنا چاہئے۔

(الف) تحریک جرم۔

(ب) مقدار یا سنگینی جرم۔

(ج) خصلت مجرم۔

۲۔ دیوانی طرز کی ذمہ داری۔

معاوضہ جبری کے فوائد اور نقصانات اور اس معاوضے کا سزا کے بجائے استعمال کیا جاتا۔

میسواں باب

قانون جائیداد

فصل ۱۵۲ مفہیم اصطلاح جائیداد

دیوانی کے قانون اصلی تین بڑے اصناف میں تقسیم کئے گئے ہیں یعنی قانون جائیداد، قانون فرائض (معاہدات) اور قانون حیثیت، پہلی صنف میں ان تمام حقوق ملکیت کا بیان کیا جاتا ہے جن کا تعلق شے سے ہوتا ہے دوسری صنف ایسے تمام حقوق ملکیت کے ذکر مشتمل ہے جو شخص کے مقابلے میں قرار دئے جاتے ہیں اور تیسری صنف ایسے تمام حقوق شخصی کے بیان پر مبنی ہے جو حقوق ملکیت تو نہیں ہیں لیکن حقوق متعلق شے اور حقوق خلاف شخص ہو سکتے ہیں۔ اس باب میں سب سے پہلے قانون اصلی کی پہلی صنف کا بالاجمال ذکر کیا جائے گا اور اس کے بعد ہم اسی طرح دوسری صنف یعنی قانون فرائض کو بیان کریں گے لیکن قانون حیثیت کی ایسی نوعیت نہیں ہے جس کا اس طرح بیان کرنا ضروری ہے۔ اور نہ قانون کے عام نظریے کی رو سے اسکے متعلق بحث کرنا چنداں مفید ہو سکتا ہے۔

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ اصطلاح جائیداد کا ایک مفہوم حقوق ملکیت متعلق شے ہے لیکن یہ ایک مفہوم ہی ایسا وسیع اور عام ہے کہ اس کی عمومیت کے مختلف مدارج کے لحاظ سے اسی ایک لفظ کا حسبِ اہل مختلف معنوں میں اطلاق کیا جاتا ہے:۔

۱۔ قانون اصلی سے مراد وہ قانون ہے جو قانون اضافی یعنی ضابطہ کی ضد ہے۔ ایسا ہی قانون دیوانی ضد ہے قانون فوجداری کا۔

۱۔ تمام قانونی حقوق۔ وسیع مفہوم کے لحاظ سے لفظ جائداد سے مراد ایک شخص کے تمام قانونی حقوق ہیں خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ انسان کی جائداد ان تمام چیزوں پر مبنی ہوتی ہے جو قانون میں اس کی یعنی اس کی ملک سمجھی جاتی ہیں۔ اگرچہ (انگریزی زبان میں) اس زمانے میں اس لفظ کا ان معنوں میں استعمال متروک ہو گیا ہے لیکن قانون کی پرانی کتابوں میں لفظ جائداد کا یہی مفہوم لیا گیا ہے چنانچہ بلیک اسٹن نے لفظ جائداد کو حق کے معنوں میں استعمال کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ مالک یا آقا کی جائداد اس کے ملازم کی ذات میں ہوتی ہے اور باپ کی جائداد اس کے بیٹے کی ذات میں سمجھی جاتی ہے۔ یعنی آقا کو اپنے ملازم پر اور باپ کو اپنے بیٹے پر حق ہے اور اس مقام پر جائداد بمعنی حق مستعمل ہوئی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر یہی مصنف لکھتا ہے کہ ماتحت کو اپنے بالادست افسر کی صحبت حفاظت اور امداد میں کوئی جائداد نہیں ہے بلکہ بالادست کو اپنے ماتحت کی ذات میں ان چیزوں کے متعلق جائداد حاصل ہے یعنی اپنے بالادست کی صحبت حفاظت و نگرانی میں رہنے اور اس سے امداد پانے کا حق نہیں رکھتا بلکہ بالادست کو حق حاصل ہے کہ وہ ماتحت کو اپنی صحبت میں رکھے اور اس سے اپنی حفاظت کرائے یا اور امور میں اس سے امداد لے۔ ایسا ہی پابز نے بھی ایک مقام پر لکھا ہے کہ اشیاء جو انسان کی جائداد ہو سکتی ہیں ان میں سب سے زیادہ عزیز انسان کی خود زندگی یا حیات اور اس کے اعضائے بدن ہیں اور اس کے بعد اکثر اشخاص کے نزدیک وہ لوگ عزیز خیال کئے جاتے ہیں جن کے تعلقات کی بناء زناشوئی کی محبت اور اس کے بعد دولت اور ذرائع روزگار عزیز سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے لاک نے بھی لکھا ہے کہ ہر ایک شخص کی جائداد اس کی ذات میں ہوتی ہے۔

لے تصانیف بلیک اسٹن جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ د طفل کی جائداد اس کے باپ یا اس کے ولی میں نہیں ہے بلکہ باپ اور ولی کو طفل میں جائداد حاصل ہے (یعنی باپ کو اپنے فرزند نابالغ اور ولی کو اس نابالغ پر حق حاصل ہوتا ہے جو اسکے ولایت میں رکھایا جاتا ہے۔ یعنی۔)

لے لی وی اے تھان باب ۳ تصنیفات انگریزی جلد ۳ صفحہ ۳۲۹۔

سے رسالہ متعلق حکومت نظم (Treatise on coil government) جلد ۲ باب ۵ فصل ۲۔

اور ایک دوسرے مقام پر یہی مصنف لکھتا ہے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جائیداد کو محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے اور جائیداد سے مراد اس نے انسان کی "حیات آزادی اور جائیداد" بمعنی املاک لی ہے۔

۲۔ حقوق ملکیت (ملکیت اور حیثیت) لفظ جائیداد کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور یہ مفہوم بہ نسبت اس مفہوم کے جس کا بیان فقرہ بالا میں ہوا کم وسیع اور کسی قدر تنگ ہے۔ اس تنگ مفہوم کے لحاظ سے اصطلاح جائیداد کے معنی انسان کے تمام حقوق نہیں بلکہ صرف حقوق ملکیت ہیں اور حق ملکیت ضد ہے شخصی حق کی۔ پہلی قسم کے حقوق پر شخص کی جائیداد یا اسٹیٹ مشتمل ہوتی ہے اور دوسرے قسم کے حقوق پر اس کی حیثیت یعنی حالت شخصی بنی ہوتی ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے کسی شخص کی جائیداد سے مراد اس کی زمین اس کے مویشی اور مال منقولہ اس کے حصص اور اس کے قرضہ جات ہیں لیکن اس کی جائیداد میں اس کی حیات اس کی شخصی آزادی اور اس کی نیک نامی داخل نہیں ہے۔ ان ہی معنوں کے لحاظ سے لاک کے مقولہ کے خلاف کہ ہر ایک شخص کی اس کی ذات میں جائیداد ہوتی ہے آپسین کا یہ قول پیش کیا جاسکتا ہے کہ "کسی شخص کو اپنی ذات پر ملکیت حاصل نہیں ہے" بہر حال زمانہ موجودہ میں لفظ جائیداد کا یہی مفہوم زیادہ تر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے دوسرے معنی بھی اپنے اپنے مقام پر استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے اس اصطلاح کو مختلف معنوں میں سے کسی ایک مفہوم کے لئے مخصوص کرنا لا حاصل ہے اور ای وجہ سے اس امر کا تعین کرنا بھی بے سود ہے کہ ان مختلف معنوں میں سے جائیداد کا کون مفہوم صحیح ہے۔

۳۔ حقوق ملکیت متعلق بہ اشیاء (ملکیت اور وجوب یا معاہدہ) اس فقرے میں ہم جائیداد کے تیسرے مفہوم کو بیان کرتے ہیں اور اس بات میں لفظ جائیداد کے یہی معنی لئے گئے ہیں اس خاص مفہوم کے لحاظ سے جائیداد میں کسی شخص کے تمام حقوق نہیں بلکہ صرف ایسے حقوق ملکیت داخل ہیں جن کا تعلق شے سے ہوتا ہے چنانچہ

۱۵ ایضاً باب ۷ فصل ۸۔

۱۵ ڈائجسٹ ۹-۲-۱۳ دیباچہ۔

اس بناء پر قانون جائداد سے مراد ایسا قانون ہے جو حقوق ملکیت متعلق اشیاء پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی ضد حقوق ملکیت خلاف اشخاص کا قانون ہے۔ ان دونوں قسم کے قوانین میں امتیاز پیدا کرنے کی غرض سے موخر الذکر قانون کو قانون فسرالخص (یا قانون مجاہدہ) بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ انگریزی زبان میں لفظ جائداد انھیں معنوں میں استعمال کی جاتی ہے اور اس بناء پر فری ہولڈ (زمین معافی یا انعام) پٹہ حق ایجاد اور حق تصنیف پر جائداد کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن قرضے یا کسی معاہدے کے نفع کو جائداد نہیں کہتے ہیں۔

۴۔ جائداد مادی (جائداد مادی اور جائداد قانونی) اس سلسلے کے آخر میں ہم جائداد کے سب سے زیادہ تنگ مفہوم کو بیان کرتے ہیں اس لحاظ سے جائداد کے معنی محض جائداد مادی ہوتے ہیں یعنی کسی شخص کا ایسا حق ملکیت جو اس کو کسی مادی شے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض وقت خود شے مادی کناپتہ حق ملکیت کے بجائے استعمال کی جاتی ہے یعنی شے کو از روئے صنعت تلویح حق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اہریر نے جائداد کی سب ذیل تعریف کی ہے ”جائداد سے مراد ایسی مادی شے ہے جس پر ایک شخص کو بلا توسط غیر سے اختیار حاصل رہتا ہے“ لیکن بیہتم کی رائے میں اشیائے مادی کے سوا کسی دوسری شے پر لفظ جائداد کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اس طرز عمل کو استعارہ خیال کرتا ہے جس کی اس کے نزدیک ضرورت نہیں ہے۔

فصل ۱۵۳ اقسام جائداد

اس سے قبل کسی مقام پر جائداد کی دو مادی اور غیر مادی قسموں کا بیان آچکا ہے۔ اشیاء مادی میں کسی شخص کو جو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے وہ اس کی جائداد مادی ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر حقوق ملکیت متعلق اشیاء کسی شخص کو حاصل ہوتے ہیں وہ اس کی

۱۔ ڈیرا نیچرل (قانون فطرت) جلد ۲ فصل ۵۵۔

۲۔ اصول صفحہ ۲۳۱ تصنیفات جلد ۱ صفحہ ۱۰۸۔ اس کے علاوہ تصنیف پکٹا فصل ۲۳۱ ملاحظہ طلب ہے۔

۳۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا حصہ ماسبق فصل ۸۷۔

اشیائے مادی { زمین } جائیداد مادی
 { مویشی }

جائید

حقوق در اشیا ئے غیر

اشیائے غیر مادی

پیشہ جات

استفاده حقیقت غیر

کفالتیں

وغیره

فصل ۱۵۴ ملکیت اشیائے مادی

کسی مادی شے کا مالک وہ شخص سمجھا جاتا ہے جو اس شے سے ہر ایک قسم کی
تمتع حاصل کرنے کا مجاز ہو یا یوں کہنا چاہئے کہ جس شخص کو کسی مادی شے کے مجموعہ تمتعات
سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ کسی مادی شے میں جس
شخص کو محدود یا مخصوص حق تمتع حاصل ہو وہ اس کا مالک نہیں بلکہ اس کا کفالت دار یا

مواخذہ دار کمالا تا ہے اس کی مثالیں زمین غیر یہ لوگوں کے چلنے پھرنے کا حق اور استفادہ حقیقت غیر ہیں۔ تمتع کے مطلق یا غیر محدود حق کا نام ملکیت نہیں ہے بلکہ ملکیت سے مراد تمتع کا عام حق ہے۔ مالک شے وہ شخص ہے جو اس شے کے تمام تمتعات سے مستفید ہونے کا حق رکھتا ہو اور قانون کی رو سے اس شے کے کسی تمتع یا تصرف سے وہ محروم نہ کیا گیا ہو لیکن قانون میں کسی ایسے حق کا وجود تسلیم نہیں کیا گیا ہے جس کا تعلق کسی مطلق یا غیر محدود تمتع ہو (یا استعمال و تصرف) کی صرف دو قسمیں ہیں عام (یعنی باقی) اور خاص۔ پہلی قسم کے تمتع کو ملکیت کہتے ہیں اور دوسری قسم کے تمتع کا نام کفالت یا مواخذہ اور بار ہے۔

ان حدود یا قیود کی دو قسمیں ہیں جو اس طرح کسی مالک کے حق تمتع یا تصرف کے متعلق قائم کی جاتی ہیں۔ پہلی قسم کو ملکیت کے قدرتی قیود سے تعلق ہے۔ یہ جو کچھ قانونی ہے کہ تم اپنی جائداد کو اس طرح استعمال کرو کہ اس کے ذریعے سے دوسرے شخص کی جائداد کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے اصل میں اس کے مختلف مطالب کا ان قدرتی قیود کے ذریعے سے اطلاق کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قانون کے اس مسئلے کا منشاء اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ اس کے ذریعے سے مالک کے اختیارات تصرف کو جائز اور مناسب طریقے سے محدود کیا جائے عوام کے فائدے یا پڑوسیوں کی ضرورت پوری کرنے اور ان کو نفع پہنچانے کی غرض سے انسان کو قانون اس کی ملوکہ اشیاء پر تصرف کرنے سے باز رکھتا ہے اور اس طرح انسان کے حق ملکیت میں منجانب قانون دست اندازی کی جاتی ہے لہذا اس مسئلہ قانونی کو ایک دوسرے مسئلے کی کہ ہر ایک شخص کو اپنی شے پر جس طرح چاہے تصرف کرنے کا اختیار ہے ضد سمجھنا چاہیے۔

دوسری قسم کے حقوق کا تعلق جو حق مالک پر عائد کئے جاتے ہیں ان کفالتوں یا بار سے جو ایک شخص کی ملک میں دوسروں کو حاصل ہوتی ہیں۔ یہ مصنوعی حدود و قیود ہیں اور ان کا قائم کیا جانا یا نہ کیا جانا دونوں باتیں ممکنات سے ہیں۔ مثلاً اگر میں اپنی زمین کو رہن کر دوں یا پتہ پر دوں یا اس پر کسی قسم کی کفالت دیا بار قائم کر دوں یا اس کی بابت چند ایسے شرائط قرار دے جائیں جن سے میری ملکیت محدود ہو سکتی ہو تو بھی اس زمین کا مالک میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے

قیود اور شرائط قائم کرنے کے بعد بھی جس قدر اس زمین کے تصرفات اور تمتعات باقی رہ جاتے ہیں ان کو استعمال کرنے کا تنہا میں محق ہو سکتا ہوں۔ اس زمین پر تصرف کرنے اور اس سے متمتع ہونے کا جو کوئی حق کسی دوسرے کو بصراحت منجانب قانون نہ دیا گیا ہو وہ مجھی کو حاصل رہتا ہے حالانکہ باقی تصرف و تمتع کتنا ہی خفیف و قلیل کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ اکثر ایسی صورتوں میں زمین پر کفالت دار کے حقوق مالک کے حقوق سے کہیں زیادہ بہتر ہوتے ہیں پھر بھی مالک زمین مالک ہے اور کفالت دار شخص غیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر میری زمین پر سے فرض کرو کسی وجہ سے کفالت دار کا حق کل ساقط ہو جائے تو میرا حق جو اس کی کفالت کے بارے سے دبا ہوا ہے اور بخوبی ظاہر نہیں ہو سکتا ہے نہایت آسانی سے اغیار کو محسوس ہو سکے گا اور اس کے اثرات آسانی و بخوبی نمایاں ہو سکیں گے۔ ایک شخص کے حق پر دوسرے شخص کو کفالت حاصل ہو جانے سے پہلے شخص کے حق کا وجود مٹ نہیں سکتا اسی طرح ایک شخص کا حق ملکیت دوسرے اشخاص کی کفالتوں کی زیر باری کے باوجود کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔ حق ملکیت خواہ وہ دوسرے حقوق سے زیر بار کیا جائے یا نہیں اس کی وہی حیثیت سمجھی جاتی ہے۔

چونکہ حق ملکیت سے مراد کسی شے کے تصرفات اور تمتعات کا مجموعہ ہے اس لئے اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ حق ملکیت ایک مستقل حق ہوتا ہے۔ عارضی تمتع یا تصرف کی بناء پر کوئی شخص کسی شے کا مالک نہیں قرار پا سکتا حالانکہ اس حق تمتع کے جاری رہنے کے زمانے میں اس کی نوعیت کتنی ہی عام کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ عارضی حق تمتع کے ختم ہونے کے بعد اس شے کے مالک کا حق تمتع اس شے پر شروع ہو جاتا ہے کفالت دار کے بعد شے سے مستفید ہونے کا موقع مالک ہی کو ملتا ہے اور اس لئے کفالت دار کے بعد مالک کی نوبت آتی ہے کیونکہ کفالت دار کے تمتعات سے جو کچھ باقی رہتا ہے وہ شے کے مالک کو ملتا ہے حق مستقل سے مراد ایک ایسا حق ہے جو اس شے کے باقی رہنے تک قائم رہتا ہے جس سے اس کا تعلق ہے بالفاظ دیگر حق مستقل اپنے موضوع کی بقا تک بجا رہتا ہے حالانکہ موضوع کی مدت بقا کتنی ہی طویل یا قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

جس طرح ملکیت کی عمومیت سے اس کا استقلال ترشح ہوتا ہے اسی طرح اس کے استقلال سے اس کی ایک خاص کیفیت کا اظہار ہوتا ہے یعنی ملکیت کا قابل توریت ہونا اس کی عمومیت اور استقلال کا ایک لازمی نتیجہ ہے فانی انسان جن مستقل حقوق کا مالک ہو سکتا ہے وہ محض ایسے حقوق ہیں جو اس کی وفات پر اس کے ورثاء یا قائم مقاموں کو منتقل ہوتے ہیں ان کے علاوہ جس قدر حقوق ہوں وہ عارضی ہیں اور اس شخص کے پیمانہ عمر کے لبریز ہونے پر جن کو وہ حاصل تھے زایل ہو جاتے ہیں لہذا حق ملکیت ایک ایسا حق ہے جو قابل توریت ہے۔ مالک کے مرنے کے بعد بھی یہ حق باقی رہتا ہے گویا حق ملکیت ایک پسماندہ شے ہے۔ اس حق کا ان حقوق میں شمار کیا جاتا ہے جو انسان کی موت کے باعث بطور حقوق متوفی ساقط ہو جاتے ہیں لیکن اصل میں انکی ہستی زایل نہیں ہوتی ہے۔

فقرات بالا میں جن نتائج کا استخراج کیا گیا ہے انکی رو سے حق ملکیت متعلق شے مادی کی تعریف اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد وہ کل عام مستقل اور قابل توریت تصرفات و تمتعات ہیں جن کا تعلق اس شے سے ہے

انگریزی قانون کا یہ ایک سخت اصولی مسئلہ ہے کہ ملک کی اراضی کا مالک کب سبزی تاج (بادشاہ) انگلستان کے کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا اس اصول کے لحاظ سے ایسی اراضی تک جو فی سبیل مصلحت ہے اور جو ایک قسم کا ایسا بہترین حق مقابضت ہے جو انگلستان کی کسی رعیت کو زمین میں حاصل ہو سکتا ہے صحیح معنوں میں کسی شخص کی ملک نہیں ہو سکتی بلکہ اسکو تاج انگلستان کی ملکیت پر ایک قسم کا بار یا کفالت سمجھنا چاہئے فی سبیل سے مراد ایسی مقابضت زمین یا پٹہ ہے جو کسی شخص کو اور اس کے بعد اس کے ورثاء کو عطا کیا جاتا ہے بالفاظ دیگر فی سبیل ایک قسم کا پٹہ دائمی ہے جو پٹہ دار کے خاندان میں نسلاً بعد نسل اور لفظاً

اے اگر حق ملکیت کی ایک ضروری خاصیت یا کیفیت مالک کا وہ اختیار کامل ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی ملک کو نہایت آزادی سے اپنی زندگی میں خود اور مرنے کے بعد بذریعہ وصیت منتقل کر سکتا ہے لیکن اس اختیار کو حق ملکیت کا کوئی جز سمجھنا چاہئے اور نہ یہ خاصیت اس قدر اہم ہے کہ اسکو حق ملکیت کی تعریف میں داخل سمجھیں چنانچہ قانون انگلستان کی یہ حق یا سبزی کے حامل ہونیکے بدل جن کتنے عورتوں کے اختیارات انتقال پر قیود عائد کئے جاتے ہیں۔ وہابی اپنی جائداد کی مالکانت سمجھی جاتی ہیں حالانکہ انھیں اپنی جائداد کو انتقال یا کفول وزیر بار کر نیکا نہیں ہوتا ہے۔

ڈکشن نے اصول قانون صفحہ ۸۱ طبع سوم حق ملکیت کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ کسی شے پر ایک ایسا حق ہے جو لمحات متع تصرف میں نہیں کیا جاسکے اسکے مالک کا اختیار انتقال غیر محدود اور اسکے دوران کی کوئی مدت نہیں قرار دیا جاسکتی ہے۔

بعد لپٹن بحال رہتا ہے بہر حال یہ حق تمتع مستقل نہیں بلکہ عارضی ہے کیونکہ جس صورت میں اسامی (فی سمپل کا پٹہ دار) کسی وارث یا موہوب (بلا وصیت) چھوڑنے کے بغیر فوت ہو جاتا ہے تو یہ حق مقابضت بھی قدرتی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ اسامی یا معطیٰ نہ کا سلسلہ نسل جاری رہنے پر اس سلسلہ میں فی سمپل وراثتاً منتقل ہوتا رہتا ہے۔ بہر کیف اسامی کی لاوارث فوتی کی وجہ سے اس قسم کی اراضی تاج انگلستان کی طرف عود کرتی ہے یعنی تاج انگلستان کو فی سمپل زمین میں جو ملکیت حاصل ہے وہ کبھی نہیں ہونے پاتی بلکہ فی سمپل کی وجہ سے اس پر ایک قسم کا بار عائد کیا جاتا ہے اور جب کسی وجہ سے جیسا کہ اس مثال میں اسامی کی لاوارثی عود کی بناء قرار دی گئی ہے بادشاہ کے اس ملک سے اس طرح کا بار ہٹ جاتا ہے تو زمین مذکور اس حالت پر پہنچ جاتی ہے جو قبل عطا تھی فی سمپل عطا کے بار اور قید وراثت سے آزاد رہا ہو کر پھر بادشاہ کی ملک مطلق بن جاتی ہے اس کے برعکس جائیداد یا مال منقولہ کی حالت ہے جس طرح بادشاہ (انگلستان) اس جائیداد یا مال کا مالک ہو سکتا ہے اسی طرح رعیت بھی اس کی ملک بن سکتی ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جس طرح بصورت لاوارثی فی سمپل زمین بادشاہ کے حق میں عود کر آتی ہے اسی طرح اس رعیت کا مال جس کا کوئی قریب کارشتہ دار نہ ہو اور جس نے بلا وصیت وفات پائی ہو بعدینہ لاوارث بادشاہ کو پہنچتا ہے لیکن ان دونوں اشکال میں از روئے نظریہ قانون ایک بین فرق ہے۔ مال منقولہ کی صورت میں تاج انگلستان کو حق ملکیت وراثتاً پہنچتا ہے تاج شخص متوفی کا وارث متصور ہوتا ہے جس طرح متوفی کی ملکیت اس کے کسی وارث یا قرابت دار قریبہ میں بصورت موجودگی وارث وغیرہ منتقل ہو کر جاری رہتی ہے اسی طرح اس کے لاوارث مرنے کے بعد اس کی ملکیت بادشاہ میں منتقل ہو کر

۱۰ فی سمپل وغیرہ کی صراحت کے متعلق ملاحظہ ہو تشریحات مندرجہ تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ صفحات ۳۹ تا ۴۱۔

بحال رہتی ہے لیکن عود کی صورت میں جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے متوفی کا حق ختم ہو جاتا ہے متوفی کا حق وراثت انہیں پاتا بلکہ اس کا حق اس کو واپس ملتا ہے۔

زمین کا فی سیل (حق مقابضت) اور زمین کی ملکیت میں جو از روئے نظریہ قانون اس طرح کا فرق کیا جاتا ہے وہ کوئی حقیقی اور مادی فرق نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کا صوری فرق ہے۔ اگرچہ فی سیل کی آسامی کا حق (مقابضت) از روئے نظریہ قانون مستقل نہیں ہے لیکن عملاً اور فی الحقیقت اس کا یہ حق مستقل اور دائمی ہے کیونکہ عود کا عمل اُسی وقت کیا جاتا ہے جبکہ آسامی بلا وصیت فوت ہوتا ہے اس لئے گو آسامی اپنی حیات میں اپنی فی سیل کو اپنے مرنے کے بعد بذریعہ وصیت وغیرہ منتقل کرنے کا انتظام کر لے تو اس کا فی سیل عود کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بنا برآں ہماری رائے میں انگلستان کے قانون جائداد غیر منقولہ کے اس اصطلاحی فرق کا نظر انداز کیا جانا مناسب ہے اور ہمیں اختیار ہے کہ ہم زمین کے فی سیل کو ملکیت زمین کہیں اور تاج کا حق ملکیت جو اس قسم کی زمین میں ہے اس کو تاج کی ایسی زمین نہ سمجھیں جو کسی رعیت کے حق مقابضت سے زیر بار ہوئی ہے بلکہ اس کی نسبت تاج کو ایسا حق وراثت حاصل ہے جو آسامی کی وفات بلا وصیت کے سبب سے نفاذ پاسکتا ہے۔

فصل ۱۵۵۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائداد

اشیائے مادی کی جو مختلف اصول پر تقسیم کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ اہم اور مفید اصول وہ ہے جس کی بناء پر ان اشیاء کی دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی جاتی ہیں۔ اسی فرق کو انگریزی قانون میں ایک دوسرے پنج سے بیان کیا گیا ہے اور جو الفاظ اس کے لئے قانون میں مشہور ہیں ان سے لوگوں کے کان بھی آشنا ہیں یعنی مال اور زمین انگلستان کے قانون میں منقولہ اور غیر منقولہ اشیائے مادی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دوسرے دساتیر قانونی میں بھی اشیائے مادی کی اس طرح دو قسمیں قرار دی گئی ہیں لیکن انگلستان کے قانون میں جس قدر اشیاء کے ان اقسام میں

فرق کیا جاتا ہے اس قدر کسی ملک کے قانون میں ان اشیاء کے متعلق امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔

قانونی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کسی غیر منقولہ شے یعنی ایک قطعہ زمین حسب میل عناصر دیا اجزاء پائے جاتے ہیں:-

۱۔ سطح ارض کا ایک معین حصہ۔

۲۔ پہلے فقرہ میں جو حصہ ارض معین کیا گیا ہے اس کی سطح کے نیچے کی جانب کی زمین تا مرکز کرۂ ارض۔ زمین انگلستان کے جس قدر قطعات ہیں وہ سب نیچے کی طرف اپنے عمق میں بڑھتے ہوئے کرۂ ارض کے مرکز کے نقطے پر پہنچ کر آپس میں مل جاتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح اس ملک کے ہر ایک قطعہ زمین کا وہ حصہ جو اس کی سطح سے فضائیں آسمان یعنی از تحت تا اثر یا پہنچتا ہے۔ چنانچہ کوک نے لکھا ہے کہ قانون کی نظروں میں کرۂ ارض میں بلندی کی طرف بڑھتے یعنی صعود کرنے کا بہت زیادہ مادہ ہے زمین کا شمار جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے سمندر کی سطح سے سطح آب تک نہیں کیا جاتا بلکہ سطح آب یا سطح زمین کے بعد سے ہوا وغیرہ جس قدر چیزیں فضائیں آسمان تک ہیں وہ سب کرۂ ارض میں داخل ہیں۔ کیونکہ قانون رونا کا بھی یہی مقولہ ہے جو شخص جس قطعہ زمین کا مالک ہے آسمان تک ہی زمین اُسکی ہے۔ لیکن یہ ایسا مسئلہ ہے جو خالی از بحث نہیں ہے۔ اگر دنیا کے تمام دساتیر قانونی میں اس کو تسلیم کر لیا جاتا تو اس مسئلہ کی بنیاد فضائیں داخلیت بیجا کے ارتکاب کا لوگوں پر الزام لگایا جاسکتا اور مالکان اراضی دیگر اشخاص کو فضائیں جو ان کی زمینوں کی سطح کے اوپر واقع ہیں پرواز اور حمل و نقل کرنے سے ممانعت کر سکتے۔ اگر کوئی شخص زمین سے غبارہ کے ذریعہ سے نصف میل کی بلندی تک پرواز کرے تو کیا اس کے فعل سے زمین کے ان مالکوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے جو اس میلوں کے نیچے سطح ارض پر واقع ہوتی ہیں قانون انگلستان کی موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے

اس سوال کے تین جواب ہو سکتے ہیں۔ اس ملک کے قانون کی رو سے فضا میں کسی شخص کو حق ملکیت نہیں حاصل ہو سکتا یا اگر حاصل بھی ہو تو مالک زمین اپنے فضائی حصے کو تنہا آپ استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے البتہ وہ دوسروں کے ایسے افعال کو روک سکتا ہے جو اس کی زمین کی سطح سے اس قدر نزدیک فضا میں کئے جاتے ہیں جن کے قرب کی وجہ سے اس کی سطح زمین کو نقصان پہنچتا ہو یا وہ افعال بلحاظ نوعیت ایسے ہوں جن کی وجہ سے وہ اپنی زمین کی سطح سے پوری آزادی کے ساتھ شتمتع نہ ہو سکتا ہو۔ جرمنی کے مجموعہ قانون دیوانی کے لحاظ سے اگرچہ مالک زمین کو اس حصہ پر جو اس کی زمین کی سطح سے فضا میں آسمان کی طرف واقع ہوتا ہے ملکیت حاصل ہے لیکن وہ دوسرے اشخاص کے افعال کو جو اس کی زمین کی فضا میں ایسی بلندی پر کئے جاتے ہیں جن سے اس کو اپنے شتمتع سطح سے ضرر نہ پہنچے نہیں روک سکتا۔

۴۔ ایسی تمام اشیاء جو زمین کی سطح کے اوپر اور نیچے (مرکز ارض کی طرف) اپنی قدرتی حالت میں پائی جاتی یا واقع ہوتی ہیں جیسا کہ معدنیات اور نباتات قدرتی ہیں۔ ہرچند اس قسم کی چیزیں جسمانی طور پر زمین سے ملحق و ملصق نہیں ہوتی ہیں تاہم وہ اس زمین کا جس میں یا جس پر وہ واقع ہوتی ہیں جزو سمجھی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے پتھر جو سطح زمین پر پڑے ہوئے ہوں اور جو زمین میں نصب نہیں کئے جاتے زمین کا جزو خیال کئے جاتے ہیں اور اس لئے ایسے پتھروں کی بھی وہی حالت سمجھی جاتی ہے جو سنگ معدن کی کیفیت ہے۔

۵۔ ایسی تمام اشیاء جو انسان کے ذریعہ سے سطح زمین کے اوپر یا نیچے بہ نیت الحاق دائمی رکھی جاتی ہیں وہ سب جزو زمین قرار پاتے ہیں اور ان کی

۱۔ اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہو قانون ٹارٹ مولفہ پالک صفحہ ۳۶۳ طبع دہم قانون ٹارٹ مولفہ کلارک ولنڈسل صفحہ ۳۶۲ طبع ششم۔ قانون فضا (ہوا) مولفہ ہیلزل ٹائن۔ پکرننگ بنام رڈکیل جلد ۴ صفحہ ۲۱۹۔ ریوارڈ ریپورٹس جلد ۱۶ صفحہ ۷۷ بنام پرنش کامن بیچ جلد ۱ صفحہ ۸۲۸۔ وائٹ زوریت بورڈ آف ورکس بنام لونا ٹیلیگراف کمپنی کوئینز بیچ ڈوئرن جلد ۳ صفحہ ۹۰۴۔ اے۔س۔ بنام لافٹس آئرن کمپنی لارپورٹ مرتبہ کیگنٹن اور بین جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۔

وہ حیثیت اور ہستی باقی نہیں رہتی جس کی بناء پر وہ منقولہ سمجھے جاتے تھے۔ اسکی مثالیں عمارات دیواریں اور خندقیں ہیں۔ چنانچہ قانون رد ما کا مقولہ ہے کہ جس چیز کی زمین پر تعمیر جوتی ہے وہ اس سے ملحق ہو جاتی ہے اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضرور ہے کہ عمارت یا کسی اور غیر چسپاں شے کے جزو زمین تصور ہونے کے لئے اس شے کا زمین پر یا اس کے اندر بنیت اسحاق دائمی بنایا جانا یا رکھا جانا لازم ہے اگر تعمیر کنندہ کی ایسی نیت نہ ہو تو تعمیر کردہ یا رکھی ہوئی شے زمین سے ملحق یا اس کا جزو نہیں تصور ہو سکتی چنانچہ اسی بناء پر ایسے پتھروں کی دیوار جو چونے یا مٹی اور پائے (بنیاد) کے بغیر زمین پر بنائی جائے یعنی صرف پتھروں کو جمع کر کے ان کے ذریعہ سے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے تو ایسی دیوار بھی زمین کا اسی طرح جزو بھی جاتی ہے جس طرح کہ چونے یا مٹی اور پتھروں کی پختہ دیوار زمین کی لمحات میں شمار ہوتی ہے۔

اس کے برعکس اگر رکھنے والے کی نیت اسحاق دائمی کی نہ ہو تو اس کے اسحاق جہانی پانے کے باوجود شے اس کا جزو نہیں بن سکتی ہے چنانچہ ایسی اشیاء جو زمین مکان کی غرض سے کمروں کی دیواروں اور دروازوں وغیرہ پر لٹکائی جاتی ہیں اور قالین وغیرہ کو جن کا فرش کیا جاتا ہے کیلوں کے ذریعہ سے دیواروں اور فرش پر چسپان کر دینے سے قالین وغیرہ مکان کا جزو نہیں تصور ہوتے ہیں ایسا ہی جو روپیہ زمین میں دفن کیا جائے وہ اسی طرح سے جائداد (یا مال) منقولہ سمجھا جاتا ہے جس طرح وہ روپیہ

۱۔ انسٹی ٹیوٹس جسٹینین جلد ۲ عنوان فقرہ (۲۹) ملاحظہ ہو گا ایس ۲ - ۳ زمین کی ملکیت کے تابع اس شے کی ملکیت ہے جو اس زمین کی سطح پر تعمیر کی جاتی ہے۔
۲۔ مانیٹ بنام بارنز (۱۹۰۱ء) کننگز بیچ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵۔

۳۔ انگلستان کے قانون نے بتدریج اور نامکمل مطابقت کے ساتھ اس مادہ میں ایک بیع الفہم اصول قائم کیا ہے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ انگلستان کے قدیم قانون میں جسند زمین قرار پانے کے لئے کسی شے کا زمین سے جہانی اسحاق کا پیہ اگر لینا ضروری اور کافی سمجھا جاتا تھا لیکن اس قانون میں اس ضرورت کے متعلق اس کثرت سے اہم مستثنیات کا اضافہ کیا گیا تھا کہ اصل مہول کی کوئی عاقبت نہ بنیاد

جو کسی کی جیب میں رکھا ہوا ہو۔ یہ امر بالکل طے شدہ اور صاف ہے کہ اشیاء میں منقولہ اور غیر منقولہ کا جو امتیاز کیا جاتا ہے اس کا تعلق صرف مادی اشیاء سے ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- باقی نہیں رہی تھی۔ اس اصول یا نکتہ کے متعلق انگلستان کا جو موجودہ قانون ہے اس کی نسبت ملاحظہ ہو بلینڈ بنام ہاج سن لارپورٹ پریوی کونسل جلد ۷ صفحہ ۳۲۸۔ مانٹی بنام ہارنر (۱۹۰۶ء) کنگز بینچ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵۔ بمعاملہ ڈی قبیل (۱۹۰۶ء) چانسی جلد ۱ صفحہ ۵۲۳۔ (۱۹۰۶ء) اپیل کیسز صفحہ ۱۵۷۔ ایلوینر بنام برگ کیس کمپنی چانسی ڈویژن جلد ۳۳ صفحہ ۵۶۲۔ اسی قسم کا قانون جرمنی کے مجموعہ قانون دیوانی کے آرٹیکل ۹۵ میں درج ہے ”جن اشیاء کا عارضی غرض سے زمین کے ساتھ اسحاق کیا جاتا ہے وہ زمین کا جزو نہیں ہو سکتی ہیں“ مقدمہ رے نلڈ بنام ایشن لی اینڈ سن (۱۹۰۶ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۶۶ کے لحاظ سے پایا جاتا ہے کہ انگریزی قانون میں اس اصول کے متعلق ابھی تک ایک قاعدہ تک ایسا نہیں اختیار کیا گیا ہے جو *سیرج الفم اوٹقل* واستوار ہو۔

۱۔ ہر ایک مادی شے کی قدرتی حدود ہوتی ہیں لیکن زمین کے لئے منجانب قدرت حدود معین نہیں کی گئی ہیں۔ اس پر بھی ایک زمین کا حصہ دوسری زمین کے حصہ سے جو علیحدہ قرار دیا جاتا ہے اس کا سبب رتی حدود نہیں ہیں بلکہ انسان نے مصنوعی حدود قائم کر کے اس طرح ایک شخص کی زمین کو دوسرے شخص کی زمین سے علیحدہ کر لیا ہے۔ بہ حال زمین کے بلحاظ ملکیت جو متعدد اور مختلف قطعات قرار دئے جاتے ہیں ان کا انحصار انسان کی تقسیم ہے جس کو اس نے خود مختارانہ اور مصنوعی طور پر قائم کیا ہے۔ لہذا انسان زمین کی تقسیم در تقسیم علیحدہ علیحدہ ملکیت قائم کرنے کی غرض سے اپنی مرضی کے موافق کر سکتا ہے۔ جن حدود اور خطوط کے ذریعہ سے مکان اراضی اپنی زمینات کی ذیلی تقسیم کرتے ہیں ان کا بخط قائم اور بخط عرض دونوں طرح سے واقع ہونا ممکن ہے یعنی زمین کی ذیلی تقسیم کا عمودی اور افقی (عرضی) دونوں طرز کے خطوط سے ہو سکتی ہے ایک قطع زمین کی سطح کا ایک شخص اور طبقات زیرین کا دوسرا شخص مالک ہو سکتا ہے اسی طرح ایک مکان یا عمارت کی مختلف منزلیں مختلف اشخاص کی ملک ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ دی ٹیلنڈ ریلوے کمپنی بنام رائٹ (۱۹۰۶ء) چانسی جلد ۷ صفحہ ۳۷۷ کے مقدمہ میں عدالت نے طے کیا ہے کہ اس کمپنی کی زمین کے ایک حصہ کی سطح حق قدامت کی بناء پر مرا فو علیہ کی ملک ہو گئی لیکن اس سطح کا طبقہ زیرین جس میں سے ایک ٹنل کمپنی نے گزرنے جاری کی ہے اور جو عرصہ دراز سے مسلسل اس کے قبضہ میں رہی ہے کمپنی کی ملک بھی جائیگی۔

اس پر بھی شومی قسمت سے قانون نے حقوق میں بھی اس قسم کے امتیاز کو جاری کر نیکی کوشش کی ہے۔ جس طرح اشیاء کا محل اور موقع ہوتا ہے اسی طرح قانون میں حقوق کا بھی محل اور موقع تصور کیا جاتا ہے۔ جس طرح منقولہ یا کسی ایک مقام پر ملحق اور مستقل ہوتے ہیں اسی طرح حقوق بھی قانون میں کسی جگہ سے ملحق اور مستقل یا منقولہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حقوق میں جو اس طرح قانون نے امتیاز کیا ہے وہ منطق کے خلاف اور بعید از عقل ہے اور اس کی بنیادیں ہوں جو کہ حقوق ملکیت کو ان اشیاء کے مساوی یا ان کی بجائے تصور کیا گیا ہے جن پر وہ حقوق حامل ہوتے ہیں۔ یعنی حقوق ملکیت اپنی موضوعات کے مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح میں اپنی زمین یا مال منقولہ کا مالک ہو سکتا ہوں اسی طرح میں حقوق آسائش حصص قرضہ جات معاہدات اور ایجادات کا مالک بن سکتا ہوں۔ جس طرح جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میری ملک ہو سکتی ہے اسی طرح یہ تمام حقوق آسائش وغیرہ کا میری ملک میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ زمین معاہدات حقوق آسائش حصص وغیرہ ملک اور جائیداد کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض کے لئے مقام و محل ہے لہذا ان کا جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں تقسیم کیا جانا صحیح اور جائز ہے لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے قانون میں ان میں سے بعض اشیاء کی بجائے ان میں کی تمام اشیاء کو محل اور موقع سے متصف کیا گیا ہے۔ جو صفات مادی اشیاء کے واسطے مخصوص ہیں ان ہی سے قانون نے غیر مادی اشیاء کو بھی متصف کر دیا ہے۔ قانون نے اس امتیاز کی بنیاد پر جو اشیائے طبعی (مادی اشیاء) میں پایا جاتا ہے، تمام حقوق ملکیت کی دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ یہ انوکھا پن محض انگریزی قانون ہی میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ اس کا پتا مالک یورپ کے اکثر و سائیر قانونی میں بھی چلتا ہے۔

لے باڈری لیکن ٹی نری ڈیس بیس دفعہ ۱۲۰ د لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ ایسے حقوق جن کو قانون میں غیر مادی اشیاء خیال کیا جاتا ہے اصل میں منقولہ یا غیر منقولہ اشیاء (یا جائیداد) نہیں ہیں۔ لیکن ایک قانونی مفروضہ یا فسانہ کی بنیاد پر قانون ملک میں ان کی موضوعات کی نوعیت کے لحاظ سے بعض وقت یہ حقوق منقولہ اور بعض وقت غیر منقولہ تصور ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزاحکہ ہو پینڈیگٹن مصنف ڈرویرگ جلد اولہ ۴۴ -

آخر کس اصول پر قانون ملک نے حقوق کی دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی ہیں اس سوال کے جواب میں ایک عام قاعدہ بیان کیا جاتا ہے۔ جب قانون میں ایک حق منقولہ اور دوسرا غیر منقولہ کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون میں حق کی دو ہی صفت سمجھی جاتی ہے جو موضوع حق کی ہے۔ جس حق کا موضوع غیر منقولہ شے ہوتی ہے اس کا حق بھی غیر منقولہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ اسی بنا پر پٹہ سر دی ٹیوڈ (تابعیت استقادرہ از زمین غیر) کفالت ایسی قسم کی جس قدر حقوق زمین غیر میں شخص کو حاصل ہوتے ہیں غیر منقولہ کہلاتے ہیں لیکن ہر ایک ایسا حق جو کسی منقولہ شے میں شخص کو حاصل ہوتا ہے وہ حق منقولہ کہلاتا ہے۔ بہر حال اگر موضوعات کے لحاظ سے قانون میں اس طرح حقوق کی تقسیم کی گئی ہے تو اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو چنداں دشواری نہیں ہو سکتی ہے لیکن ایسے حقوق جیسا کہ تصنیف ایجاد کسی تجارت یا دوکان کی شہرت عام یا نشان تجارت یا نفع معاہدہ کے حقوق ہیں اور جن کی موضوعات مادی نہیں ہیں قانون میں کس طرح تقسیم کی گئی ہے اور اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون ملک میں اس قسم کے تمام حقوق منقولہ قرار دئے گئے ہیں۔ جن حقوق کا کسی وجہ سے جائداد غیر منقولہ میں شمار کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ہے یا جو حقوق اس قسم کی جائداد میں داخل ہونے کے مستحق نہیں پائے جاتے ہیں ان کا شمار جائداد منقولہ میں کیا جاتا ہے اور ان کو حقوق منقولہ کہتے ہیں بہر حال جو حقوق پہلی صنف میں داخل ہونے کے بعد باقی رہ جاتے ہیں ان پر حقوق منقولہ کا مجموعہ مبنی ہوتا ہے۔

قانون ملک نے حقوق کی نہ صرف دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور کام کیا ہے مقام اور محل سے ہی حقوق کو متصف کیا گیا ہے۔ قانون ملک نے محض اس امر کا بیان کرنا کہ فلاں حق کا وجود ہے اپنے ذمہ لیا ہے بلکہ اس امر کا تعین کرنا کہ اس حق کا وجود کہاں ہے اس نے اپنے پر فرض کر لیا ہے۔ جن حقوق کا تعلق اشیاے مادی سے ہوتا ہے یعنی جن حقوق کی موضوعات مادی اشیا ہیں ان کا موقع اور محل بتلانے میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آتی چنانچہ قانون میں کسی سر دی ٹیوڈ یا کسی حق در زمین غیر کا وہی مقام ہے جہاں کہ زمین ممنوع واقع ہوتی ہے۔ ایسا ہی جو حق کسی شے پر ہوتا ہے وہ جائداد منقولہ ہے اور جہاں وہ شے منتقل

ہوتی ہے وہ حق بھی اس شے کے ساتھ منتقل ہوتا ہے۔ لیکن جس حق کا مضموع کوئی مادی شے نہیں ہے تو اس حق کا مقام یا محل کیونکر معین کیا جاسکتا ہے۔ قرعے یا کسی کمپنی کے حصے یا کسی معاہدے کے نفع یا کسی حق تصنیف کا کیا مقام اور محل ہے؟ ان حقوق کا محل وقوع کس شے کو سمجھنا چاہئے؟ ان سوالات کا کسی صحیح اصول در قاعدے کے ذریعے سے جواب دینا ممکن نہیں ہے لیکن ان کے جوابات بعض اصول کی مشابہت کی بنا پر دئے جاسکتے ہیں۔ مصنفین نے چند من گھڑت جوابات دئے ہیں اور ہم اس مقام پر نہایت افسوس سے ان سوالات و جوابات کو دبیج کئے دیتے ہیں۔ قانون ملک کی حالت موجودہ پر نظر کرتے ہوئے اس قسم کے حقوق کے متعلق چند قواعد کا پتہ چلتا ہے اور یہ قواعد اس مضموع پر مشتمل ہیں کہ ہر ایک قسم کی جائیداد کا جس کا وجود ہو سکتا ہے کمپنی نہ کمپنی (کسی ایک مقام پر) موجود ہونا لازم ہے۔ ان قواعد کے اطلاق کے لئے حقوق کے مقام و محل کا تعین بھی لازم ہے۔ حاسب حقوق کے محل وقوع کے قرار دینے میں قانونی مفروضات اور افسانہ جات سے کام لینے کی ضرورت ہی کیوں نہ پیش آتی ہو۔ چنانچہ لارڈ لنڈ نے لکھا ہے کہ "جائیداد کے متعلق جو تصور قانونی ہے اس سے تشریح ہوتا ہے کہ اس کے مقام وجود یا اس کے محل وقوع کا بھی اسی طرح قانون میں تصور کیا جانا ضرور ہے۔۔۔ یہ کہنا کہ جائیداد کسی مقام پر نہیں موجود ہوتی ہے میرے نزدیک بعید از فہم ہے۔"

حقوق کے مقام و محل کو معین کرنے کی بابت ایک عام اور مشہور اصول یہ ہے کہ حق کا محل وقوع وہ مقام سمجھا جاتا ہے جہاں اس سے حقدار مستفید اور اس پر متصرف ہوتا ہے۔ لہذا جہاں مادی اشیاء واقع ہوتی ہیں وہی مقام ان کے حقوق متعلقہ کا

مثلاً انگریزی عدالتوں کو اشخاص متوفی کے متعلق اہتمام ترکہ کا انگلستان کے ان ہی مقامات میں اختیار حاصل ہے جن مقامات میں اشخاص متوفی کی جائیداد واقع ہوتی ہے۔ ایسا ہی قانون مالگزاری اور قانون بین الاقوامی کے بعض ان حصوں کی بنا جن کا تعلق مختلف سلطنتوں کی رعایا سے ہے اس مفروضہ پر رکھی گئی ہے کہ تمام حقوق ملکیت کے لئے کمپنی کیس محل وقوع ہوا کرتا ہے۔

۱۔ ان لینڈس و نیوکمشنرز بنام ملزائیڈ کمپنیز راجرین لمیٹیڈ (۱۹۱۶ء) اپیل کیسیر صفحہ ۲۱۳۶۔

سمجھا جاتا ہے۔ تجارت یا دوکانداری کی شہرت عام اسی مقام پر سمجھی جاتی ہے جہاں اس قسم کا کاروبار چلا یا جاتا ہے۔

فرضہ جات کا عموماً ان ہی مقامات میں واقع ہونا تصور کیا جاتا ہے جہاں ان کے دیون رہتے ہیں کیونکہ دائن کو اپنے زردین کے وصول کرنے کے لئے اسی مقام پر جانا پڑتا ہے

۱۵ ان لینڈس وے نیوکمشنز بنام لمز اینڈ کمپنیز مارجرین لمیٹڈ (۱۹۰۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۲۳۶۔
ٹے ڈائس کان فلیکٹ آف لارڈ (تصادف قوانین) صفحہ ۳۱۰ طبع دوم۔

۱۶ بعض ایسے نظائر پائے جاتے ہیں جن کے فیصلوں میں عدالت نے فرض کیا ہے کہ جائیداد غیر مادی (جائیداد غیر جسمانی) کے لئے موقع اور محل کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر دی اسمیلنگ کمپنی آف آسٹریلیا بنام کمشنرز آف ان لینڈس وے نیو (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ۱۴۲ میں طے پایا ہے کہ نیوسوٹھ ویلز کے حق ایجاد کا ایک حصہ اور اس ایجاد کو اس آبادی (آسٹریلیا) کے ایک مخصوص ضلع میں استعمال کرنے کا حق ایسی جائیداد نہیں ہے جو ریاست متحدہ (برطانیہ عظمیٰ و آئر لینڈ) کے باہر موقع اور محل رکھتی ہو۔ اس مقدمہ میں جس جائیداد یا حق کا محل وقوع برطانیہ عظمیٰ اور آئر لینڈ کے باہر قرار دئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ قانون اسٹامپ بابت (۱۸۹۱ء) کی دفعہ ۵۹ ذیلی دفعہ ۱ کے معنوں میں داخل نہیں ہیں۔ اس رپورٹ کے صفحہ ۸۱ پر لارڈ جسٹس لوٹس نے لکھا ہے کہ ”یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی حق ایجاد یا ایسی اجازت جس کے ذریعہ سے وہ حق استعمال کیا جائے جو انسان کو نظر نہ آئے اور اسکی قوت لامحدود سے محسوس نہ ہو سکے۔ باوجود اس کے اسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مقام یا محل پر واقع ہے۔“ ہر حال اس خیال کے خلاف جن آرا کا لارڈ جسٹس گچین لرنے بمقدمہ

لمز اینڈ کمپنیز مارجرین لینڈ بنام ان لینڈس وے نیوکمشنز (۱۹۰۱ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲
اظہار کیا ہے وہ قابل دید ہیں۔ ایسا ہی جب اس فیصلہ کا مراجعہ ہوا لارڈ لینڈس نے لارڈ جسٹس لوٹس کی رائے کے خلاف حقوق اور غیر مادی جائیداد کے لئے محل اور مقام کا ہونا لازمی قرار دیا ہے ملاحظہ ہو یہی نظریہ (۱۹۰۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۲۳۶۔ اس کے علاوہ جائیداد غیر مادی کے محل اور مقام کے متعلق ملاحظہ ہو
ڈیو نیو بین شگر ٹیکسٹریل بنام کمشنرز آف ان لینڈس وے نیو (۱۸۹۹ء) کنکریٹ بینچ جلد ۱ صفحہ ۵۴۵۔
کمشنرز آف اسٹامپ بنام ہوپ (۱۸۹۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۷۶۔ اثر فی جنرل بنام ڈی منڈ کریسٹن اینڈ
جروس صفحہ ۳۵۶۔ ریو آئر ڈرپورٹس جلد ۳ صفحہ ۳۲۶۔ بمقابلہ کلارک (۱۹۰۴ء) چانسرری جلد ۱ صفحہ ۲۹۴۔

جہاں اس کے دیون کی سکونت ہوتی ہے۔

فصل ۵۶ ری آل (متعلق شے) اور پرنسپل (خلاف شخص) جائداد

جائداد کی جو دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی گئی ہیں اسی کے مشابہہ جائداد کی ری آل (متعلق شے) اور پرنسپل (خلاف شخص) دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ جو فرق منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں ہے اسی سے جائداد کا یہ دو فرق ری آل اور پرنسپل مستخرج ہوا ہے۔ تمام حقوق ملکیت یا جائداد کے متعلق جس قدر حقوق ہیں ان کا مجموعہ ان دو تقسیم متداخل سے منقسم ہوتا ہے۔ ری آل جائداد اور غیر منقولہ جائداد ایسے دو متداخل دائرے ہیں جو تقریباً ایک دوسرے سے مساوی ہیں لیکن دونوں ایک نہیں ہیں دونوں میں نہایت خفیف سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہمیں اس قسم کی جائداد کے متعلق دو علیحدہ صفتیں (ری آل اور غیر منقولہ) استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ری آل جائداد کا قانون تقریباً وہی قانون ہے جس کا تعلق اراضی سے ہے یا یوں کہئے کہ ری آل جائداد کے قانون اور قانون اراضی میں شکل سے کسی قسم کا فرق پایا جاتا ہے لیکن اس قسم کی مشابہت اور مساوات جائداد کے قانون اور جائداد منقولہ کے قانون میں نہیں پائی جاتی ہے۔ جائداد کی ان دونوں قسموں میں جو خفیف سا فرق ہو گیا ہے اس باعث کوئی منطقی دلیل نہیں ہے بلکہ اس امتیاز کی وجہ وہ طریقہ اور طرز ہے جس طریقے سے قانون ملک میں ترقی ہوئی اور اس کو ایک قسم کا حادثہ سمجھنا چاہئے۔ لہذا جائداد کی جو دو قسمیں ری آل اور پرنسپل قرار دی گئی ہیں وہ محض انسان کی خود مختار طبیعت کا نتیجہ ہیں ورنہ یہ تقسیم کسی طرح بھی علی اسباب پر مبنی نہیں ہے ری آل جائداد ان تمام حقوق پر مشتمل ہوتی ہے جس کا تعلق اراضی یا زمین سے ہوتا ہے اور اس جائداد میں بعض ایسے حقوق وغیرہ اضافہ کئے گئے ہیں اور چند ایسی مستثنیات کا شمار کیا جاتا ہے جن کو اراضی میں داخل کرنا قانون میں مناسب خیال کیا گیا ہے۔ ان کے سوا دوسرے جس قدر حقوق ملکیت ہیں خواہ ان کا تعلق شخص سے ہو کہ شے سے

ان پر پرنسپل جائیداد کا قانون مشتمل ہوتا ہے۔

پرنسپل اور ری آل حقوق کے فرق کی بناءً منطق اور عقل ہے لیکن اس طرح جائیداد میں جو فرق کیا جاتا ہے وہ عقل اور منطق پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان دونوں قسم کے فرق میں کوئی تعلق یا ربط پایا جاتا ہے۔ اس پر بھی ان دونوں امتیازات میں ایک تاریخی تعلق ہے کیونکہ یہ دونوں قسم کے فرق ایک ہی ماخذ سے مستخرج ہوئے ہیں یعنی ان کا ماخذ رومانیوں کا وہ امتیاز ہے جس کی بناءً پر رومانیوں نے دعوے کی دو قسمیں دعوے متعلق شے اور دعوے خلاف شخص قرار دی تھیں۔ اس لحاظ سے ری آل جائیداد سے مراد ابتداء میں وہ جائیداد تھی جو ری آل نالش کے ذریعے سے یعنی نالش متعلق شے کے ذریعے سے حاصل کی جاتی تھی۔ اور پرنسپل جائیداد وہ جائیداد تھی جو پرنسپل (خلاف شخص) نالش کے ذریعے سے حاصل ہو سکتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ انگریزی قانون میں نالشوں کی جو دو قسمیں ری آل (متعلق شے) اور پرنسپل (خلاف شخص) قرار دی گئی تھیں اس کی ابتداء یکمشن اور دوسرے اشخاص نے کی ہے جو انگریزی قانون کے بانی ہیں اور ان لوگوں نے اس امتیاز کو جسطہ میں کی نالشات متعلق شے اور نالشات خلاف شخص سے استخراج کیا ہے۔ حالانکہ اس زمانہ کی ضرورتوں کی بناءً پر اس عہد کے انگریزی قانون کے اس امتیازی مسئلے میں رومانیوں کے مسئلہ امتیاز سے کہیں زیادہ اہم اور مفید ترمیمات کی گئی تھیں۔

منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد نیز پرنسپل اور ری آل جائیداد میں جو فرق و امتیاز ہے اس کے متعلق لفظ چٹیل (Chattel) یعنی مال یا جائیداد منقولہ کے مختلف مفہوم اور معنی قابل غور ہیں چنانچہ اس اصطلاح کے انگریزی قانون میں تین مختلف معنی ہیں۔

۱۔ ایک منقولہ جسمانی شے مثلاً گھوڑا کتاب شلنگ وغیرہ خصوصاً جب کہ ان جسمانی اور طبعی اشیاء اور زمین میں فرق کرنا منظور ہو تو پہلی قسم کی چیزوں کو چٹیل یعنی مال یا جائیداد غیر منقولہ کہتے ہیں۔

۲۔ مشرقی۔ سی ویلر لا کو اریٹر جنرل جلد ۴ صفحہ ۳۹ پر اس مسئلہ کے متعلق بخوبی بحث کی ہے۔

جائیداد منقولہ جس میں جسمانی اور غیر جسمانی (مادی اور غیر مادی) دونوں قسم کی جائیداد شامل ہے یعنی اس قسم کی جائیداد میں ایسی کل اشیاء داخل ہیں جن کے لئے مال یا جائیداد منقولہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے نیز ایسے تمام حقوق ملکیت جو غیر منقولہ حقوق کے مجموعے میں داخل نہیں ہیں چنانچہ اس طرز عمل کی بناء پر قرضہ جات حصص معاہدات اور ایسے دعاوی رجوع کرنے کے حقوق جن کے ذریعے سے قرضہ یا نزروصول کیا جاتا ہے اسی طرح سے مال یا جائیداد منقولہ کہلاتے ہیں جس طرح سے فرنیچر (مینر کرسی) یا تجارتی سامان وغیرہ کو جائیداد منقولہ کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایجادات (حقوق ایجاد) حقوق تصنیفات اور دیگر حقوق متعلق شے یعنی ایسے حقوق جن کا تعلق زمین سے نہ ہو جائیداد منقولہ ہیں۔ ان تمثیلات سے ظاہر ہے کہ لفظ جیسٹل کا دو طرح سے اطلاق کیا جاتا ہے اس میں ایک ہے لیکن اس کی مسمی بہ دو قسم کی اشیاء ہیں یعنی جیسٹل (مال یا جائیداد منقولہ) کا اطلاق مادی اشیاء اور حقوق دونوں پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں سے مراد جائیداد منقولہ لی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جس طرح صنعت یلوچ کے ذریعہ سے جائیداد جسمانی اور غیر جسمانی میں فرق کیا جاتا ہے اسی طرح اسی صنعت زبان کی بناء پر لفظ مال یا جائیداد منقولہ کا اس طرح دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ پرنٹل جائیداد جس میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں قسم کی جائیداد شریک ہے اور اس مفہوم کے لحاظ سے پرنٹل جائیداد ری آل جائیداد کی ضد سمجھی جاتی ہے۔ اسی مفہوم کی بناء پر بیٹہ جات اراضی کا جیسٹل یعنی مال یا جائیداد غیر منقولہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ بیٹہ زمین کو جائیداد غیر منقولہ قرار دینے کا سبب انگریزی قانون کا ایک مخصوص قاعدہ ہے جس کی وجہ سے ری آل (غیر منقولہ) جائیداد کے دائرہ عمل سے اس کو خارج کیا گیا ہے۔

فصل ۷ شخص کے اسکی غیر مادی اشیاء میں حقوق

حق ملکیت کا موضوع کوئی مادی یا غیر مادی شے ہوا کرتی ہے۔ مادی شے سے مراد کوئی جسمانی یا طبعی شے ہے اس کے علاوہ دوسری جو شے ہو سکتی ہے وہ غیر مادی یا غیر طبعی اور ایسی غیر مادی شے کسی حق کا موضوع ہو سکتی ہے۔

لہ قانون میں جس حد تک صفات مادہ حقوق کی موضوعات سمجھی جاتی ہیں اس حد تک ان کا مادی اشیاء میں

پہلی قسم کی اشیاء کا قانون جائداد سے تعلق ہے۔ اکثر حالات اور نظائر کا لحاظ کرتے ہوئے حق جائداد سے مراد ایسا حق ہے جس کا کسی مادی شے کے تمتعات و تصرفات سے تعلق ہوتا ہے بالفاظ دیگر کسی مادی شے سے متمتع اور اس پر متصرف ہونے کے حق کو عموماً حق جائداد کہتے ہیں۔ سو وہ بہبود انسان کا جن مادی ذرائع سے تعلق ہے ان میں سے ایک نہ ایک ذریعے کا تقریباً ہر ایک انسان کو عطا کرنا قانون ملک کی اس خاص صنف یا جزو کا کام ہے یعنی زمین کو ان انسانوں میں جو اس پر بستے ہیں بدرجہ اتم تقسیم کرنا قانون جائداد غیر منقولہ کا فریضہ ہے۔ انسان کی عقل اور محنت کا جس قدر غیر مادی محال ہے اس کو اصل میں اشیائے غیر مادی سمجھنا چاہئے اور اس قسم کی جس قدر اشیاء ہیں ان کو قانون میں حقوق جائداد کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ بطور کلیہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک انسان اس شے کا جس کو وہ بناتا یا پیدا کرتا ہے مالک ہوتا ہے۔ جو شے جس انسان کی عقل و محنت سے پیدا ہوتی یا بنتی ہے وہ اسی کی ملک ہے اور اس شے سے مستفید ہونے یا اس پر تصرف کرنے کا بلا شرکت غیرے وہی انسان مستحق ہے انسان اپنی قوت دماغی سے جن غیر مادی اشیاء کا صنعت کر

بقیہ صفحہ گزشتہ: شمار کیا جانا چاہئے۔ مادہ کی ایسی صفات جو قانون میں جائداد شخص کے لئے مخصوص ہو سکتی ہیں اصل میں دو ہیں یعنی قوت اور مکان (فضا) قانون میں بھی مال یا جائداد منقولہ سمجھی جاتی ہے اور اس بناء پر بجلی ایک شخص کی ملک ہو سکتی ہے اس کی بیع و شری ممکن اور جائز ہے اس کا چوری جانا بھی ممکن ہے بہر حال جو شخص چاہے بجلی کی بابت فعل جائز یا ناجائز کا ارتکاب کر سکتا ہے ملاحظہ ہو قانون بابت ۴۵۔ اور ۴۶ سنہ جلوس و کثوریہ باب ۵۶ دفعہ ۲۳۔ جس طرح مادی اشیاء کے فضائیں واقع ہونے سے فضا یا مکان کئی اشخاص کی ملک قرار پاتا ہے اور ہر ایک اس طرح کا حصہ فضا اپنے مالک کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے اسی طرح فضا کے خالی حصوں میں بھی ملک بننے کی قابلیت ہے۔ میرے مکان کے اندر جس قدر خلا ہے وہ میری اسی طرح سے ملک ہے جس طرح سے مکان کی دیوار اور چھت میری ملک ہے۔ یہ بھی ایک عام مقولہ ہے کہ مالک زمین کی ملک فضا کا اس قدر حصہ ہے جو اس کی زمین کی سطح سے شروع ہو کر تریا تک پہنچتا ہے۔ جہاں اس مقولہ کی کمال صداقت یا صحت قانون ملک کی موجودہ حالت کے نظر کرتے شبہ سے خالی نہیں ہے لیکن قیاساً نظر یہ قانونی کی رو سے ملکیت فضا کے مسئلہ کی صحت میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آتی ہے۔

ہوتا ہے یا یوں کہے کہ جس آدمی کے دماغ کی جو غیر مادی پیداوار ہے اس کا وہی آدمی مالک ہے اور جس طرح اس کی زمین یا مال اس کو عزیز ہوتا ہے اور جس طرح زمین یا مال اس کی قیمتی اشیاء ہیں اسی طرح یہ غیر مادی اشیاء بھی جن کو وہ اپنی قوت دماغی سے بناتا یا پیدا کرتا ہے اس کے نزدیک عزیز اور قیمتی ہیں۔ اسی بنا پر قانون ملک نے انسان کو اس کے غیر مادی دماغی محال پر حقوق ملکیت عطا کئے ہیں۔ جو شخص مالک کی اجازت کے بغیر اس طرح کے محال میں تصرف کرے وہ اسی طرح سے اس شخص کے حقوق ملکیت کی پامالی کرتا ہے جس طرح سرقہ یا مداخلت بیجا کے ارتکاب سے وہ اس مالک کے حقوق کو ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اس نوع کی غیر مادی جائداد کی پانچ مخصوص اقسام ہیں۔

۱۔ ایجادات۔ حق ایجاد کا موضوع، ایجاد و اختراع ہوا کرتی ہے۔ جس شخص کے ذہن و ذکا یا محنت کے ذریعے سے صنعت و حرفت میں کسی جدید طریقے یا ترکیب کی ایجاد ہوتی ہے یا کوئی جدید آلہ بنایا جاتا ہے وہی شخص اس ترکیب اور اس آلہ کے استعمال کرنے اور اس سے مستفید ہونے کا مستحق ہے۔

۲۔ حق تصنیف متعلق ادبیات۔ اس حق کا موضوع وہ واقعات یا خیالات ہیں جن کا مصنف اپنی قوت ادب اور زور قلم سے اظہار کرتا ہے۔ اس شخص کی فہم و فراست یا محنت کا نتیجہ اس قسم کا ادبی مواد ہوتا ہے وہی اس کا مالک ہے اور کسی دوسرے شخص کو اس سے استفادے کی نہ تو اجازت ہے اور نہ وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

۳۔ حق تصنیف متعلق فن مصوری۔ مصوری کی جس قدر اقسام جیسا کہ نقاشی

۱۷ اس کے قبل اس کتاب کی فصل ۸۸ میں اشیاء کی جسمانی اور غیر جسمانی اشیاء میں جو تقسیم کی گئی ہے اس کو اشیاء کے مادی اور غیر مادی ہونے کے موجودہ فرق میں خلط ملط نہ کرنا چاہئے۔ یہ دوسرا ایک منطقی فرق ہے اور پہلا امتیاز محض ایک قسم کی صنعت زبان ہے۔ غیر جسمانی شے اصل میں ایک قسم کا حق ہے یعنی ایسا حق جس کا موضوع تو کوئی مادی شے ہوتی ہے لیکن حق اپنے ایسے موضوع کی بجائے نہیں سمجھا جاتا یعنی حق اور اسکے موضوع کی ایک ہی ہستی نہیں خیال کی جاتی غیر مادی شے حق نہیں ہے بلکہ کسی حق کا موضوع ہوا کرتی ہے۔ غیر مادی شے سوائے مادی شے بننے کے ہر ایک قسم کے حق کا موضوع قرار پا سکتی ہے۔

رنگ سادی مثبت کاری اور عکاسی ہیں وہ تمام ایک ایسے حق کی موضوعات ہیں جو ادبی حق تصنیف کے مشابہ ہیں۔ جو چیزیں کسی مصور کے فہم و فراست اور تدبیر و مہارت یا کسی عکاس کی ذاتی محنت کا نتیجہ ہیں ان کا مالک میں تصور یا عکاس کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا اور یہ اشخاص بلا شرکت غیرے اپنے مصنوعات سے مستفید ہونے کے مستحق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حق کا موضوع وہ مادی شے نہیں ہے جس کو مصور یا عکاس بناتا ہے بلکہ موضوع حق وہ شکل یا شبیہ ہے جو مصور یا عکاس کے فن کے ذریعے سے اس مادی شے پر آتی ہے مفہوم خارجی (مفہوم جسمانی) کے لحاظ سے تصویر سے مراد وہ مادی رنگ اور کین و پس (پارچہ) ہے جس سے تصویر بنتی ہے اور جو شخص ان دونوں مادی اشیاء کو خریدتا ہے وہی اس تصویر کا مالک ہوتا ہے لیکن تصویر اپنے ذہنی یا مثالی مفہوم کے لحاظ سے اس شخص کی ملک ہے جو اس شکل کو اپنے دماغ سے باہر لاتا ہے اور ان دو مادی اشیاء کے ذریعے سے اسے جامہ ظاہری پہناتا ہے۔ لہذا پہلی تصویر ایک مادی جائداد اور دوسری تصویر ایک غیر مادی جائداد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے مالک تصویر کا جو حق ہے وہ اسکی ذات سے مخصوص ہے اس میں کسی دوسرے شخص کو تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تصویر کے چوری جانے یا ٹوٹ جانے سے مالک کے اس حق کی پامالی ہوتی ہے جو اس کو اس کی مادی تصویر پر حاصل ہے لیکن غیر مادی تصویر پر مالک کو جو حق حاصل ہے وہ اس طرح پامال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی پامالی کے لئے اس ذہنی یا مثالی شکل و شبیہ کو سرقہ کرنے کی ضرورت ہے جو مصور کے دماغ سے نکل کر جامہ ظاہری پہنتی ہے۔ سرقہ کرنے والے اس ذہنی چربے سے دوسری مادی تصویریں بنایا کرتے ہیں۔

۴۔ ایجادات موسیقی اور ناٹک وغیرہ کا حق تصنیف۔ غیر مادی اشیاء کی جو تھنی قسم کا تعلق ان تصنیفات سے ہے جو موسیقی اور ناٹک کے کھیل تماشوں کی نسبت نکھی جاتی ہیں۔ یعنی (موسیقی داں) اور ناٹک یا ڈراما نویس کی عقل و فراست سے جو غیر مادی شے (کوئی راگنی یا سرود یا ڈراما یعنی ناٹک کا کھیل) پیدا کی جاتی ہے وہ موضوع ہے ایسے حق ملکیت کی جس سے متمتع ہونے کا حق بلا شرکت غیرے اس کے مصنف کو حاصل ہوتا ہے اور جو شخص معنی یا ناٹک نویس کی اجازت کے بغیر اسکی ایجاد کردہ راگنی

دیا غنا کو گا کر اور ایسا ہی دوسرے شخص کے ایجاد کردہ ٹائمک کا تماشہ دکھلائے تو اس کے اس فعل سے ان غیر مادی اشیاء کے مالکوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

۵۔ تجارتی حسن ظن نشانات تجارت اور تجارتی نام۔ غیر مادی اشیاء کی یہ پانچویں اور آخری صنف ہے، تجارتی حسن ظن اور اس کے دو مخصوص اشکال پر جو نشانات تجارت اور تجارتی ناموں کے لقب سے مشہور ہیں مشتمل ہے۔ جو شخص اپنی عقل و محنت سے اپنے بیوپار کو فروغ دیتا ہے اور اس بنا پر اس کے خریداروں میں اس کی ساکھ قائم ہو جاتی ہے تو اس کو خریداروں کے اس حسن ظن میں ایک قسم کا حق پیدا ہوتا ہے اور لوگ اسی شخص سے اس مال تجارت کو خریدنے کی طرف مائل ہوتے ہیں جس کا وہ بیوپار کرتا ہے۔ لہذا جو تجارتی حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا وہی تاجر بلا شرکت غیر مستحق ہے جس کی عقل و محنت سے اس کا وجود ہوا ہے، اگر کوئی دوسرا تاجر عوام کو غلط باور کرائے کہ وہ اسی تجارت کو چلاتا ہے، یا پہلے شخص کے تجارتی اعتبار سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کے ہاتوں پہلے شخص کے حق کی پامالی ہوتی ہے۔ اس تجارتی حسن ظن کے حق کی دو مخصوص اشکال ۱۔ نشانات تجارت، اور ۲۔ اسمائے تجارت کے حقوق ہیں۔ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ کسی ایک نام سے تجارت کرے یا اپنا بیوپار چلائے یا اپنا مال فروخت کرے۔ جس نام کو جو شخص اپنے تجارتی اغراض کے لئے اختیار کرتا ہے اس کے استعمال کرنے کا دوسرا شخص مجاز نہیں ہے اور نہ اس طرح سے دوسرا شخص عوام کو دھوکا دے کر پہلے شخص کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک تاجر کو اپنے حسبِ نحوہ نشانات تجارت (اپنے مال کے لئے) استعمال کرنے کا اختیار ہے۔ وہ جس قسم کا تجارتی نشان چاہے اپنے مال پر قائم کر سکتا ہے ان تجارتی نشانات کے ذریعے سے بازار میں مختلف تاجروں کے مال کی شناخت ہوتی ہے۔ ایک تاجر کے نشان کو دوسرا تاجر استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

فصل ۱۵۸۔ پٹے جات

اب تک شخص کے ایسے حقوق کے مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کو

اس کی اشیا میں شامل ہوتے ہیں اور جن کا تعلق قانون جائیداد سے ہے۔ لیکن اس فصل میں اور اس کے بعد ہم شخص کے ان مختلف حقوق کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو اس کو دوسروں کی اشیا میں شامل ہوتے ہیں اور جو قانون جائیداد کے تابع ہیں۔ اس قسم کے حقوق میں جیسا کہ اس کے قبل بیان کیا گیا ہے۔ چار سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہیں یعنی پٹ جات سروی ٹیوڈ رتا بیعات استقادات در جائیداد غیر کفالتیں اور امانتیں۔ امانت اور اس کی نوعیت کے متعلق ایک دوسرے سلسلے میں صراحت سے بحث کی گئی ہے لہذا اس مقام پر باقی تین حقوق کی نسبت تحقیق کرنا مناسب ہے اور ان میں سب سے پہلے ہم پٹ یا حق مقابضت کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اگرچہ زمین کا پٹ اور مال (یا جائیداد منقولہ) کی امانتی تحویل بلحاظ نوعیت ایک ہی قسم کے معاملات ہیں لیکن (انگریزی زبان) کوئی ایسا وسیع المفہوم لفظ نہیں ملتا جو ان دو اصناف کے لئے بطور جنس استعمال ہو سکے بہر حال زمین کے پٹ یا اس کی مقابضت کے لئے کبھی لفظ تحویل نہیں استعمال کیا جاتا ہے اور اگرچہ اصطلاح کے کمال جائیداد منقولہ کے لئے استعمال کرنا قطعاً متروک العمل نہیں ہے لیکن زبان میں یہ لفظ اہل زبان کی جو مختاری کی وجہ سے زمین کے لئے مخصوص و محدود ہو گیا ہے۔ چونکہ ان حقوق کی تقسیم میں ہر قسم کو حسن ترتیب و سلسلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اس لئے ہم محاورہ زبان کے خلاف لفظ پٹ (Lease) کو جنس کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ہمارے استعمال کے مطابق

۱۔ کتاب ہذا فصل ۸۳۔

۲۔ کتاب ہذا فصل ۹۰۔

۳۔ کفالتوں (یا زیر باریوں) کا تعلق نہ صرف قانون جائیداد سے ہے بلکہ قانون زمام کے بھی یہ موضوع بیان ہیں۔ مثلاً ناشات کے ذریعہ سے قرضے یا روپے وصول کر کے حقوق رہن کے لئے جاسکتے ہیں اس قسم کے حقوق کا بذریعہ امانت یا حبہ کیا جانا ممکن ہے اور جس طرح زمین (جائیداد غیر منقولہ) اور جائیداد منقولہ حقوق در اشیا کے غیر کامنوع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے یہ حقوق بھی جائیداد و اشیا کے غیر کامنوع قرار پاسکتے ہیں لہذا کفالت (یا زیر باری) کے مختلف اقسام کی نوعیت کے متعلق جو کچھ بھی اس مقام پر کہا جاسکتا ہے بعینہ وہی صفات اور اقسام حقوق در اشخاص (حقوق خلاف اشخاص) کے ہیں اور اس طرح سے ان حقوق کا بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔

اس لفظ میں نہ صرف زمین کی مقابضت داخل ہے بلکہ ہر ایک قسم کی جائداد منقولہ کی تحویل اور غیر جسمانی جائداد کی ہر ایک ایسی کفالت (زیر باری) کا جو بلحاظ نوعیت مقابضت زمین کے حامل ہو شمار کیا جانا چاہئے۔

مفہوم حبس کے لحاظ سے پٹہ ایک قسم کی کفالت یا زیر باری ہے۔ جائداد کا ایک شخص مالک ہوتا ہے اور اس کے قبضے اور تمتع سے دوسرا شخص مستفید ہوتا ہے اسی قبضے اور تمتع کو پٹہ کہتے ہیں یعنی پٹے کے ذریعے سے ملکیت اور قبضے میں فترت پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ قبضے سے مراد کسی حق کا مسلسل استعمال و عمل ہے اور اگرچہ مالک یا حقدار ہی اپنے حق پر عموماً مسلسل عمل کرتا ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں حق کا اس طرح کا عمل غیر کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقے سے ملکیت اور قبضے میں جو فرق پیدا کیا جاتا ہے وہ جائز بھی ہو سکتا ہے اور ناجائز بھی اور اگر وہ جائز ہے تو اس کو مالک کی حقیت پر ایک قسم کی کفالت یا زیر باری سمجھنا چاہئے۔

عموماً کسی مادی شے کا حق ملکیت اور خصوصاً ملکیت زمین پٹے کے ذریعے سے مکفول یا زیر بار کی جاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں محاورہ زبان کے لحاظ سے مادی شے (جو پٹے پر دی جاتی ہے) حق (پٹہ داری) کے بجائے استعمال کی جاتی ہے چنانچہ لوگ اس کے عادی ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ زمین کا پٹہ ہو گیا ہے یا زمین پٹہ پر اٹھا دی گئی ہے۔ جس طرح انگریزی میں ملکیت زمین اور قبضہ زمین کے الفاظ حق ملکیت اور حق قبضہ کی بجائے استعمال ہوتے ہیں یعنی ان حقوق کو جس طرح مادی شے زمین کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح لفظ پٹہ کو جس کے اصلی معنی حق پٹہ داری ہیں اس مادی شے (زمین) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس پر وہ حق واقع ہوتا ہے۔ پٹہ داری یا پٹہ گیرندہ سے مراد ایسا شخص ہے

۱۔ صرف کفالت کی شکل میں جیسا کہ گرو کی کیفیت ہے شے مقبوضہ (یعنی زمین کے عوض جائداد منقولہ کا قبضہ منتقل کیا جاتا ہے) بدل جاتی ہے اس لئے اس صورت میں قبضہ کا شمار پٹے میں نہیں بلکہ کفالت میں کیا جاتا ہے۔

جس کو جائز طور پر کسی ایسی زمین کا قبضہ ملتا ہے جس کی ملکیت کسی دوسرے شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ مالک زمین اپنے دہندہ کہلاتا ہے اور یہی شخص اپنی زمین کا قبضہ پٹہ گیرندہ کو منتقل کرتا ہے۔ پٹہ کے ذریعے سے جو زیر باری یا کفالت جائیداد پر پیدا کی جاتی ہے وہ کسی بادی شے کے حق ملکیت تک محدود نہیں ہے بلکہ ایسے تمام حقوق پٹے پر دے جاسکتے ہیں جن پر شخص کا قبضہ ہو سکتا ہے یعنی انسان اپنے جملہ مقبوضہ حقوق کو پٹے پر دے سکتا ہے۔ قبضے سے مراد شخص کا کسی شے یا حق مسلسل اور منتقل طور پر تصرف کرنا اور اس کو اپنے استعمال میں لانا ہے لہذا جن حقوق پر شخص کا قبضہ ہو سکتا ہے انہیں حقوق کا پٹہ بھی ہو سکتا ہے اور جن حقوق پر کسی شخص کا قبضہ نہیں رہ سکتا ہے وہ ایسے حقوق ہیں کہ انسان کے ان پر تصرف کرنے سے وہ ختم یعنی ساقط ہو جاتے ہیں۔ جب زمین پٹے پر دی جاتی ہے تو ایسا (سروی ٹیوڈ حق استفادہ و رزمین غیر) جو اس زمین سے متعلق ہوتا ہے اس کا بھی پٹہ کر دیا جاتا ہے مثلاً پٹے کے ساتھ حق آمد و رفت جو اس زمین سے متعلق رہتا ہے پٹہ دار کو مل جاتا ہے بہر حال سروی ٹیوڈ متعلقہ پٹہ کے ذریعے سے زمین کیساتھ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ایسا ہی مالک پٹے اپنے پٹے کو ذیلی یا شکمی پٹے پر دیکر اپنے پٹے کو زیر بار کر سکتا ہے۔ کسی ایجاد یا حق تصنیف کا مالک اپنے ایسے حق کا پٹہ مدت معینہ کے لئے دوسرے شخص کو عطا کر سکتا ہے جس کی وجہ سے پٹہ دار اس حق پر تصرف کرنے یا اس سے متمتع ہونے کا مجاز ہو سکتا ہے لیکن اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس فرائض کو بھی مکفول یا زیر بار کرنا ممکن ہے بشرطیکہ جو متمتع ان سے حاصل کیا جاتا ہے یا جس قسم کا تصرف شخص ان پر کر سکتا ہے اس میں منتقل اور مسلسل طور پر جاری رہنے کی قابلیت ہو۔ مثلاً وظائف یا رقوم سالانہ حصص روپیہ جو سرمایہ جات سرکاری (سرکاری اسٹاک برامسری نوٹ اور ڈائجینر جن پر سود بہ اوقات مقررہ ملا کرتا ہے) میں لگایا جاتا ہے اور سودی قرضہ جات کا مکفول یا زیر بار کرنا ممکن ہے۔ ان حقوق کا ایک شخص مالک اور دوسرا قابض ہو سکتا ہے۔ ان چیزوں کا ایک شخص کی ملک ہو کر دوسرے شخص کے قبضے میں رہنا ممکن ہے اس طرح کی صورتیں اس وقت پیش آتی ہیں جبکہ کوئی سالانہ رقم یا قرضہ سودی وغیرہ کو اس کا مالک بذریعہ امانت مالک حین حیات کو ہبہ کرتا ہے اور بعد وفات مالک حین حیات ہبہ کسی دوسرے شخص کو منتقل ہوتی ہے۔

کیا پٹے کی مدت کا اس حق ملکیت کی مدت سے کم ہونا لازمی ہے جس کا پٹہ دیا جاتا ہے عام دستور یہی ہے کہ پٹے کی مدت حق ملکیت (جائداد یا ملک) کی مدت سے کم ہوتی ہے۔ چنانچہ زمین کا پٹہ مدت معینہ کے لئے دیا جاتا ہے کبھی پٹے کی مدت چند سال پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی پٹہ دار کی حیات تک اس کا سلسلہ رہتا ہے لیکن زمین کا دائمی پٹہ نہیں ہو سکتا مالک اپنی شے کا ہمیشہ کے لئے مالک ہے لیکن پٹہ گیرندہ اس شے پر مدت معینہ کے لئے قابض ہوتا ہے خواہ یہ مدت کیسی ہی طویل کیوں نہ ہو ان حالات پر نظر کرتے ہوئے لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ پٹے کے لئے کسی نہ کسی قسم کی مدت کا معین کیا جانا ایک لازمی شے ہے اور اس خیال کے مطابق پٹے کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ جو حق کسی شخص کو دوا جائے حال ہوتا ہے اس حق کے عارضی تمتع اور تصرف کو پٹہ کہتے ہیں اور یہ عارضی حق کسی دوسرے شخص کے قبضے میں مدت معینہ کے لئے دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اصولاً زمین کا دائمی پٹہ ہو سکتا ہے حالانکہ عملاً ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی قیاس اور اصول کی رو سے کسی حق ایجاد یا حق تصنیف کا اس کی کمال مدت کے لئے پٹہ دیا جاسکتا ہے یعنی جب تک مالک کو اس کی ایجاد یا تصنیف کا حق حاصل ہے اس وقت تک اپنے اس حق کا پٹہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے لیکن ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اس قسم کا دائمی پٹہ صحیح معنوں میں پٹہ یا کفالت نہیں ہے بلکہ اس طرح کے پٹے سے وہ حق جو پٹے پر دیا جاتا ہے اصل میں پٹہ دار کو منتقل کر دیا جاتا ہے یا یوں کہئے کہ مالک اپنے حق کو پٹے پر دینے کے عوض اسے پٹہ دار کے تفویض یا سپرد کرتا ہے اس محبت کی تائید میں یہ امر بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ انگریزی قانون میں ایسا فیملی پٹہ جس کی مدت وہی ہوتی ہے جو اصلی پٹہ کی رہتی ہے تاویلاً انتقال یا سپردگی پٹہ اصلی سمجھا جاتا ہے کیونکہ فیملی پٹے کی مدت اصلی پٹے سے کم ہونا ایک لازمی امر ہے خواہ پہلے پٹے کی مدت میں سرے پٹے کی مدت سے ایک دن ہی کی کیوں نہ ہو

اگرچہ انگریزی قانون میں عملاً استمراریہ کی جانیت ہے اور جن قواعد پر اس قانون میں عمل کیا جاتا ہے ان کی رو سے کوئی حق یا شے دو اپٹے نہیں دیا جاسکتا ہے لیکن قیاس اور اصول کی بناء پر پٹے کو دائمی قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور پٹے اور اس ملک یا حق کی مدت میں جس کا پٹے دیا جاتا ہے اس طرح فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ پٹے کا اسی وقت وجود ہوتا ہے جب کسی شے کے جائز قبضے سے اس کی ملکیت علیحدہ کی جاتی ہے اگرچہ جو سرق اس طرح پیدا کیا جاتا ہے وہ عارضی ہے لیکن اس کے استمراری یا دوامی ہونے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہو سکتی ہے مثلاً جھکو کسی دوسرے شخص کے حق پر دو اپٹے تصرف کرنے یا اس سے متمتع ہونے کا حق حاصل ہو سکتا ہے پھر بھی اس حق کا مالک نہیں بن سکتا ایسی شکل میں متمتع اور تصرف کا حق پٹے دار کو حاصل ہونے سے اس حق کی ملکیت کو یا حالت خواب میں رہتی ہے یعنی مضمر و مخفی ہو جاتی ہے اگر کسی حق ایجاد کے مالک سے بنائے معاہدہ اس تمام مدت کے لئے اس حق کا متمتع اور تصرف حاصل کروں جس مدت کے واسطے اس کے مالک نے اس حق کو قائم کیا ہے تو بھی میں حق مذکور کا مالک نہیں بن سکتا ایسا ہی قانونی قیاس اور نظریے کی رو سے اگر میں اپنے پٹے کا ذیلی پٹے کسی دوسرے شخص کو اس مدت کے لئے دے دوں جو میرے پاس باقی ہے تب بھی پٹے کا میں ہی مالک سمجھا جاؤں گا اس میں شک نہیں کہ جس طرح فریقین کے ذہن میں انتقال پٹے اور ذیلی پٹے کے دو جداگانہ مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح سے نظریہ قانون میں بھی ان دونوں اصطلاحات کے جداگانہ معنی ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف معاملات سمجھے جاتے ہیں انتقال پٹے سے مراد ایسا معاملہ ہے جس میں ایک شخص کے عوض دوسرا شخص مالک پٹے یا پٹے دار قرار پاتا ہے اس قسم کے انتقال میں منتقل کنندہ اپنے لئے کسی قسم کا کوئی حق باقی نہیں رکھتا بلکہ بحیثیت پٹے دار اس کو جس قدر حقوق پٹے دار حاصل رہتے ہیں وہ سب اس کی جانب سے منتقل علیہ کو منتقل کر دئے جاتے ہیں

اس کے برعکس ذیلی پٹے میں وہ اصلی تعلق جو مالک زمین (زمیندار) اور پٹہ دار (آسامی) میں ہوتا ہے نہیں ٹوٹنے یا تا ذیلی پٹہ دار کا تعلق اصلی پٹہ دہندہ سے نہیں بلکہ پٹہ گیرندہ سے ہوتا ہے یعنی ذیلی پٹہ دار اصلی پٹہ دار کا پٹہ دار سمجھا جاتا ہے۔

فصل ۵۹ سروی ٹیوڈ (استفادہ از جائداد غیر)

کفالت یا زیر باری کی ایک قسم سروی ٹیوڈ ہے اور اس سے مراد کسی ٹیوڈ زمین کے متعلق قبضہ کے بغیر ایک قسم کا محدود حق تصرف و تمتع ہے مثلاً (حق مرور ایک شخص کی زمین پر دوسروں کی آمد و رفت کا حق زمین ملحقہ پر جو مکان واقع ہو اس میں پہلی زمین پر سے روشنی لانے کے لئے گزرگاہ رکھنے کا حق دوسرے اشخاص کی اس زمین پر اپنے مویشی چرانے کا حق یا عمارت ملحقہ کی بنیادوں کے لئے اس زمین سے مرو لینے کا حق ہے۔

سروی ٹیوڈ کی ایک خاص خاصیت یہ ہے کہ اس حق میں اس زمین کا قبضہ شامل نہیں ہوتا ہے جس پر یہ حق واقع ہوتا ہے اسی وجہ سے سروی ٹیوڈ اور پٹے میں فرق کیا جاتا ہے اور یہ دونوں جداگانہ حقوق ہیں پٹہ زمین سے مراد اس کا

۱۔ پٹہ دائمی کی مثال میں قانون روما کا امفی ٹیوسنڈ (Emphytensis) (پٹہ استمراری) پیش کیا جاسکتا ہے پٹہ کے دوام کی وجہ سے رومن قانون دانوں کی آرا میں پٹہ دار (Emphytenta) کی حیثیت کے متعلق صدیوں اختلاف رہا ان میں کے بعضوں کا خیال تھا کہ پٹہ دار کو مالک سمجھنا چاہئے اور بعضوں کے خیال کے مطابق وہ کفالت دار سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ اس ملک کے قانون نے اس کو بالآخر کفالت دار ہی قرار دیدیا جسٹی فی ان النسی ٹیولش جلد ۳ عنوان ۲۴ دفعہ ۳۔

۲۔ سروی ٹیوڈ کی اصطلاح لفظ سرویٹس (Servitus) سے مشتق ہے جو قانون روما کی اصطلاح ہے لیکن انگریزی زبان میں پہلے لفظ کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ اس طرح سے وہ بطور اصطلاح مخصوص استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس کے عوض ان معنوں میں جس کا ذکر تیشلات بالامیں کیا گیا ہے انگریزی زبان میں (Easement) حق آسائش کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے بہر حال سروی ٹیوڈ حق آسائش سے زیادہ بہتر اصطلاح ہے۔

جائز قبضہ اور تصرف ہے جس میں ملکیت داخل نہیں ہے اور اس کے برعکس زمین کا سروی ٹیوڈ ہے زمین کا جائز تصرف یا استعمال اشخاص غیر کو حاصل تو ہوتا ہے لیکن اس کی ملکیت اور قبضہ مالک زمین ہی کو حاصل رہتا ہے اگر میں کسی دوسرے شخص کی زمین پر سے اپنی آمد و رفت کے لئے راستہ بناؤں تو اس کے صرف دو طریقے ہیں میرے اور اس شخص کے درمیان بذریعہ اقرار یہ امر طے پاسکتا ہے کہ وہ اپنی زمین کی ایک معینہ اور محدود چٹ کا قبضہ میرے حوالے کر دے اور اس کو کوئی دوسرا شخص اپنے استعمال میں نہ لاسکے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں بذریعہ اقرار یہ امر طے کیا جائے کہ مالک زمین اپنی زمین کی ایک چٹ راستے کے لئے مخصوص کر دے لیکن اس کا قبضہ منجھکو نہ ملے بلکہ اس کے مالک کو حاصل ہے پہلی شکل میں جو حق مجھے حاصل ہوتا ہے وہ پٹہ ہے اور دوسری شکل میں جس قسم کا حق مجھے پیدا ہوتا ہے وہ سروی ٹیوڈ ہے۔

سروی ٹیوڈ کی دو قسمیں عام اور خاص ہیں خاص سروی ٹیوڈ وہ ہے جو کسی منفرد شخص کو حاصل ہوتا ہے اور عام سروی ٹیوڈ سے مراد ایسا حق استفادہ بہ زمین غیر ہے جو سبک کو حاصل رہتا ہے ایک قطعہ زمین کے مالک کو اس کی ملحقہ زمین پر سے جو شخص غیر کی ملک ہو آمد و رفت کا حق یا اپنے مکان کی روشنی کے لئے گزرگاہ قرار دینے کا حق یا اپنے مکان کے لئے اس کی زمین سے مدد لینے کا حق حق ماہی گیری جو ایک شخص کو دوسرے کے تالاب وغیرہ میں حاصل ہوتا ہے یا معدنیات برآمد کرنے کا حق ایک شخص کو

۱۔ سروی ٹیوڈ کا تعلق زمین سے ہی ہوا کرتا ہے اور جس قدر ایسے حقوق ہیں وہ زمین پر ہی واقع ہوتے ہیں صرف زمین کی ایسی نوعیت ہے کہ قبضہ کے بغیر شخص اس کو اپنے استعمال و تصرف میں لاسکتا ہے اس کے برعکس مال یا جائیداد منقولہ کی حالت ہے کیونکہ کوئی شخص مال پر قبضہ پانے کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا اور نہ اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے حالانکہ اس قبضہ کی مدت کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو قانون ملک میں مال یا جائیداد منقولہ کا تصرف بلا قبضہ بحیثیت کفالت یا زیر باری ملکیت نہیں تسلیم کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے اگر ایسے تصرف بلا قبضہ کا وجود ہی نہ ہو تو وہ جائیداد منقولہ کے ساتھ اس کے متعلق الیم کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

دوسرے کی زمین میں ملا کر رہا ہے بہر حال اس قسم کے تمام حقوق سروری ٹیوڈ خاص کہلاتے ہیں عام سروری ٹیوڈ سے مراد ایسا حق ہے جو کسی مقام کے تمام باشندوں کو یا ان میں سے کسی ایک گروہ کو بطور سروری ٹیوڈ حاصل ہوتا ہے شخص منفرد کی زمین پر کسی شاہ راہ عام کا واقع ہونا کسی ایسی ندی میں عوام کو حق بلحاظی حاصل رہنا جس کی نہر کسی منفرد شخص کی ملک ہوتی ہے اہل پیرس (موضع) کا کسی شخص کی زمین کو جو اس پیرس میں واقع ہو سیر و تفریح کے لئے استعمال کرنا خاص سروری ٹیوڈ کی مثالیں ہیں۔

انگریزی قانون کے ادب کی رو سے سروری ٹیوڈ کی مزید دو قسمیں قرار دی گئی ہیں ملحقہ اور غیر ملحقہ سروری ٹیوڈ ایسا سروری ٹیوڈ ہے جو ایک قطعہ زمین کے لئے محض کفالت یا زیر باری نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے قطعہ زمین کے حق میں وہ معاون ہوتا ہے یہ اہل میں ایک قطعہ زمین کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دوسرے قطعہ زمین کو استعمال کرنے کا حق ہے جب ایک شخص کے مکان اور سڑک کے درمیان دوسرے شخص کی زمین یا کھیت واقع ہو تو ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مالک مکان کو سڑک تک پہنچنے کے لئے دوسرے شخص کی زمین پر سے گزرنے کا حق پیدا ہوتا ہے یہ حق گزر دوسرے شخص کی زمین کے لئے نہ صرف ایک قسم کی کفالت یا زیر باری ہے بلکہ اس کے ذریعے سے مکان کو اعانت پہنچتی ہے ایسا ہی دوسرے شخص کی زمین سے مالک کا اپنے مکان کے لئے مدد لینے کا حق اور دوسرے کی زمین پر مالک اپنے مکان کے روشن دان بنانے کا حق اس سروری ٹیوڈ کی مثالیں ہیں جس زمین پر اس قسم کے سروری ٹیوڈ کا بار ڈالا جاتا ہے اس کو زمین یا اراضی تابع کہتے ہیں اور جو زمین اس طرح سے فائدہ اٹھاتی ہے وہ زمین یا اراضی متبوع کہلاتی ہے اگرچہ ان دونوں قطعات زمین کے مالکوں اور قابضوں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ان لوگوں کی وفات اور جائداد کے انتقال کی وجہ سے مالک اور قابض کا قدرتی طور پر بدلتے رہنا ایک امر ضروری ہے لیکن سروری ٹیوڈ جس کا اس قسم کے قطعات سے تعلق ہوتا ہے وہ زمین کے ساتھ بحال قائم رہتا ہے ایسے دونوں قطعات زمین کی ملکیت کے ساتھ سروری ٹیوڈ کا نفع اور بار لگا رہتا ہے لیکن

غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کی حالت اس کے برعکس ہے جب کسی سروی ٹیوڈ کا زمین تابع کے ساتھ اس طرح الحاق نہ ہو جس سے زمین بتبع کو اعانت اور نفع پہنچے تو اس کو غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کہتے ہیں عوام کا حق ملاحتی حق گذر یا حق تفریح اور کسی منفرد شخص کا حق ماہی گیری یا اپنے مویشی چرانے کا حق یا معدنیات برآمد کرنے کا حق غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کے تمثیلات ہیں۔

فصل ۱۶ اقسام کفالت

کفالت ایک قسم کا بار (یا مواخذہ) ہے جو ایک شخص کی جانب سے دوسرے شخص کی جائداد یا اس کے حق پر ڈالا جاتا ہے اور اس کی غرض اس دوسرے شخص کے حق محصلہ کے

لے حق آسائش (Easement) کے خاص معنی ہیں اور اس لحاظ سے اس کو ایک خاص قسم کا سروی ٹیوڈ سمجھنا چاہئے یعنی اس سے مراد خاص ملحقہ سروی ٹیوڈ لیا جاتا ہے اور یہ ایسا حق نہیں ہے جس کی بنا پر اراضی تابع سے کوئی نفع حاصل کیا جاسکے مثلاً گذر (زمین تابع پر سے راستہ چلنے کا حق) حق روشنی اور حق امداد (جو زمین تابع سے مکان بتبع کی بنیادوں یا دیواروں کو پہنچتی ہے) حقوق آسائش ہیں لیکن مویشی چرانے کا حق یا معدنیات نکالنے کا حق انگریزی قانون میں ایک خاص قسم کا حق ہے جس کو نفع کہتے ہیں لیکن اس طرح کا امتیاز دیگر اقوام کے نظامات قانونی میں رائج نہیں رکھا گیا ہے اور نظریہ قانون کے لحاظ سے بھی اس امتیاز سے بھی چنداں اہمیت نہیں ہے اس کی عملی اہمیت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حق آسائش کا ملحقہ ہونا ضرور ہے لیکن نفع کے لئے اس قسم کی ضرورت نہیں ہے نفع ملحقہ اور غیر ملحقہ دونوں طرح سے ہو سکتا ہے۔

۱۷ کفالت کی اصطلاح بطور جنس استعمال کی جاتی ہے اور اس لئے اس کا مفہوم نہایت وسیع ہے اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے لفظ کفالت نہ صرف ان کفالتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلق جائداد سے ہوتا ہے بلکہ اسی لفظ کا اطلاق معاہدہ ضمانت اور گیرنٹی پر بھی کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے اصلی مدیون کے علاوہ ایک دوسرا شخص بھی مدیون قرار دیا جاتا ہے جو ضامن کہلاتا ہے اور جو اصلی مدیون کے نادہندگی کی صورت میں ادائی دین اپنے ذمہ لیتا ہے اس مقام پر ان کو ضمانت یا گیرنٹی کے متعلق بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق قانون جائداد سے نہیں بلکہ قانون فرانس سے ہے۔

تمتع کو بحال رکھنے یا اس کی تکمیل میں سہولت پیدا کرنے کی نسبت اس کو اطمینان دلاتا ہے عموماً قرضہ لینے کی صورتوں میں کفالت کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کفالت کا تعلق محض قرضہ جات سے ہے بلکہ ان کے علاوہ دیگر حقوق کی نسبت کفالت کے ذریعے سے اطمینان کیا جاتا ہے اس قسم کی کفالت کے دو اقسام ہیں رہن اور لی آن (Lien) بشرطیکہ یہ دوسری اصطلاح اپنے سب سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال کی جائے اس امتیاز کو بیان کرنے کے قبل ہم انگریزی قانون کی ایک غلط توجیہ کا جو بظاہر دیکھ سب اور بہلی معلوم ہوتی ہے ذکر کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں بعض اساتذہ کے خیال کے موافق رہن ایسی کفالت ہے جس کے ذریعے سے مدیون کی جائداد و این کو منتقل کی جاتی ہے اس کے برعکس لی آن ایک ایسا بار یا مواخذہ ہے جو مدیون کی جائداد پر تو عائد کیا جاتا ہے لیکن اس کی ملکیت مدیون میں ہی رہتی ہے یعنی جائداد مفلولہ کا مالک و این نہیں بلکہ مدیون ہی سمجھا جاتا ہے مرتن جائداد مرہونہ کا مالک ہے لیکن گرواڈ لی آن رکھنے والا اس شے کا جو گرواڈ لی آن رکھی جاتی ہے محض مواخذہ یا کفالت دار ہے اگرچہ اکثر صورتوں میں اس بیان یا توجیہ کی صحت پائی جاتی ہے لیکن رہن اور لی آن میں امتیاز قائم کرنے کی غرض سے جو اس طرح فرق کیا جاتا ہے اس کا ہر ایک شکل پر نہ تو اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ اصل مضمون کی یہ بالکل صحیح توجیہ ہے جس طرح انتقال جائداد کے ذریعے سے رہن کا وجود ہو سکتا ہے اس طرح جائداد پر بار یا مواخذہ ڈالنے کے ذریعے سے رہن قائم کیا جاسکتا ہے اور اس بناء پر مرتن کا جائداد مرہونہ کا مالک قرار پانا ضروری نہیں ہے

۱۔ انگریزی قانون میں لفظ لی آن کی کوئی خاص اصطلاحی شان نہیں ہے اس کا کوئی مخصوص مفہوم نہیں اور یہ لفظ محل و بے محل استعمال کیا جاتا ہے اس لئے ہم حجاز ہیں کہ اس لفظ کو ان ہی معنوں میں استعمال کریں جن کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے یعنی رہن کے سوائے حق رکفالتیں ہیں وہ لفظ لی آن میں داخل ہیں۔

۲۔ باب ہذا کا تھوڑا اور حصہ پڑھنے کے بعد ناظرین اس امر سے واقف ہو جائیں گے کہ جس رہن کا وجود انتقال (جائداد) کے ذریعے سے ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کا بار یا مواخذہ ہے یعنی یہ بار جائداد کی ملکیت انتفاعی پر ڈالا جاتا ہے جو رہن کو محال رہتی ہے۔

چنانچہ لوگ عموماً اپنے پیٹے کو رہن کیا کرتے ہیں اور اس کے رہن کرنے کا طریقہ انتقال نہیں بلکہ ذیلی پیٹہ ہوتے ہیں۔ یوں اپنے پیٹے کو دین کے حق میں منتقل نہیں کرتا بلکہ اس کو اس پیٹے کا ذیلی پیٹہ عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے مرتن (دائین) پیٹہ کا مالک نہیں بلکہ وہ اس کے کفالت دار قرار پاتا ہے ایسا ہی فیری ہولڈ زمین طویل مدت کے لئے پیٹے پر لئے جانے سے رہن کی جاسکتی ہے۔

اگر رہن کی خصوصیتوں میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے جائیداد مرتن مرتن کو منتقل ہوتی ہے تو آخر اس کی کیا خاصیت ہے اور کس صفت کے زیر تحت اس کی شناخت کی جاتی ہے اس میں شک نہیں کہ یہ نہایت دقیق سوال ہے پھر بھی اس کا صحیح جواب یا حل بظاہر یہ ہے کہ لی آن ایک ایسا حق ہے جو اپنی خاص نوعیت کے لحاظ سے کفالت قرضہ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی دوسری شان نہیں ہے بائع یا کسی اور شخص کا جائیداد منقولہ کو اس وقت تک رکھنے کا حق جب تک مشتری سے اس کا کامل قیمت ادا نہ ہو زرنگان ریا مال گزاری وصول کرنے کی غرض سے مالک زمین کا آسامی کی پیہ اور قرق کرنے کا حق یا کسی سررائے میں سے رقم پانے کا حق لی آن کی مثالیں ہیں اس کے برخلاف رہن سے مراد ایک ایسا حق ہے جو بذات خود قائم اور کسی دوسرے حق پر منحصر نہیں ہوتا ہے یہی اس کی مخصوص نوعیت ہے اگرچہ رہن ایسا حق نہیں ہے جو کسی دوسرے حق کے لئے کفالت چاہے لیکن اس پر بھی اس کی وسعت اور اہمیت کی مصنوعی طور پر قطع و برید کر کے اس کو ایک محدود اور ادنیٰ قسم کا حق قرار دیا جاتا ہے اور اس لئے مخصوص صورتوں میں جیسا کہ زمین کافی سمیل پیٹہ ملتی اور کسی جائیداد منقولہ (چٹیل) کی ملکیت میں رہن کفالت ہی کفالت نظر آنے لگتا ہے لی آن رکھنے والے کو جو لی آن کا حق حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لئے نہ صرف حق کفالت ہے بلکہ حق مطلق ہے کیونکہ لی آن کی کفالت سے زیادہ شان نہیں ہوتی ہے برعکس اس کے مرتن کو جو حق ارتھان حاصل ہوتا ہے وہ مشروط ہے اور محض بحیثیت کفالت اس کو ملتا ہے رہن کی شان کفالت سے کہیں زیادہ ہے اس دین کی بے باقی

(یعنی معدومیت) کے بعد لی آن قائم نہیں رہ سکتی جس کی کفالت لی آن کے ذریعے سے کی جاتی ہے ایسے مکفول دین کے اختتام پر قانوناً اس کا لی آن بھی زائل ہو جاتا ہے لی آن گویا دین کا سایہ یا عکس ہے جو مدیون کی جائداد پر پڑتا ہے لیکن حق ارتھان کی ایک حد کا نہ شان ہے اور وہ قائم بالذات ہے اس کا وجود کسی دوسرے حق کے وجود کا محتاج نہیں ہے اختتام یا معدومیت دین کے بعد بھی حق ارتھان کا موجود اور قائم رہنا ممکن ہے جن صورتوں میں حق ارتھان اختتام دین کے بعد باقی رہ جاتا ہے اس کا منجانب مرتبہ دوبارہ راہن کو منتقل یا حوالے کیا جانا لازم ہے راہن کو مرتبہ سے اپنا حق یا جائداد ورنہ واپس پانے کا حق جو اس طرح حاصل ہے وہ حق انفکاک کہلاتا ہے اس حق کی رو سے راہن کی آزمائش کی جاتی ہے اگر فریقین کے معاملے میں اس قسم کا حق نہ پایا جائے تو اس کو رہن نہیں بلکہ لی آن سمجھنا چاہئے چونکہ معاملہ لی آن میں لی آن رکھنے والے کو دین کے اختتام یا سقوط پر اپنے حق مقابلہ کو مالک جائداد کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے لی آن کی صورت میں مالک جائداد کو حق انفکاک نہیں حاصل ہوتا ہے دین کے اختتام کے ساتھ لی آن رکھنے والے کا حق کفالت قدرتی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

راہن کرنے کے دو طریقے ہیں مدیون اپنے حق کو دین کو منتقل کر تا ہے یا وہ اپنے حق کو بحق دین زیر بار کرتا ہے ان دونوں میں سے پہلا طریقہ زیادہ اہم ہے اور لوگ اس پر بالعموم عمل کرتے ہیں اس کے علاوہ یہ طریقہ راہن کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اور

راہن کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اس حق کے زائل ہونے کے بعد جس کا کفالت کے ذریعے سے اطمینان کر لیا جاتا ہے مرتبہ کا حق فی الواقع باقی رہے اور وہ اس قابل ہو کہ راہن اس کا انفکاک کر اسکے حق مرتبہ کا اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہونا کافی ہے اور اس لئے اس حق کے ساتھ مصنوعی طور پر یہ شرط ڈالی گئی ہے کہ اس حق کو دوبارہ راہن کے سپرد یا حوالہ کرنا مرتبہ کا فرض ہے یہ انتقال یا حوالہ کی ثانیہ دو طرح سے واقع ہوتی ہے از روئے قانون اور بذریعہ فعل مرتبہ زمین کافی سمیل (اعلیٰ حق مقابلہ یا ملکیت) جو بطور کفالت منتقل کیا جاتا ہے اس کا راہن میں نہ کہ لی آن میں شمار کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے خواہ ادائی دین کے ساتھ ہی راہن کو قانوناً وہی فی سمیل مسترد ہو یا مرتبہ اس فی سمیل کو بذریعہ دستاویز انتقال بعد سمیل راہن کو واپس کرے۔

لی آن کا قیام اکثر مواخذہ یا زیر باری کے ذریعے سے قائم کیا جاتا ہے لہذا جب کبھی مدیون اپنے حق کو بطور کفالت دین کو منتقل کرتا ہے اس کا لازمی نتیجہ رہن ہے کیونکہ جس دین کے ادا کرنے کی نسبت اس طرح سے اطمینان کر لیا جاتا ہے اس کی مدت میں اور حق جو اس طریقے سے منتقل ہوتا ہے اس کے دوران میں کسی قسم کا قدرتی تعلق نہیں ہوتا ہے یعنی ان دونوں حقوق کی مدتیں ایک دوسرے کی محتاج نہیں ہیں چونکہ رہن کی شکل میں حق منتقل شدہ ادائے دین کے بعد ہی مرتہن کے باقی رہ جاتا ہے اس لئے اس کے انفکاک کا حق راہن کو حاصل رہتا ہے اور اس حق انفکاک کے ذریعے سے معاملہ رہن کی آزمائش کی جاتی ہے جس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی اس کے برخلاف جب مدیون اپنے حق پر بحق دین یا مواخذہ ڈالتا ہے تو جو کفالت اس طریقے سے قائم ہوتی ہے اس کا رہن یا لی آن ہونا دونوں امور ممکن ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک معاملے کے حالات کے لحاظ سے اس کا شمار رہن یا لی آن میں جیسی کی صورت ہو کیا جاتا ہے اگر کفالت کو اس قرضہ کی مدت سے جس کے لئے کفالت لی جاتی ہے کوئی تعلق نہ ہو یا اس کا مدت دین پر انحصار نہ ہو تو اس معاملے کو رہن سمجھنا چاہئے جیسا کہ کسی دائمی سرویٹوڈ یا پٹہ مدتی کی شکل میں ہوا کرتا ہے اگر کفالت کی مدت اس دین کی مدت پر منحصر ہو جس کے لئے کفالت لی جاتی ہے تو معاملہ کو لی آن خیال کرنا چاہئے اور گرو بائع کالی آن زمیندار کا حق قرقی یا کسی سرمایہ پر نصفی کفالت (Charge) قائم کرنا حق اس کی مثالیں ہیں۔

ہر ایک قابل انتقال اور قیمتی حق خواہ اس کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو رہن کا موضوع بن سکتا ہے یعنی ایسا ہر ایک حق جس کو ایک شخص دوسرے کو منتقل کر سکے یا جس کی کچھ قیمت قرار پاسکتی ہو رہن کیا جاسکتا ہے جو کچھ منتقل کیا جاسکتا ہے اس کا رہن کرنا بھی ممکن ہے اور جو کچھ مکفول کیا جاسکتا ہے اس کا بطور رہن کیا جانا ممکن ہے مثلاً ایسے تمام حقوق اور اشیاء جو ملک کے مصداق ہیں رہن کئے جاسکتے ہیں چنانچہ میں اپنی زمین مال (ریا جائیداد منقولہ) دیون حصص حقوق ایجاد حقوق تصنیف پٹہ جات مختلف سرویٹوڈ حقوق جو مجھے سرمایہ جات امانتی میں حاصل ہیں اور کسی معاہدہ کے نفع کو رہن کر سکتا ہوں اور جس معاملہ کے ذریعے سے میں اپنے ان حقوق

اور اشیاء پر رہن قائم کرتا ہوں وہ جائز ہے حتیٰ کہ مرتن اپنے حق ارتھان کو دوسرے مرتن کو منتقل کر کے رہن قائم کر سکتا ہے جب ایک رہن کے ذریعے سے دوسرا رہن قائم کیا جاتا ہے تو اس کو رہن ذیلی کہتے ہیں۔

ہر چند اس رہن میں جو انتقال کے ذریعے ہے، کی اس قدر کثرت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ وجود پذیر ہوتا ہے مدیون اپنی جائداد میں کو منتقل کرتا ہے تاہم جائداد مرہون کا انتفاعی یا نصفی مالک مدیون ہی سمجھا جاتا ہے اگرچہ رہن کو مرتن کے مقابلے میں فاک رہن کا حق حاصل رہتا ہے اور وہ اس کی بنا پر مرتن کو مجبور کر کے جائداد مرہونہ اپنے کو واپس کر سکتا ہے اس پر بھی اس کا مالک انتفاعی مدیون ہی سمجھا جاتا ہے جائداد مرہونہ کا اس طرح کی دھری ملکیت امانت کی ایک خاص شکل ہے رہن اصل میں ایک قسم کی امانت ہے مرتن جائداد مرہونہ کا امین سمجھا جاتا ہے اس کا اس جائداد میں کوئی انتفاعی حق نہیں ہوتا بجز اس حد تک جہاں تک کہ اس طرح کی کفالت کو موثر بنانے کی ضرورت ہوتی ہے دین کے ادایا ساقط ہونے کے بعد مرتن جائداد مرہونہ کا امین قرار پاتا ہے اور اگرچہ اس جائداد کی قانونی ملکیت اسی کو حاصل رہتی ہے لیکن وہ اس کا نصفی یا انتفاعی مالک نہیں ہے یعنی اس جائداد سے وہ کسی قسم کا نفع نہیں حاصل کر سکتا لہذا ہر ایک رہن کی دو شکلیں یا دو ماہیتیں ہیں اگر جائداد مرہونہ کی خاص ملکیت کے لحاظ سے جو مرتن کو حاصل ہوتی ہے دیکھا جائے تو رہن ایک قسم کا انتقال جائداد معلوم ہوتا ہے اور جب اس کا انتفاعی ملکیت کے لحاظ سے اس پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفالت کی ایک قسم ہے پہلی شکل میں رہن سے مراد انتقال جائداد اور دوسری شکل میں اس سے مراد کفالت ہے۔

انگریزی قانون کی رو سے اقسام کفالت میں رہن ہتم بالشان ہے اس نظام قانون میں رہن کی جو اس قدر اہمیت ہے اس کو اس قانون کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہئے انگریزی قانون میں جو منزلت اور افضلیت رہن کو حاصل ہے وہی اہمیت اور شان قانون روم اور اقلیم یورپ کے ان دیگر نظم قانونی میں جو اس قانون پر مبنی ہیں لی ان (hypotheca) اور اس کے اقسام کو دی گئی ہے قانون روم میں جو رہن فڈوسا (fiducia) کے نام سے مشہور تھا وہ حبشی نی ان کے عہد سے پہلے متروک العمل

ہو گیا تھا اس رہن کے عوض رومانیوں نے ہائی پائیکا (hypotheca) پر جس کے معنی گرو یا کفالت کے عمل کرنا شروع کر دیا تھا فڈوسا سے زیادہ ہائی پائیکا آسانی اور سہولت ہے اور اس میں اس قدر پیچیدگی نہیں بلکہ سادگی ہے اس لئے ہائی پائیکا (گرو یا کفالت) فڈوسا (رہن) سے زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے چنانچہ اسی بناء پر فرانز جوہر کے اقلیم یورپ کے دیگر وساتیر قانونی میں قانون روم کی تقلید میں زیادہ تر لی آن پر عمل کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اگر انگلستان میں بھی رہن کے عوض لی آن پر عمل ہوئے لگے تو قانون انگلستان میں بہت کچھ سادگی پیدا ہو کر اس قانون کی ترقی ہوگی انگریزی قانون کفالت میں جو اس قدر پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے اس کا خاص سبب انگلستان کا طریقہ رہن ہے اور اسی لئے فرائنس اور جرمنی کے قانون داں انگریزوں کے طریقہ رہن اور اس کی قانونی بھول بھلیاں کو نظر استجاب سے دیکھتے ہیں جس طرح ادائی دین کے متعلق رہن کے ذریعے سے داین اپنا اطمینان کر لیتا ہے اسی طرح وصول دین کے بابت لی آن کے ذریعے سے اس کا اطمینان کیا جاسکتا ہے اور کفالت کے لحاظ سے جو حالت رہن کی ہے وہی حالت لی آن کی بھی ہے لہذا اگر قانون میں رہن کے بجائے لی آن اختیار کر لیا جائے تو فریقین (راہن اور مرہن) کے درمیان تعلقات قانونی کے لحاظ سے جو غیر معمولی دشواریاں اور پیچیدگیاں رہن کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ بخوبی اور آسانی رفع ہو جائیں گی اصول کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ قسم کی کفالت اس کفالت کو سمجھنا چاہئے جس کے ذریعے سے داین کے حق کی بہترین حفاظت اور حمایت ہو سکتی ہو اور اسکے ساتھ ہی اس کفالت کے ذریعے سے مدیون کے حقوق کو بھی کسی قسم کا گزند نہ پہنچتا ہو اور نہ اسکی وجہ سے مدیون کے حقوق میں کسی قسم کی مداخلت ہوتی ہو اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو اس قسم کی خوبیاں اور صفات رہن میں نہیں بلکہ لی آن میں پائی جاتی ہیں اس لئے کفالت کی سب سے بہتر اور صحیح قسم لی آن ہے جس کے ذریعے سے جائیداد مکفولہ کی قانونی اور نصفی دونوں قسم کی ملکیت مدیون ہی کو حاصل رہتی ہے اور اسکے ساتھ ہی داین کو اس کے مفید حقوق اور اختیارات (جیسا کہ بصورت نادہندگی جائیداد مکفولہ کو بیع کرنے یا اس پر قابض ہونے یا اس طرح کے دوسرے جو اختیارات ہیں) مل جاتے ہیں

بہر حال لی آن کے ذریعے سے جائیداد منقولہ کی نوعیت کے لحاظ سے فریقین کو ان کے حسب ضرورت اور مفید مطلب حقوق و اختیارات حاصل رہتے ہیں داین کے حق کی کافی طور پر حمایت کی جاتی ہے اور ادائی دین کے ساتھ ہی جائیداد منقولہ از روئے قانون خود بخود مدیون کو واپس ہو جاتی ہے

لی آن کے چند اقسام ہیں اور اس کی ہر ایک قسم نہایت سادہ اور سہل العمل ہے جس کی وجہ سے ان پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کے بیان کو صراحت درکار ہے۔

۱۔ لی آن متعلق قبضہ (کفالت القبضہ) مبنی ہے اس حق پر جس کے ذریعے سے داین مدیون کی کوئی شے یا کسی دوسری جائیداد منقولہ کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس حق قبضہ کے ساتھ داین کے اختیار بیع کا شامل کیا جانا یا نہ کیا جانا دونوں باتیں ممکن ہیں مال یا جائیداد منقولہ کا گرو کیا جانا مالکان (in keepers) بائمان مال و اسباب اور سولی سٹروں کے لی آن (حقوق کفالت) جو انھیں اپنے منزل گزینوں خریداروں اور موکلین کے مال و اسباب پر حاصل رہتے ہیں کفالت القبضہ کی مثالیں ہیں۔

۲۔ حقوق قرقی و ضبطی ان حقوق کی بناء داین کا وہ حق ہے جس کے ذریعے سے مدیون کی جائیداد پر قبضہ یا سکتا ہے داین کو جائیداد منضبط کی نسبت بیع کرنے یا نہ کرنے کے اختیار کا حامل رہنا ممکن ہے زمیندار کا زر لگان یا مالگزار کی وصول کر کے کی غرض سے آسامی کی جائیداد کو قرق کرنے کا حق اور قابض زمین کا غیر کے پوشی کو جو اس کی زمین پر اس کی بلا اجازت چرنے کی غرض سے آجائیں روک رکھنے کا حق اس قسم کے حقوق کے تمثیلات ہیں۔

۳۔ اختیارات نیلام کفالت کی یہ ایک ایسی قسم ہے جو بہت ہی کم

۱۱۔ آسٹریلیا کی نوآبادیات میں جائیداد غیر منقولہ کا جو قانون نافذ ہے اس میں ٹارنیز کی اسکیم کے ذریعے سے اصلاحات کی گئی ہیں جملہ ان اصلاحات کے یہ بھی ایک اصلاح ہے اس اسکیم میں جس معاملہ قانونی کا نام رہن زمین رکھا گیا ہے وہ درحقیقت رہن نہیں بلکہ لی آن ہے۔

ہذا ت خود یا منصرفاً وجود پذیر ہوتی ہیں کیونکہ عموماً حق قبضہ کے ساتھ خود این کو
لی آن کی پہلی دو شکلوں میں چل جاتا ہے کفالت کی یہ تیسری قسم شامل
رہتی ہے اور اسی حق قبضہ کا نتیجہ بھی جاتی ہے بہر حال اگر اختیار شلیم لی آن
کفالت کی تیسری شکل قرار دیا جائے تو اور دوسرے نظریہ کوئی قباحت
یا دشواری نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک موثر قسم کی کفالت ہو سکتا ہے۔

۴۔ اختیارات ضبطی۔ ان میں سے کسی ایک اختیار سے مراد ایسا
اختیار ہے جس کی بناء پر واپس اپنے فائدے کی غرض سے دیون کے کسی
حق مخالفانہ کو زائل کر سکتا ہے چنانچہ زمیندار (یا پٹہ دہندہ) کا رجسٹرڈ علاقہ
معاہدہ، اپنی اراضی پر جو پٹہ دار یا آسامی کے قبضے میں ہوتی ہے دوبارہ دخل
پانے کا حق اور بائع کا مشتری کی اس رقم کو ضبط کر لینے کا حق جو بطور رانت
یا بیعہ خریداری مال کے لئے مشتری اس کے یہاں رکھتا ہے۔

۵۔ چارج۔ اس سے مراد دین کا ایسا حق ہے جس کی رو سے وہ
(دیون) کے کسی مخصوص سرمائے سے اپنا دین وصول پاسکتا ہے یا کسی
مخصوص جائیداد دیون کے زر نقد کی شکل میں مبدل ہونے کے بعد دین
اپنی رقم باید گرفت اس سرمائے سے وصول کر سکتا ہے۔ اس طرح کے
دین ادا کرنے کے لئے دیون کی کوئی مخصوص جائیداد یا سرمایہ مکفول سمجھا
جاتا ہے اور اس کے ادا کرنے کا بار یا چارج (Charge) دیون کی
جائیداد یا سرمایہ مکفولہ پر رہتا ہے۔

فصل ۱۱۱ اصول جائیداد کے طریقے (قبضہ)

حقوق ملکیت وراثت (یا حقوق متعلق جائیداد غیر منقولہ) کے مختلف اقسام کا
ذکر کرنے کے بعد اب ہم ان طریقوں کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعے سے اس
قسم کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ہم ان حقوق کی ایک فہرست اس مقام پر مرتب
کریں تو وہ چنداں مفید نہیں ہو سکتی اس لئے ہم ان میں سے ان ہی چند مخصوص اقسام
کا ذکر کریں گے جو سب سے زیادہ اہم ہیں یعنی اس باب کے باقی حصہ میں ہمارا

بحث قبضہ حق قدامت اقرار اور وراثت مشتمل ہوگا۔

کسی مادی شے کے قبضے سے مراد اس کی ملکیت کا ادعا ہے۔ شخص اور شے میں جو واقعی تعلق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان میں قانونی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شے یا قطعہ زمین کی بابت ادعا کرے کہ وہ اس کی ملک ہے اور اپنے دعوے کو فی الواقع بطور قبضہ ثابت کر دے تو قانون میں بھی بطور ملکیت اس کا دعویٰ ثابت قرار پاتا ہے۔ یعنی قبضے کا تعلق واقعی اور حقیقت یا عاقلانہ سے اور ملکیت کا تعلق قانون اور حالت باطنی سے ہے۔ واقعات اور حالت ظاہری کے لحاظ سے جس قطعہ زمین یا شے کا جس شخص کو قبضہ حاصل ہوتا ہے اسی شخص کو از روئے قانون اور بلحاظ حالت باطنی اس کی ملکیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں ایک نہایت اہم فرق ہے کیونکہ قابض کے قبضے میں آنے سے پہلے شے مقبوضہ کا کسی دوسرے شخص کی ملک ہونا یا نہ ہونا دونوں صورتیں ممکن ہے۔ اگر کسی شے کا پہلے سے کوئی مالک نہ ہو اور قابض اس پر قبضہ کر لے تو چونکہ بوقت قبضہ اس کا مالک سابق کوئی شخص نہیں ہوتا ہے یا با صطلح قانون روم وہ ملک بلا مالک سمجھی جاتی ہے اس لئے قابض حالیہ اس کا مالک بن جاتا ہے اور وہ اس شے کے متعلق تمام دنیا کے مقابلے میں ادعائے ملکیت کر سکتا ہے چنانچہ اسی اصول کی بناء پر سمندر کی مچھلیاں اور فضا میں جو طیور اڑتے ہوئے پائے جاتے ہیں وہ اس شخص کی ملک ہیں جو سب سے پہلے ان پر قبضہ کر لیتا ہے یہ اس کا حق مطلق ہے اور وہ اس حق کی بناء پر شے مقبوضہ کا مالک بن جاتا ہے۔ قانون روم میں اس طریقے حصول جائیداد کو اکیسپو (Occupatio) یعنی قبضہ کہتے ہیں۔ دوسری شکل میں جبکہ شے ایک شخص کی ملک ہو اور دوسرا شخص اس پر قبضہ کر لے تو اشخاص ثالث کے مقابلہ میں قابض کا عذر قبضہ قابل قبول ہے لیکن اصلی مالک کے مقابلے میں اس کا ایسا عذر نہیں جائز ہو سکتا۔ ایسے قبضے کی بناء پر اصلی مالک کے سوا ہر ایک دوسرے شخص کے مقابلے میں قابض کا عذر کہ شے مقبوضہ اس کی ملک ہے مان لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ناجائز قبضے کی بناء پر قابض ان تمام اشخاص کے مقابلے میں جو اپنے حق قبضہ کو قابض کے حق سے بہتر نہیں ثابت کر سکتے ہیں

کا سیاب ہو سکتا ہے اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ قابض کا قبضہ دوسرے اشخاص کے قبضہ پر مقدم ہے یعنی تقدم قبضہ کی بناء پر اس کے قبضے کو اشخاص ثالث کے حقوق قبضہ پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً جو گھڑی میری جیب میں ہے اس کا جائز یا ناجائز طریقے سے میرے قبضہ میں آنا ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ میں نے ایک ٹپک نیت خریدار کی حیثیت سے اس کو خرید لیا ہو یا میں نے اس کو کسی پیرایا کر اٹھا لیا ہو یا کسی شخص کی جیب میں سے اس نے اس کو نکال لیا ہو۔ ہر حال ہر ایک شکل میں قبضے کی وجہ سے مجھ کو جو حق ملکیت اس گھڑی پر حاصل ہے اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور اصلی مالک کے حقوق کے سوا دوسرے کسی شخص کے حقوق قبضہ وغیرہ کو میرے حقوق کے مقابلے میں فروغ نہیں ہو سکتا اور اگر یہ گھڑی میرے یہاں سے چوری جائے تو اس کو اس کو حاصل کرنے میں قانون ملک دوسرے اشخاص کا نہیں بلکہ میری مدد کرتا ہے۔ میں اس گھڑی کو موثر طور پر بیچ کر سکتا ہوں اس کو عاریتاً دے سکتا ہوں اس کو مفت کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہوں یا وصیت کے ذریعے سے ہبہ کر سکتا ہوں اور اگر میں بلا وصیت مر جاؤں تو یہ گھڑی وراثتاً اس شخص کو ملے گی جو میرا وارث قرار پائے گا۔ ہر حال میرے لیے سے جو شخص اس گھڑی کو حاصل کرتا ہے اس کو وہی محدود اور نامکمل حق ملتا ہے جو مجھ کو حاصل ہے اور جس طرح میرا قبضہ اس گھڑی پر اس کے اصلی مالک کے اعلیٰ حق ملکیت کا تابع ہے اس طرح منتقل الیہ کا قبضہ بھی گھڑی کے اصلی مالک کے اعلیٰ حقوق (قبضہ ملکیت) کے تابع ہے۔

لہذا ایسی شے کے جو ایک شخص کی ملک اور دوسرے شخص کے قبضہ مخالفانہ میں ہونی الحقیقت دو مالک ہوا کرتے ہیں۔ ایک شخص کی ملکیت مطلق اور کامل ہوتی ہے اور دوسرے شخص کی پہلے شخص کے مقابلے میں ملکیت نامکمل ہوتی ہے اور چونکہ اس ملکیت کا وجود قبضے کے ذریعے سے ہوتا ہے اس لئے اس کو ملکیت مبنی بر قبضہ یا ملکیت قابض کہتے ہیں۔

اگر مالک قابض ناجائز طور پر شے مقبوضہ سے بے دخل کیا جائے تو اصلی مالک یعنی مالک غیر قابض کے سوا ہر ایک شخص کے مقابلے میں دعویٰ کر کے اس پر دخل پاسکتا ہے کیونکہ مدعی علیہ کا حق قبضہ مدعی کے قبضہ کے مقابلے میں موخر ہے

اور اس لئے وہ اپنی جوابدہی اس حق کے عذر پر نہیں مبنی کر سکتا اور نہ وہ مدعی کے مقابلے میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ شے مدعوہ کا مدعی نہیں بلکہ ایک تیسرا شخص اصل مالک ہے ظاہر ہے کہ اس کو عذر ملکیت شخص ثالث کہتے ہیں اور اس قسم کا عذر مدعی علیہ جس کا قبضہ موخر اور مدعی کا قبضہ مقدم سمجھا جاتا ہے از روئے قانون نہیں پیش کر سکتا۔ پلیڈنگ میں مدعی علیہ کا شے متنازعہ کو اپنی یا مدعی کی ملک نہ بتلانا بلکہ اس کا مالک شخص ثالث کو قرار دینا ایک غیر متعلق عذر خیال کیا جاتا ہے۔ جس ضرورت سے ملکیت مبنی بر قبضہ کے مسئلہ کو قانون میں جائز قرار دیا گیا ہے وہ ظاہر ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو فریقین جو شے متنازعہ کے قبضے کی بنیاد پر اس کا دخل چاہتے ہوں اور ان کے حقوق اس طرح قوی اور بے غل و غش نہ ہوں جس طرح اس کے اصلی مالک کے حقوق ہیں جبر و فریب سے کام لینے پر آمادہ ہو جائیں گے اور نزاعات کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا۔

فصل ۱۶۲ حق قدامت

حق قدامت کو مردور زمانہ سے تعلق ہے اس لئے اس کی تعریف یہ ہے کہ حقوق کا وجود و عدم مردور زمانہ کے جس اثر سے ہوتا ہے اس کو حق قدامت کہتے ہیں

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۰۷ صفحہ (۸۰)

۲۔ ملکیت قابض کے قاعدہ پر جن فیصلہ جات میں عمل ہوا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو آر میری بنام ڈلامیری۔ رپورٹ مرتبہ اٹرنیٹج جلد ۱ صفحہ ۵۰۴ لائسنس مرتبہ اسمتہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳۔ الیشر بنام وٹ لاک لارپورٹ کوئنز بینچ جلد ۱ صفحہ ۱۔ پری بنام کلس سولڈ (۱۸۹۷ء) اپیل کمسنر صفحہ ۷۷۔

۳۔ اصطلاح پری اسکرپشن (prescription) بمعنی حق قدامت قانون ردما کی اصطلاح (prescriptio) سے مشتق ہے لیکن ابتدا میں رومانوی اصطلاح کا مفہوم کچھ اور تھا اور پلیڈنگ کے جس کا تعلق کسی عدالتی نزاع یا مقدمہ سے ہوتا ہے ایک مخصوص حصہ کا نام تھا مدعی علیہ جو تحریری جواب بطور عذر منجملہ اور امور کے سبب سے پہلے پیش کرتا تھا اس کو اس قانون میں پری اسکرپٹم (praescriptum) کہتے تھے۔ ایسا ہی (praescriptio fore) سے

حق قدامت سے مراد زمانہ کا کچھ مدت کے لئے اس طرح سے گزر جانا ہے جو کسی حق کے پیدا یا زائل ہونے کے لئے ایک واقعہ اور ماخذ سمجھا جائے۔ حق قدامت کی دو قسمیں ہیں یعنی (۱) مثبت یا پیدا کرنے والا حق قدامت اور (۲) منفی یا عزیزیل حق قدامت پہلی قسم کے مرور زمانہ سے حقوق پیدا اور دوسری قسم کے مرور زمانہ سے حقوق فنا ہوتے ہیں۔ پہلے قسم کے حق قدامت کی مثال ایسا حق راہ کا پیدا ہونا ہے جو بیس سال کے واقعتی تصرف اور استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرے قسم کے حق قدامت کی تمثیل حق دائن کا زائل ہو جانا ہے جبکہ دائن دین کے واجب الادا ہونے کی تاریخ سے اس کا بمقابلہ دیون چھ سال تک دعویٰ نہ کرے۔

لہذا مرور زمانہ کے دو متضاد اثرات ہیں۔ مثبت حق قدامت حقوق کا ماخذ لیکن منفی حق قدامت حقوق کا مزیل سمجھا جاتا ہے۔ اور زمانہ کے اثر کو مثبت یا منفی قرار دینے کے لئے قبضہ کی معیت اور عدم معیت امر لازمی ہے۔ مثبت حق قدامت سے مراد ایسا مرور زمانہ ہے جس سے کسی شخص کو کسی شے پر حق پیدا ہو اور اس شے کا قبضہ بھی اس مدت میں اس شخص کے پاس ہو لیکن اسکے برعکس منفی حق قدامت سے مراد ایسا مرور زمانہ ہے جس میں شے اپنے مالک کے قبضے میں نہ رہے اور اس مدت میں جو کسی حق کے زائل کرنے کے لئے معین ہے اس شے کا مالک بے دخل رہے بالفاظ دیگر ایسا مرور زمانہ جس میں ایک شخص کی شے پر دوسرا قابض رہتا ہے اس کے حق میں مثبت حق قدامت اور اس شے کے مالک کے خلاف جبکہ اس مدت میں وہ اپنی شے سے بے دخل رہتا ہے منفی حق قدامت کہلاتا ہے۔ اسی بناء پر قبضہ دیرینہ کے ذریعے سے حقوق پیدا ہوتے اور بے دخلی دیرینہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- وہ ابتدا و عذر مقصود تھا جو مدعی علیہ عدالت کے اختیار سماعت کے خلاف کرتا تھا علیٰ ہذا قیاس (praescriptio longitemporis) کے الفاظ عذر مبیعہ کی بابت پیش کے جاتے تھے یعنی مدعی علیہ کی جوابدہی ہوتی تھی کہ دعویٰ مدعی خارج المیعاد ہے لہذا از راہ اختصار و تلویح پری اسکرپشن کی دیگر اشکال بتدریج لوگوں کے ذہن میں سے مفقود ہو گئی ہیں اور انگریزی زبان میں یہ لفظ محض حق قدامت کے معنوں میں باقی رہ گیا ہے ۱۲۔

ذریعے سے حقوق زائل ہوتے ہیں چنانچہ اگر کسی حق آسائش پر بیس برس تک میرا قبضہ رہے تو اس مدت کے اختتام پر نہ صرف قابض بلکہ مالک بھی قرار پاسکتا ہوں یعنی جو شے میری مقبوضہ ہے وہ میری ملک ہو جاتی ہے۔ اس کی ضد یہ شکل ہے اگر میں اپنی ملکی زمین پر بارہ سال تک قابض نہ رہوں تو اس مدت کے ختم ہوتے ہی وہ میری ملک یا قبضے سے خارج ہو جائے گی۔ حق قدامت کے ان دونوں اقسام میں واقعہ اور حق قبضہ اور ملکیت ایک دوسرے سے مطابق اور ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ واقعہ سے حق پیدا ہوتا ہے حق کا مبداء واقعہ ہے اگر واقعہ کی جڑ کاٹ دیجائے یا اس کی جڑ میں کٹر الگ جائے تو حق جو اس کی فرع ہے مرور زمانہ کے ساتھ کھلا کر خشک ہو جائے گی اگر واقعہ موجود ہے اور اس کی اصل مضبوط ہے تو اس کی کمزور فرع (یعنی حق) مرور زمانہ کے ساتھ بالیدہ اور برومند ہوگا۔

اکثر صورتوں میں حق قدامت کی یہ دونوں قسمیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں جس جائداد کو ایک شخص بے دخلی دیرینہ کی وجہ سے کھو بیٹھتا ہے وہی جائداد قبضہ دیرینہ کی بنا پر دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی ہر ایک حالت میں اور بالعموم اس نتیجے کا واقع ہونا کوئی ضروری امر نہیں ہے بلکہ اکثر صورتوں میں اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ قانون میں قبضہ دیرینہ یا بے دخلی دیرینہ سے کس حالت کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے پہلی حالت کے موثر ہونے کی صورت میں حق قدامت مثبت اور دوسری حالت کو با اثر ماننے کی صورت میں حق قدامت منفی متصور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مسلسل بارہ سال تک میں اپنی زمین سے بے دخل رہوں اور اس مدت میں اس پر ایک غیر شخص نہیں بلکہ مسلسل چند اشخاص تصرف میرے مقابلے میں بلکہ ایک دوسرے کے مقابلے میں یکے بعد دیگرے قابض رہیں تو اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانوناً کس قسم کے حق قدامت کا اس شکل پر اطلاق کرنا چاہیے اگر اس شکل میں از روئے قانون مثبت حق قدامت مستند سمجھا جائے تو اس کا اثر میری بے دخلی پر نہیں پڑ سکتا اور میری یہ شے میری ہی ملک سمجھی جائے گی لیکن اگر قانوناً منفی حق قدامت مستند سمجھا جائے جیسا کہ انگریزی قانون میں بھی حق قدامت تسلیم کیا جاتا ہے تو میری ملک میں بے دخلی کی وجہ سے میرا حق ملکیت

زائل ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں جیسا کہ اس مثال میں فرض کئے گئے ہیں میرے حق ملکیت زائل ہونے کے بعد ان قابضین میں سے کون قابض میری جائداد کا مالک ہو سکتا ہے اور اس کے حق ملکیت کی بناء یا آخذ کیا شے ہے اس مسئلہ کا حل حق قدامت نہیں ہے بلکہ ایسے قواعد ہیں جن کے ذریعے سے انسان ان اشیاء کو حاصل کر سکتا ہے جو کسی کی ملک نہیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک قانونی مقولہ ہے کہ اس شخص کو جس نے شے متنازعہ پر سب سے پہلے قبضہ حاصل کیا ہو اصل مالک کے سوا دوسرے تمام مدعیان قبضہ کے مقابلے میں بہتر حق (یعنی ملکیت) حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا ان دونوں اصول کے لحاظ سے میری شے کے قابضین مخالف میں سے سب سے پہلے جس شخص نے اس شے پر قبضہ حاصل کیا ہے اس کو اس کی ملکیت بھی ملے گی لیکن حق ملکیت کا شمار اسی وقت سے کیا جائے گا جس وقت سے مجھ اصلی مالک کا حق ملکیت اس شے سے زائل ہوتا ہے۔

قبضے اور ملکیت واقعہ اور حق کی مطابقت و مجابست کی نسبت جو قیاس ہے اس قیاس پر حق قدامت مبنی ہے اور اس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ عموماً مالک شے اس کا قابض ہوتا ہے اور جو شخص جس چیز کا مالک ہوتا ہے وہی اس کا قابض بھی ہوتا ہے۔ چونکہ اس شکل میں واقعہ اور حق بالعموم ایک دوسرے کے مطابق اور موافق ہوتے ہیں اس لئے پہلی حالت دوسری حالت کی شہادت سمجھی جاتی ہے جب کسی شخص کو حقیقت اور واقع میں کسی شے پر قبضہ حاصل نہ ہو تو اس امر کی شہادت یا دلیل ہے کہ قانون میں بھی وہ شے اسی شخص کی ملک ہے۔ ایسا ہی اگر ایک شے ایک شخص کی مقبوضہ نہ ہو تو قیاس ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی ملوکہ ہی نہیں ہے۔ بے دخلی دلیل ہے اس امر کی کہ وہ شے جس سے کوئی شخص بے دخل ہو اس کی ملک نہیں ہے اس لئے دخل یا بے دخلی کی جس قدر طویل مدت ہو اسی قدر ان دونوں واقعات یا حالات کی بحیثیت شہادت زیادہ وقعت و منزلت ہے۔ چنانچہ اگر میں ایک روز کے لئے کسی قطعہ زمین پر قابض ہو جاؤں تو میری ملکیت کے متعلق ایک نہایت خفیف سا قیاس پیدا ہوتا ہے لیکن اگر میں اس پر مسلسل بیس سال تک قابض رہوں تو میرے اس زمین کے مالک ہونے کی نسبت نہایت مستحکم اور قوی قیاس قائم ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر میں

اپنے کسی وصول طلبین کے متعلق تاریخ ادائیگی سے چھ مہینے تک طلب تقاضا نہ کروں تو لوگ میرے ادعا کو اس قدر بے اصل یا اس دین کے ایصال کی نسبت اس قدر قوی قیاس نہ کریں گے جیسا کہ دس سال گذر جائیں اور اس کی ادائیگی کے متعلق میری جانب سے طلب اور تقاضا نہ کیا جائے۔

لہذا اگر میں کسی چیز پر قابض ہونے کے بعد اس کی ملک کا ادعا کروں تو حصول ملکیت کے لئے میرا قبضہ بطور شہادت پیش کیا جاسکتا ہے اور جس قدر میرا قبضہ دیرینہ ہو گا اسی قدر ملکیت کے ثبوت میں میری شہادت قوی اور معتبر سمجھی جائیگی۔ اس میں شک نہیں کہ قبضے کی شہادت محض واقعے کی شہادت ہے لیکن اس طرح جو واقعے کی شہادت پیش کی جاتی ہے اس کو ہر ایک قسم کی دوسری قوی شہادت پر ترجیح اور فضیلت حاصل ہے کیونکہ مرد زمانہ کی وجہ سے ملکیت ثابت کرنے کے جو دوسرے ذرائع شہادت تحریری اور لسانی کی شکل میں موجود ہیں مفقود ہو جاتے ہیں چنانچہ مدت دراز کے بعد اکثر دستاویزات حقیقت کا گم جانا گواہوں کے حافظہ کا قصور کرنا گواہوں کا فوت ہونا ممکنات سے ہے لہذا جس صورت میں دستاویزی یا لسانی شہادت ملکیت کے متعلق نہ پیش ہو سکے تو قبضہ دیرینہ کے ذریعے سے کسی شے کی ملکیت کا ثابت کرنا نہایت احسن طریقہ شہادت ہے۔ اسی طرح سے بے دخلی دیرینہ کی صورت میں مالک کا حق ملکیت اس کی شے کے متعلق کمزور ہو جاتا ہے اور جس شخص کا اس شے پر قبضہ رہتا ہے اسی کے حق ملکیت کے متعلق قیاس قانونی مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

بہر حال قبضہ اور بے دخلی پر خصوصاً حق قدامت کے قانون کی بناء پر جس طرح اور اشکال میں قانون ملک نے بعض امور کو ثبوت قطعی قرار دیا ہے اس طرح اس شکل میں مرد زمانہ کو قانون نے قطعی اور کامل ثبوت مان لیا ہے۔ قانون میں قبضہ دیرینہ کی صحت اور جواز کی نسبت قیاس قطعی ہے اور ملکیت کے ایسے دعاوی کو ناجائز سمجھنے کے متعلق قطعی قیاس ہے جو بے دخلی دیرینہ کے بعد رجوع کئے جاتے ہیں۔ قانون میں مرد زمانہ نہ صرف حقوق کے اثبات و نفی کی شہادت خیال کیا جاتا ہے بلکہ حقوق کے پیدا اور زائل ہونے کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے گواہوں میں حق قدامت کی اس درجہ قدر و منزلت نہ معلوم ہوتی ہو لیکن قانون میں اس کی شان اعلیٰ اور ارفع ہے

اور اس کا مرتبہ قانون شہادت سے زیادہ ہے حتیٰ کہ اس کا شمار قانون اصلی میں کیا جاتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ جس طرح دوسرے قطعی قیاسات قانونی کی کامل صحت اور جواز کا پتہ چلانے کا مشکل ہے اسی طرح اس قیاس قطعی کا کامل صحت و جواز پر مبنی ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے پھر بھی اس کے جواز کے متعلق جن دلائل اور براہین کا فقرات بالا میں حوالہ دیا گیا ہے اگر ان کا صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو حق قدامت انصاف کا بہترین آلہ یا ذریعہ قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ بلحاظ واقعات یہ قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایسا دین جس کے وصول پانے کا دین نے چھ سال تک ادعا نہ کیا ہو بے بنیاد ہے لیکن قانون میں اس قسم کے دین کو بے اصل اور غلط قیاس کرنے کا جو اصول قرار دیا گیا ہے وہ ضرورت اور مصلحت پر مبنی ہے دائنین کے حق میں قانون کی یہ سختی تازیانہ کا کام کرتی ہے۔ اس قیاس کی وجہ سے دائن کو ہمیشہ یہ خیال لگا رہتا ہے کہ دین کے میون سے طلب کرنے میں اس قدر زمانہ گزرنہ چاہئے جس کی وجہ سے عدالت میں اس کا دعویٰ اشتباہ کی نظر سے دیکھا جائے۔ چونکہ ایسے مالک کو ثبوت ملکیت کے پیش کرنے کے متعلق جو زمانہ دراز تک بیدخل رہا ہو دشواری ہوتی ہے اور جو شہادت وہ پیش کرتا ہے مردور زمانہ کی وجہ سے اکثر غلط ثابت ہوتی ہے اس لئے اس دشواری اور غلطی کو رفع کرنے کی غرض سے قانون میں واقعہ (قبضہ) اور حق (ملکیت) کی مطابقت اور مجابست کی نسبت جو مدت معینہ کے بعد ان میں پیدا ہوتی ہے ائردوئے قانون جو قطعی قیاس ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ لہذا جس شخص کو اپنا حق ملکیت ثابت کرنا ہو اس کا فرض ہے کہ وہ قانون کی مقرر کردہ مدت کے اندر اپنا دعویٰ رجوع کرے ورنہ اس کا حق اس کی غفلت کی سزا میں ضبط کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ قانون کا مقولہ ہے کہ قانون غافل کی نہیں بلکہ ہوشیار کی مدد کرتا ہے۔

حق قدامت کا دائرہ عمل اور اثر جائیداد غیر منقولہ کے حقوق تک محدود

نہیں ہے۔ اس کا اثر نہ صرف جائیداد پر پڑتا ہے بلکہ ذام اور واجبات (obligations) اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ مثبت حق قدامت کا تعلق محض ان حقوق سے ہے جن پر شخص کا قبضہ ہو سکتا ہے یعنی ایسے تمام حقوق جن پر شخص تصرف کر سکتا یا جن سے وہ

متمتع ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قبضہ کر لے کے قابل جو حقوق ہیں ان میں سے اکثر ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق جائیداد غیر منقولہ سے ہوتا ہے۔ لیکن جن حقوق کا تعلق جائیداد منقولہ سے ہوتا ہے یا جو حقوق خلاف شخص کہلاتے ہیں وہ عموماً تصرف اور تمتع کے ذریعے سے زائل اور فنا ہو جاتے ہیں اس لئے شخص نہ تو ان پر قبضہ کر سکتا ہے اور نہ وہ حق قدامت کے ذریعے سے کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی حقوق خلاف شخص کی صنف میں بہت ہی ایسے حقوق ہیں جن پر شخص قبضہ کر سکتا ہے اور اس لئے از روئے نظریہ شخص کا ان کو پشت حق قدامت کے ذریعے سے حاصل کرنا ممکن ہی ہے مگر زمانہ موجودہ کے قانون نے کسی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے حق قدامت کے ذریعے سے ان کے حاصل کئے جانے کو نامنظور کیا ہے لہذا اس قسم کے حق قدامت کا تعلق قانون جائیداد سے مخصوص سمجھنا چاہئے۔ اس کے برعکس منفی حق قدامت کا تعلق قانون جائیداد اور قانون اجابات دونوں سے مشترک ہے۔ چنانچہ مرد و زمانہ کی وجہ سے اکثر واجبات فنا ہو جاتے ہیں چونکہ ان واجبات کی ملکیت کے ساتھ قبضے کی موجودگی نہیں ہوتی ہے اس لئے ان کے وصول یا نہ کے متعلق دائنین کے ادعا نہ کرنے کی وجہ سے جو مدت گذرتی ہے اس کے مٹانے والے اثر سے انھیں کوئی شے محفوظ نہیں کر سکتی۔

منفی حق قدامت کی دو قسمیں کامل اور ناقص ہیں اور اس دوسری قسم کو میعاد سماعت بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کے منفی حق قدامت کے مقابلہ میں اس کی پہلی قسم کا ایک مخصوص اور تنگ مفہوم ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے کامل حق قدامت سے مراد اصلی حق کا ازالہ ہے اور ناقص حق قدامت کا مقصد حق ناش کا جو اصلی حق کا معین اور مدد ہے سقوط ہے حالانکہ اصلی حق موجود رہتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر پہلی شکل میں مدعی کا اصلی حق زائل اور فنا ہو جاتا ہے لیکن دوسری شکل میں اس کا اصلی حق

لے بہر حال یہ بات بالکل صاف ہے کہ جب تک کوئی دین یا واجب حقیقت میں قابل ادائی اور قابل ارجاع ناش نہ ہو مرد و زمانہ کی وجہ سے اس کی صحت اور جواز کے خلاف کوئی قیاس نہیں پیدا ہو سکتا لہذا دین کے خلاف اور مدیون کی تائید میں میعاد اس روز سے نہیں شروع ہوتی ہے جس روز سے اس دین کا نفاذ ہوا بلکہ میعاد کا شمار اس روز سے کیا جاتا ہے جس تاریخ سے دین وصول طلب اور قابل ارجاع ناش ہوتا ہے۔

جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ دعویٰ کرنا چاہتا ہے باقی رہتا ہے لیکن حق ناش یعنی دعویٰ کرنے کا حق مرور زمانہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسری شکل میں مدعی کا اصلی حق جو کامل اور قابل نفاذ تھا وہ اپنی شان سے گھٹ کر ناقص اور ناقابل نفاذ قرار پاتا ہے۔

بارہ سال کی بے دخلی سے ملکیت زمین کا زائل ہونا کامل حق قدامت کی مثال ہے ایسی زمین کے مالک کا اس کی دوازدہ سالہ بے دخلی کی وجہ سے نہ صرف حق ملکیت زائل ہوتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ دخل رجوع کرنے کا حق بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ کسی مال یا جائیداد منقولہ کے مالک کا چھ سال تک اپنی جائیداد سے بے دخل رہنا ناقص حق قدامت کی تمثیل ہے۔ اگرچہ اس جائیداد کے مالک کا حق ناش جس کے ذریعہ سے وہ اپنے مال یا شے کو پاسکتا ہے زائل ہو جاتا ہے اس پر بھی اس جائیداد یا شے کا وہی مالک سمجھا جاتا ہے اس کی ملکیت حق کامل سے گھٹ کر حق ناقص ہو جاتی ہے لیکن باقی رہتی ہے۔ ایسا ہی اگر دین وصول دین کے متعلق تاریخ مناط ناش سے چھ سال کے اندر دعویٰ پیش نہ کرے تو اس کا ناش کا حق ساقط ہو جاتا ہے لیکن دین متاصل نہیں ہوتا بلکہ جاری اور واجب الادا رہتا ہے۔

فصل ۱۶۳ اقرار

ہم نے اس کتاب کے کسی حصے میں اس سے پہلے نہایت تفصیل سے اس عام نظریے کے متعلق بحث کی ہے جو اقرار کی بناء ہے اور اس بحث و تحقیق میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اقرار حقوق کا ماخذ ہے۔ ناظرین کتاب کو یہ بات بھی یاد رہی ہوگی کہ اصطلاح اقرار میں نہ صرف معاہدات داخل ہیں بلکہ جس قدر ذوجہتیں فعال و معاملات قانونی ہیں ان سب پر یہ لفظ حاوی ہے۔ ذوجہتیں افعال سے ہماری مراد دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا اپنی مرضی اور رضامندی کا بحیثیت فریقین معاملہ اظہار کرنا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے تعلقات قانونی میں تبدیل پیدا کرنی ہے۔ اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے قانون جائیداد میں جس قدر اقرار کی اہمیت ہے اسی قدر وہ قانون واجبات میں ضروری اور مفید ہے۔

اقرار جو جائیداد غیر منقولہ کے حقوق کا ماخذ ہے اس کی دو قسمیں ہیں یعنی انتقال اور عطا۔ انتقال کے ذریعے سے موجودہ حقوق ایک مالک سے دوسرے مالک کو منتقل ہوتے ہیں اور عطا کے ذریعے سے معطی کے موجودہ حقوق پر جدید حقوق پیدا کر کے ایک قسم کا بارعائد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ پٹے کا عطا کرنا ایسا اقرار ہے جس کے ذریعے سے معطی اپنی زمین کا پٹہ (حق مقابضت) معطی نہ کو عطا کرتا ہے اور اس پٹے کی وجہ سے معطی کے فری ہولڈ حق پر جو اس کو حاصل ہے بارعائد کیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس انتقال پٹہ کی کیفیت ہے۔ انتقال کے ذریعے سے پٹہ دار اپنی زمین کا ذیلی پٹہ منتقل الیہ (یعنی ذیلی پٹہ دار) کو منتقل کرتا ہے۔ اقرار کے لئے کسی مقررہ شکل یا ضابطے کے مطابق کیا جانا اور نہ کیا جانادونوں باتیں ممکن ہیں اقرار باضابطہ ہی ہو سکتا ہے اور بے ضابطہ بھی اگرچہ ہم نے سابق میں باضابطہ اقراروں کی نوعیت اور تفصیل بیان کر دی ہے لیکن ان میں سے ایک قسم کے اقرار کا قانون جائیداد سے خاص تعلق ہے لہذا اس فصل میں اس کا بالاجمال اعادہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس سے ہماری مراد حوالگی قبضہ ہے اسی کو قانون روم میں ٹراڈی شیو (traditio) کہتے ہیں لک جائیداد کا کسی شے کو اپنی رضا و رغبت سے انتقال کرنے کی صورت میں اس کے قبضے کا منتقل الیہ کو حوالہ کر دینا قانون روم کا ایک زبردست بنیادی اصول تھا جو الگ قبضہ یا حق قدامت کی وجہ سے (شخص کو) کسی شے میں ملکیت حاصل ہوتی ہے محض اقرار کے ذریعہ سے ملکیت منتقل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی انگریزی قانون میں مسئلہ ایک قیاس یا از روئے نظریہ حوالگی قبضہ کے سوائے زمین کا کسی دوسرے طریقہ سے منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ اگر زمین کا قبضہ منتقل نہ کیا جاتا تو دستاویز انتقال جو کسی قطعہ زمین کے متعلق مرتب و مکمل کیا جانا بے اثر ثابت ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ صدیوں سے عمل اس نظریہ کے خلاف کیا جاتا تھا انگلستان کے قدیم قانون امانت (the st. of uses) کے ذریعہ سے قبضہ کے حوالہ کرنے کا ایک مصنوعی یا فرضی طریقہ نکال آیا تھا

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان برائے انٹر میڈیٹ تشریحات صفحہ ۴۱۔

اور لوگ انتقال زمین کو اس فرضی حوالگی قبضہ کے ذریعے سے جائز اور مستند قرار دواتے تھے جس کی بناء پر زمین کے ساتھ منتقل ایہ کو اس کی ملکیت بھی پہنچتی تھی۔ لیکن ایک دوسرا قانون جس کے ذریعے سے نظریہ قانون میں بھی قبضہ کے بغیر زمین کی ملکیت منتقل ہو سکتی ہے حال ہی میں نافذ ہوا ہے۔ اس کے برعکس انگلستان کے قانون غیر موضوعہ نے سیکڑوں برس قبل جائیداد منقولہ کے متعلق طے کر دیا تھا کہ قبضہ کے بغیر اس کی ملکیت کا منتقل کرنا ممکن ہے اور اس طرح اس قدیم اصول کی جو دہاں کے قانون غیر موضوعہ سے بھی زیادہ پرانا تھا قطع و برید کر دی تھی۔ چنانچہ منتقل ایہ کے حوالے کئے جانے کے بغیر جائیداد منقولہ یا مال کو بذریعہ دستاویز منتقل کرنا ممکن ہے ایسا ہی مشتری کو حوالے کئے جانے کے بغیر مال و اسباب بذریعہ بیع بھی مشتری منتقل ہو سکتا ہے لیکن آج کے دن بھی مال یا جائیداد منقولہ کی ہبہ کو مکمل اور جائز کرنے کے لئے اس کے قبضہ کو منتقل کرنے یعنی اس شے کا منجانب و اہب موہوب لے کے حوالے کیا جانا لازمی ہے۔

ہبہ اشیاء کے متعلق حوالگی قبضہ کی جو ضرورت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون ملک میں ابھی تک قدیم خیال کا اثر باقی رہ گیا ہے۔ اس کو ان ایام قدیمہ کی یادگار سمجھنا چاہئے جبکہ قانون میں قبضہ زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی خاص اہمیت تھی جو اب اس قدر باقی نہیں رہی ہے۔ اس زمانہ میں ملکیت معین قبضہ سمجھی جاتی تھی قبضہ حق اصلی اور ملکیت حق ذیلی خیال کی جاتی تھی اسی بناء پر اگر مالک کا قبضہ اس کی شے پر نہ ہوتا تو وہ اس کی ملک نہیں سمجھی جاتی تھی کیونکہ مالک اپنے ایک نہایت اہم حق یعنی قبضہ سے محروم ہو کر کیونکر اس شے غیر مقبوضہ کا مالک بن سکتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص کو قبضہ پانے کے دعوے میں کامیابی نہ ہوتی وہ شے مدعوہ کا مالک نہیں متصور ہو سکتا تھا حالانکہ دخل پانے کی نسبت اس کا دعویٰ کتنا ہی سچ کیوں نہ ہوتا۔ انتقال شے سے مراد انتقال قبضہ ہی جاتی تھی اور جب تک قبضہ کسی شے کا منتقل نہ کیا جائے اس شے کا منتقل کرنا ناممکن تھا۔

۱۔ قانون (موضوعہ) وکٹوریہ ۱۸۹۸ء جلوس وکٹوریہ باب ۱۰۶، فصل ۲۔

۲۔ کاک رین بنام مور کوئنٹر بینچ ڈویژن جلد ۲۵ صفحہ ۵۷۔

مگر اس زمانے کے متقنین کی عقلیں انتقال حقوق کے متعلق ساکت تھیں۔ چونکہ اشیاء رجن سے مراد وہ لوگ مادی اشیاء لیا کرتے تھے، کا تعلق جسد و جسمانیات سے ہے اور وہ نظر آتی نہیں اس لئے ان ہی کے قبضے اور انتقال کی بابت لوگوں نے عقلیں لڑائی ہیں انتقالات حقوق کا مبحث آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔

بعض صورتوں میں قبضے کا حوالہ کیا جانا از روئے قانون ضروری ہے اور حوالگی قبضہ کے بغیر جیسا کہ جائیداد منقولہ کی شکل میں جائیداد کا انتقال جائز نہیں خیال کیا جاتا اس کو یک گونہ اقرار انتقال کے متعلق پابندی ضابطہ (یا ادائے رسم) سمجھنا چاہئے اور جو غرض دیگر ضوابط کی ہے وہی اس ضابطے اور رسم کی ہے۔ اس ضابطہ کی پابندی سے اس اقرار کے متعلق شہادت فراہم ہو سکتی ہے جو فریقین کے درمیان انتقال مال یا اسباب کی بابت کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے فریقین کو معاملے سے دست بردار ہونے اور اقرار کی پابندی سے گریز کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ ان پر ایسے وعدوں کی ذمہ داری عائد ہوگی جنکے متعلق انھیں زیادہ غور و فکر کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

یہ ایک مشہور اور زبردست قانونی اصول ہے کہ کسی معطی لہ یا منتقل الیہ کا حق اپنے معطی یا منتقل کنندہ کے حق سے بہتر نہیں ہو سکتا معطی اور منتقل کنندہ اسی حیثیت اور نوعیت کا حق معطی لہ اور منتقل الیہ کو عطا اور منتقل کرتا ہے جس حیثیت اور نوعیت کا حق اسے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ قانون روم میں اس اصول کے متعلق یہ قول ہے کہ کوئی شخص اس حق سے بہتر حق جو اس کے پاس ہو دوسرے کو نہیں منتقل کر سکتا ہے۔

لیکن یہ قاعدہ بھی متعدد اور اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ یہ قاعدہ قدیم ہے اور اس کے مستثنیات جدید ہیں بلکہ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر قانون کی ترقی انھیں اصول اور امور پر آئندہ بھی جاری رہے

جن اصول پر موجودہ زمانے میں قانون نے ترقی کی ہے تو ان مستثنیات میں اور بھی اضافہ ہوگا اور اس قدیم اصول اور قاعدے کے اصلی مفہوم میں اور بھی کمی واقع ہوگی۔ یہ قدیم قاعدہ اور اس کے جدید مستثنیات دو متضاد اغراض پر مبنی تھے۔ اس قدیم اصول کا مقصد حقوق محصلہ یا قائم کردہ حقوق کی صیانت اور طمانینت ہے۔ جس شخص کو اس قاعدے کے زیر اثر کسی حق کا مل کے حاصل کرنے میں کامیابی ہو اس کے لئے یہ قاعدہ سپر کا کام دیتا ہے اور وہ اس کے زیر حمایت اپنے حق کو بچانے کے لئے ہر ایک شخص سے مقابلہ کر سکتا ہے حتیٰ کہ تمام دنیا اس کے مقابلے پر کھڑی ہو جائے اس سے ان سب کا حملہ رد کرنا ممکن ہے۔ اس کے برعکس اس کے مستثنیات کی غرض ہے۔ مستثنیات سے صرف ایسے اشخاص فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کو کسی جائیداد کا حاصل کرنا منظور ہو اور قاعدے سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو جائیداد کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہوں یعنی جنہیں اس محصلہ جائیداد کی حفاظت و صیانت منظور ہو۔ ان شان کے لئے ایسے حق کا حاصل کرنا جس کے دیگر اشخاص مدعی نہ ہوں یا جس کی نسبت کسی جھگڑے یا فساد کے برپا ہونے کی نوبت نہ آئے زیادہ آسان ہے نسبت اس امر کے کہ اس کے حال ہونے کے بعد وہ اس کے پاس محفوظ و معصون نہ رہے۔ اس قسم کے دو متضاد اغراض میں مصاحمت اور اتحاد پیدا کرنا قانون ملک کا فریضہ ہے۔ چونکہ اس زمانے میں ضرورت ہے کہ لوگوں کو جائیداد کے حاصل اور منتقل کرنے میں آسانی ہو اور ان معاملات میں جس قدر سرعت سے کام لیا جائے اسی قدر مناسب ہے لہذا زمانہ موجودہ کے قانون کار بجان قدیم قاعدے کے اثر کو جس کے ذریعے سے حق مقابضت (یا حقیقت) کی صیانت کی جاتی ہے کم کر کے اس کے مستثنیات کو جن کے ذریعے سے جائیداد یا حقوق کا زیادہ آسانی اور کسی تعویج کے بغیر حاصل اور منتقل کرنا ممکن ہے فروغ دینا اور ان میں اضافہ کرنا ہے۔

ان مستثنیات کی دو قسمیں ہیں (۱) ایسے مستثنیات جن کا تعلق اس فرق سے ہے جو قانونی اور نصفتی ملکیت میں پایا جاتا ہے اور (۲) ایسے مستثنیات جن کی بنیاد ملکیت اور قبضے کا امتیاز ہے۔ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا ہے اور ناظرین کتاب بھی اس امر سے بخوبی واقف ہونگے کہ ایک ہی جائیداد کی قانونی ملکیت ایک شخص کو

اور نصفی ملکیت دوسرے شخص کو حاصل ہوتی ہے نیز وہ شخص جو اس جائیداد کا از روئے قانون مالک سمجھا جاتا ہے امین ہے اس شخص کے لئے جو از روئے نصفی اس کی مالک ہے۔ پہلا شخص دوسرے شخص کی جانب سے اور اس کو اس جائیداد سے فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس پر قابض رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس امانت کے فریضے سے پہلے شخص کی جائیداد زیر بار یا مکفول ہو جاتی ہے اس پر بھی امین اس بار کفالت کے بغیر جائیداد شخص ثالث کو دے سکتا ہے بشرطیکہ شخص ثالث نے اس کی قیمت ادا کی ہو اور بوقت خریداری اس کو موجودگی امانت کا علم نہ ہوا ہو۔ اس قاعدے کو مسئلہ نصفی شرعاً مع ثمن و بلا اطلاع کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص لاعلمی اور نیک نیتی سے کسی ناقص قانونی حق (یا حقیقت) کو خریدے تو اس کے حق کو کسی دوسرے شخص کے نصفی اور مخالفانہ حق کے ذریعے سے نقصان نہ پہنچنا چاہیے۔ بہر حال امانت کی حد تک ایک قانونی اپنی حقیقت سے زیادہ بہتر حقیقت اس مقولے کے باوجود کہ جس کے پاس جو چیز نہ ہو وہ اس چیز کو کسی دوسرے شخص کو نہیں دے سکتا منتقل الیہ کو دیکھنا ہے۔ دوسری قسم کے مستثنیات ان اشکال پر مبنی ہیں جن میں جائیداد کی ملکیت ایک شخص کو اور قبضہ دوسرے شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ اور موجودہ قوانین موضوعہ کے ذریعے سے بعض صورتوں میں قابض جائیداد اپنے حق (قبضہ) سے بہتر حق (ملکیت) منتقل الیہ کو عطا کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ منتقل الیہ نیک نیتی سے قابض کو جائیداد کا صحیح اور جائز مالک باور کرتا ہو۔ اس قسم کے اشکال کی بناء یہ قیاس قانونی ہے کہ جو شخص قابض شے ہے وہی مالک شے ہے۔ چنانچہ قانون نے ان لوگوں کو جو نیک نیتی سے اس قیاس پر عمل کرتے ہیں حصول حقیقت کا مجاز قرار دیا ہے اور جو حق ان شرائط کے ساتھ جس شخص کو حاصل ہوتا ہے خواہ وہ دراصل ناجائز ہی کیوں نہ ہو ہر ایک صورت میں قانوناً صحیح اور جائز تصور کیا جاتا ہے۔ ان مستثنیات میں سب سے زیادہ مشہور مثال دستاویزات قابل بیع و شرا کی ہے۔ مثلاً اگر کسی نوٹوں پر غور کیجئے۔ کسی کے قبضے سے کسی بنک نوٹ کے برآمد ہونے سے وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا کیونکہ اس کے متعلق اس قسم کے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ قابض نے اس نوٹ کو کہیں پڑا ہوا پایا ہو یا کسی دوسرے

شخص کے یہاں سے چرا لیا ہو اس پر بھی یہ نوٹ اس شخص کی ملک ہو سکتے ہیں جس نے کسی سارق وغیرہ سے نیک بنتی سے قابض ناجائز کو اس کا مالک باور کر کے اور اس کی قیمت ادا کر کے اسے خرید لیا ہو۔ ایسا ہی تاجروں کے مختار اور گماشتے جن کے قبضے میں ان کے مالکوں کا مال تجارت رہتا ہے ایسے تجارتی مال کی ملکیت موثر طور پر منتقل کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے مالکوں نے انھیں انتقال ملکیت کا اختیار دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

فصل ۱۶ وراثت

چوتھا اور آخری طریقہ حصول جائداد کا جس کی ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں وراثت ہے۔

۱۔ قانون گماشتگان و مختار بابت ۱۸۹۹ء۔

۲۔ انگریزی قانون سے زیادہ یورپ کے دوسرے ملکوں میں اس مسئلہ کا کہ قابض شے (یعنی مال یا جائداد مشقولہ) اپنے حق سے زیادہ بہتر حق (یعنی ملکیت شے) منتقل الیہ کو دے سکتا ہے اثر ہے اور برطانوی سلطنت سے زیادہ ان ممالک میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی مجموعہ قانون دیوانی فقرہ ۲۲۴۹ میں یہ عام اصول درج ہے کہ ملکیت شے سے اس کے مالک کے لئے یہ حق مستخرج نہیں ہو سکتا کہ جو شخص ثالث نیک بنتی سے اس شے کو حاصل کر لے اس کا تعاقب اس کا مالک کرے یعنی شخص ثالث کا نیک بنتی سے کسی شے پر قبضہ ہو جانے کے بعد اس شے کا مالک ان سے اپنی شے واپس نہیں لے سکتا۔ یہ قاعدہ بھی اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے کیونکہ مال مسروقہ اور گم شدہ مال پر اس کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے لہذا اس قاعدہ کو ایسے اشکال کے لئے ایک کلیہ سمجھنا چاہئے جن میں مالک شے اپنی رضا و رغبت سے اس شے کا قبضہ کسی دوسرے شخص کے تفویض کرتا ہے۔ اسکی تمثیلات ایسی صورتیں ہیں جن میں اگر دی رکھنے والا مستعار لینے والا تحویلدار یا ایجنٹ یعنی مختار مالک کی رضا مندی اس کی شے پر قابض ہو جاتے ہیں لیکن ناجائز طور سے وہ شے شخص ثالث کو منتقل کر دیتے یعنی فروخت کرتے ہیں۔ باڈری کنٹی نیوڈی لاپری اسکرپشن باب ۲۰ اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں جرمن مجموعہ قانون دیوانی دفعات ۹۳۲ تا ۹۳۵ اور اطالوی مجموعہ قانون دیوانی دفعات ۷۰۷ تا ۷۰۸۔ ان دونوں مجموعوں میں بھی اس قسم کا قانون درج ہے ۱۲۔

مالکان حقوق کی فوتی کے لحاظ سے حقوق کی دو قسمیں قابل توریث اور ناقابل توریث قرار دی گئی ہیں۔ اگر مالک حق کی وفات کے بعد اس کا حق باقی رہ جائے تو قابل توریث حق ہے اور اگر مالک کی وفات کے بعد باقی نہ رہے بلکہ اس کے مرنے سے وہ زائل ہو جائے تو اس کو ناقابل توریث حق کہتے ہیں۔ اگرچہ حقوق کی اس تقسیم میں اور اس تقسیم میں جو حقوق متعلق جائیداد اور حقوق شخصی میں قرار دی گئی ہے بہت کچھ مشابہت اور مطابقت ہے لیکن دونوں تقسیمیں ایک نہیں ہیں بلکہ ان میں کسی قدر فرق ہے۔ شخصی حقوق کا انحصار ان ہی اشخاص پر ہے جن کو وہ حاصل ہوتے ہیں ان حقوق کا تعلق صاحبان حقوق کی ذات سے ہوتا ہے اور اس لئے جب صاحب حق فوت ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کا حق بھی فنا ہو جاتا ہے بہر حال شخصی حق کو شخص کی ذات یا اس کی شخصیت سے تعلق ہے اور اس قسم کا حق ذات شخص سے علیحدہ ہو کر ہستی جداگانہ کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ لہذا شخص کی وفات سے اس کا شخصی حق نہ صرف ساقط ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے تمام حقوق کی کیفیت ہے بلکہ وہ بالکل زائل اور فنا ہو جاتا ہے اس پر بھی بعض صورتوں میں شخصی حقوق داخل نہیں ہوتے بلکہ یہ قائم مقامان متوفی کو ورثہ پہنچتے ہیں جیسا کہ امارت موروثی اور اسکے ضمن میں سیاسی اور دیگر امتیازات کی حیثیت ہوتی ہے۔

اس کے برعکس حقوق جائیدادی (ایسے حقوق جن کا تعلق جائیداد سے ہوتا ہے) عموماً قابل توریث ہیں۔ صاحب حق کی موت سے حق جائیدادی مٹ نہیں جاتا بلکہ ساقط ہوتا ہے یعنی بظاہر حق نظروں سے غائب ہو جاتا ہے لیکن اس کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس قاعدے کے بھی متعدد مستثنیات ہیں۔ مثلاً پٹہ حین حیات پر دار کی وفات کے ساتھ ختم اور معدوم ہو جاتا ہے حالانکہ پٹہ کا شمار حقوق جائیدادی یا حقوق ملکیت میں کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حین حیات پر پٹے کے سوا پٹے کے دیگر قسم میں کسی نہ کسی مدت کا تعین کیا جاتا ہے اس لئے ان پر ان پٹہ دار کی موت کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔ ملکیت مشترکہ کی بھی یہی خاصیت ہے کہ ایک شریک کی موت سے اس کا حق یعنی ملکیت زائل ہو کر باقی شریکوں کے موجودہ حق پیمانہ گی کے قاعدے سے تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ٹارٹ کے متعلق جس قدر حقوق ناشائستہ ہیں وہ

ضرر رسیدہ اشخاص کے فوت ہونے پر ان کے ساتھ ختم اور معدوم ہو جاتے ہیں بجز ان صورتوں کے جن میں انگلستان کے قانون ٹارٹ میں کچھ کا تعلق وہاں کے قانون غیر موضوعہ کے قواعد سے ہے تو ان میں موضوعہ کے ذریعے سے اس قسم کے حقوق ناشتات کے متعلق ترمیم کی گئی ہے۔ بہر حال اکثر صورتوں میں انسان کی موت اس کی ملکیت کو جو اسے اس کے حقوق جائیدادی پر حاصل ہے نیست نابود کر دیتی ہے لیکن اس کا حق جائیدادی باقی رہتا ہے۔

انسان کے مرنے کے بعد اس طرح اس کے جو حقوق باقی رہ جاتے ہیں وہ اس کے قائم مقام کو حاصل ہوتے ہیں۔ قائم مقام سے مراد وہ شخص ہے جس کو متوفی نے بطور خود اپنی یا قانون ملک نے متوفی کی اس دنیا میں قائم مقامی کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ چونکہ قائم مقام متوفی کی ذات کا حامل ہوتا ہے یا یوں کہیے کہ قائم مقام متوفی کی روئے شخصیت کو اوڑھے ہوئے ہوتا ہے اس لئے جس قدر میت کے حقوق اور ذمہ داریاں قابل توریث ہیں وہ تمام اس کی ذات میں ارثاً جمع ہو جاتی ہیں۔ وراثت کو یا میت کی ایک قانونی اور فرضی شخصیت ہے جو اس کی وفات کے بعد اس دنیا میں ضرورتاً ایک زمانے تک جاری اور قائم رہتی ہے کیونکہ قانون کی رو سے قائم مقام متوفی کے بجائے شمار کیا جاتا ہے یعنی جن امور اور معاملات کا متوفی کی ذات سے تعلق ہو وہی امور اور معاملات اس کے قائم مقام سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ جن حقوق پر متوفی اپنی ذات سے متصرف نہیں ہو سکتا یا جن فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل یا ادائی وہ اپنی ذات سے نہ کر سکتا ہو اس کا قائم مقام ان حقوق سے متشعب اور ان فرائض کا تکمیل کرتا ہے یعنی میت کے امور کو ایک زندہ شخص انجام دیتا ہے۔ چنانچہ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ کہنا جائز ہے کہ ہر حیثیت کی قدرتی شخصیت اس کی موت سے فنا ہو جاتی ہے لیکن اس دنیا میں اس کی قانونی شخصیت اس وقت تک باقی رہتی جب تک کہ اس کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل ہو اور اس کی جائیداد کی اس کے دائرین اور وراثت میں حسب ضرورت تقسیم نہ ہو جائے۔ اور زندہ انسانوں میں اس کی نیابت اور قائم مقامی کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۱۔ شخص متوفی کو اس کی وراثت اس دنیا میں زندہ رکھتی ہے (مطلب یہ کہ قائم مقام کے ذریعے سے

اگرچہ متوفی کی جائداد (یا متروکہ) اس کے قائم مقام کو حاصل ہوتی ہے لیکن ہر حالت میں قائم مقام کا ہی اس جائداد کا مالک انتفاعی ہونا لازم نہیں ہے۔ دو قسم کے اشخاص کو متوفی کی جائداد سے فائدہ پہنچانے کے لئے قائم مقام کا تقرر کیا جاتا ہے اور جائداد اس کے قبضے میں دی جاتی ہے۔ بعض صورتوں میں قائم مقام کا جائداد سے مستفید ہونے والے اشخاص میں شمار کیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں وہ ان اشخاص میں داخل نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ان اشخاص کے ایک گروہ کو دائنین متروکہ اور دوسرے گروہ کو مامون لہم یعنی استفادہ حاصل کرنے والے اشخاص کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کے اکثر حقوق اس کے مرنے کے بعد اس دنیا میں باقی رہ جاتے ہیں اسی طرح وہ اپنی متعدد ذمہ داریاں اور فرائض اپنے بعد یہاں چھوڑ جاتا ہے اور یہ ذمہ داریاں بھی مثل حقوق کے متوفی کے ورثہ میں آتی ہیں۔ ان فرائض اور ذمہ داریوں یعنی متوفی کے قرضوں کے ادا کرنے کا بار متوفی کی جائداد تک محدود ہے اگرچہ اس دنیا میں میت کے امور اور معاملات کا اس کے قائم مقام کے ذریعے سے انصرام کیا جاتا ہے لیکن میت کے دیون کی ادائیگی کی نسبت قائم مقام اپنی ذات سے ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس قسم کے فرائض کی تکمیل اس کو میت کے متروکہ سے حقدار حاصل ہوتا ہے کرنی پڑتی ہے لہذا قائم مقام کی دو شخصیتیں یا قابلیتیں ہیں۔ دائنین میت میں سے جس شخص کو قائم مقام کے مقابلے میں بحقیقت وصی دین وصول طلب ہو وہ شخص اس قرضے کو قائم مقام کا ذاتی قرضہ نہیں قرار دے سکتا اور نہ قائم مقام کی ذات یا جائداد سے اس کو وصول کر سکتا ہے۔

دیون متوفی کی ادائیگی کے بعد متروکہ سے جو بیچ رہتا ہے وہ مامون لہم یعنی ان ورثہ اور قرابت داران متوفی میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو اس کے پائے کے مستحق ہیں۔ مامون لہم کی دو قسمیں (۱) ایسے اشخاص جن کے نام متوفی نے اپنی وصیت میں بتلا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- میت کے حقوق و فرائض کا انصرام کیا جاتا ہے اس لئے زمانہ انصرام میں متوفی اپنے قائم مقام کے ذریعے سے اس دنیا میں گویا زندہ رہتا ہے (ڈائجسٹ ۴۱-۱-۳۴ ملاحظہ ہو ہومز کا سن لا (برطانیہ کا قانون غیر موضوع) صفحات ۳۴ تا ۳۵ میں لنٹ لا (قانون قدیم) صفحات ۱۸۲ تا ۱۸۳)۔

ان کے حصص مقرر کر دئے ہوں اور (۲) ایسے اشخاص جن کو متوفی نے بذریعہ وصیت نامزد نہ کیا ہو بلکہ قانون ملک کی رو سے باقی جائداد متوفی میں حصہ پاسکتے ہوں۔ پہلی قسم کے اشخاص کی تو ریث وراثت بذریعہ وصیت اور دوسرے گروہ کی تو ریث وراثت بلا وصیت کہلاتی ہے۔ گروہ ثانی کے متعلق ہم کو اس مقام پر زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان کی نسبت صرف اس قدر بتادینا کافی ہے کہ ان کے حصص وغیرہ کا تصفیہ قانون سے حسب خواہشات متوفی کیا جاتا ہے اور متوفی کی جائداد ان لوگوں کو سلسلہ قرابت کے لحاظ سے ملتی ہے۔ متوفی کے وصیت نہ کرنے اور اس کے قرابت داروں کی عدم موجودگی میں سلطنت اس کی دعویدار قرار پاتی ہے اور سلطنت برطانیہ میں متوفی کی جائداد مال لاوارث کی حیثیت سے تاج برطانیہ کو پہنچتی ہے۔

اس کے برعکس وراثت بذریعہ وصیت کے متعلق چند امور کا ذکر کیا جانا ضرور ہے۔ اگرچہ کسی شخص کو مرنے کے بعد اپنی پسماندہ جائداد کے انتقال اور تقسیم کی نسبت کسی قسم کا اختیار نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو صرف اس کی زندگی میں اس کی جائداد منتقل اور تقسیم کرنے کا اس دنیا میں اختیار دیا گیا ہے لیکن انسان وصیت کے ذریعے سے بعد وفات جائداد کو جس کو وہ اس دنیا میں چھوڑ جاتا ہے دیگر زندہ اشخاص کو دے سکتا ہے قانون میں وصیت کی خاص حرمت اور منزلت ہے اور اس کی خلاف ورزی قطعاً ناجائز سمجھی جاتی ہے۔ انسان اپنی آخری خواہشوں کا اظہار جس دستاویز کے ذریعے کرتا ہے اس کو بھی (انگریزی زبان میں) وصیت کہتے ہیں لیکن دوسری زبانوں میں وہ وصیت نامہ کہلاتی ہے بہر حال وصیت نامے کے ذریعے سے زندہ اشخاص کے حقوق اور ذمہ داریوں کا نصف صدی یا اس سے زیادہ مدت کے لئے تعین کیا جاتا ہے اور یہ ایسی دستاویز ہے کہ اس کے کاتب کے اس دنیا اور اس کے معاملات سے قطع تعلق اور کنج لحد آباد کرنے کے بعد یہ اس دنیا میں نفاذ پاتی ہے۔ وصیت کا اثر قانون میں اس قدر تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کا اختیار دست مہر (Mortmain) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو اصول و قواعد نفاذ وصیت کے متعلق قانون میں ہیں لوگ ان سے اس قدر مانوس ہو گئے ہیں کہ انھیں ایک

معمولی بات خیال کرتے ہیں بلکہ وصیت کے سبب سے قانون میں جو عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی ہے وہ مشکل سے کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔
اس پر بھی مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے قانون نے میت کے اس اختیار کی نسبت جو اس کو زندہ اشخاص پر حال ہے چند قیود اور شرائط عائد کئے ہیں۔ اور ان قیود کے تین مخصوص اقسام ہیں۔

(۱) قیود نسبت مدت۔ انسان اپنے مرنے کے بعد ایک محدود مدت کے لئے اپنی خواہشات کے موافق اپنی جائیداد کو منتقل کر سکتا ہے اور اسی محدود مدت کے لئے اس قسم کا انتقال جائیداد از روئے قانون صحیح اور جائز سمجھا جاتا ہے۔ موصی کا یہ قانونی فرض ہے کہ وہ اپنی جائیداد کو اپنی وفات کے بعد ایک محدود مدت کے لئے اپنی خواہشات کے مطابق اس طرح منتقل کرے کہ ایک معین زمانے تک معیوب یا مامون بہم یا ان کے سلسلے میں حسب شرائط وصیت نامہ محدود رہے اور جائیداد وصیتی سے منتقل الیہم مستفید ہوتے رہیں لیکن اختتام مدت پر اس کی کامل جائیداد کسی ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص کی ملک مطلق قرار پائے اور وصیت کے ذریعے سے جو شرائط و قیود اس کے انتقال کے متعلق موصی نے عائد کئے ہوں وہ بطور خود کالعدم ہو جائیں۔ میت کی ایسی جائیداد جس کے انتقال کے متعلق بذریعہ وصیت مدت معینہ کے لئے قیود اور شرائط قائم کئے جائیں جائیداد بدست میت کہلاتی ہے۔ اگر کوئی شخص قانون کی مقرر کردہ مدت سے زیادہ مدت کے لئے جائیداد کو بدست میت رکھنا چاہے اور اس نیت سے بذریعہ وصیت اپنی جائیداد منتقل کرے تو اس کی وصیت کالعدم قرار پاتی ہے۔ انگریزی قانون میں اس مدت کے معین کرنے کی نسبت ایسے قواعد کا ایک مجموعہ ہے جو نہایت غور و فکر اور محنت و مشقت سے بنایا گیا ہے اور اس مقام پر ان کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۲) قیود نسبت مقدار جائیداد۔ یہ دوسری قید ہے جو موصی کے اختیار پر عائد کی گئی ہے اگرچہ انگریزی قانون میں مقدار جائیداد کی نسبت موصی کا اختیار محدود نہیں کیا گیا ہے لیکن دوسرے دساتیر قانونی میں موصی اپنی جائیداد کی مخصوص مقدار کی بابت وصیت کر سکتا ہے اور وصیت کے اثر سے جو جائیداد بچ رہتی ہے وہ

از روئے قانون ان لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی ہے جن کی امداد اور پرورش کا موصیٰ قلیل سمجھا جاتا ہے یعنی موصیٰ کی زوجہ اور اطفال وغیرہ کو مابقی جائداد ملتی ہے۔

(۳) قیود نسبت مقصد وصیت۔ انسان کو اپنی جائداد بذریعہ وصیت منتقل کرنے کا اختیار اس لئے قانون میں دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مرنے کے بعد اپنے پسماندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے لہذا وہ اپنے اس اختیار کو صرف اس حد اور اس غرض تک استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ اگر انسان اس غرض سے تجاوز کر جائے تو اس کا انتقال جائداد کا اختیار بذریعہ وصیت قانون میں ناجائز متصور ہوتا ہے اس بناء پر کسی میت کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی جائداد سے زندہ اشخاص کو محروم کر سکے مثلاً کوئی شخص اس طرح کی وصیت کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ اس کی زمینیں اس کے بعد افتادہ یا غیر مزرعہ رکھی جائیں اور نہ کوئی شخص یہ وصیت کر سکتا ہے کہ اس کا روپیہ اس کے ساتھ دفن کر دیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد سمندریں پھینک دیا جائے۔

خلاصہ

اصلی قانون دیوانی کے اقسام:-

- ۱۔ قانون جائداد۔ حقوق ملکیت (حقوق جائدادی) جن کا تعلق اشیاء سے ہے۔
- ۲۔ قانون ذمام۔ حقوق ملکیت (حقوق جائدادی) خلاف اشخاص۔
- ۳۔ قانون حیثیت۔ حقوق شخصی۔

مفہیم اصطلاح جائداد

۱۔ تمام قانونی حقوق۔

۲۔ تمام ملکیتی یا جائدادی حقوق۔

۳۔ تمام حقوق جائدادی متعلق شے۔

۴۔ تمام حقوق ملکیت متعلق اشیاء مادی۔

اقسام قانون جائداد۔

۱۔ ملکیت اشیاء مادی۔ جائداد مادی۔

۲۔ حقوق درجہ اول خود متعلق اشیاء غیر مادی مثلاً حقوق ایجاد و نشانات تجارت۔

۳۔ حقوق درجہ اول غیر متعلق اشیاء مادی و غیر مادی مثلاً پٹہ جات امانتیں اور کفالتیں۔

ملکیت اشیاء مادی۔

اس کے صفات ضروری۔

۱۔ عمومیت۔

۲۔ استقلال۔

۳۔ وراثت۔

انگریزی قانون کی ملکیت زمین

منقولہ اور غیر منقولہ جائداد۔ زمین اور مال (جائداد منقولہ)

منقولہ اور غیر منقولہ حقوق۔

محل و مقام حقوق۔

ری ال اور پرنسپل جائداد۔

اصطلاح جیٹیل (مال یا جائداد منقولہ) کے مختلف معنی اور مفہوم۔
حقوق در جائداد خود متعلق اشیائے غیر مادی۔

۱۔ حقوق ایجاد۔

۲۔ ادبی حق تصنیف۔

۳۔ مصورانہ حق تصنیف۔

۴۔ موسیقی اور ناٹک کا حق تصنیف۔

۵۔ تجارتی شہرت نشانات تجارت اور تجارتی نام۔

اقسام بار جو جائداد پر ڈالا جاسکتا ہے۔

۱۔ پٹہ جات۔

ان کی نوعیت۔

ان کا موضوع۔

ان کی مدت۔

۲۔ اقسام سر دی ٹیموڈر جائداد غیر سے استفادہ کرنے کا حق۔

ان کی ماہیت۔

ان کی اقسام۔

۱۔ عام اور خاص۔

۲۔ لمحہ اور غیر لمحہ۔

۳۔ اقسام کفالت۔

ان کی ماہیت

رہن اور کی ان۔

رہن کی مخصوص نوعیت۔

حق انفکاک

آپ طریقہ انتقال

رہن آپ طریقہ بار

جائداد مرہونہ کی ملکیت المضاعف۔

رہن کالی ان کی شکل اختیار کرتا۔

اقسام لی ان۔

حصول جائداد کے طریقے۔

اقل قبضہ۔

۱۔ شے بلا مالک کے متعلق حق مطلق کا حامل ہونا۔ ملکیت مطلق۔

۲۔ شے غیر کے متعلق حق نسبتی کا پیدا ہونا۔ ملکیت بنی بر قبضہ یا ملکیت قابض۔

دوہ۔ حق قدامت۔

۱۔ مثبت یا حصولی۔

۲۔ منفی یا منزیل۔

حق قدامت کی بنیاد عقل پر مبنی ہے۔

قیاس نسبت مطابقت و مجاہدت قبضہ و ملکیت۔

اقسام حقوق جو حق قدامت کے تابع ہیں۔

کال

حق قدامت } ناقص۔ میواد سماعت نسبت ارجاع ثالثات

سوم۔ اقرار

۱۔ انتقال

۲۔ عطا۔

۱۔ باضابطہ (مطابق دستور یا رسم)

۲۔ بے ضابطہ (خلاف دستور یا رسم)

اثراقرار۔

جس شخص کے یہاں جو شے نہ ہو وہ کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔

مستثنیات

۱۔ فرق مابین ملکیت قانون و ملکیت نصفت۔

۲۔ فرق مابین ملکیت و قبضہ۔

چهارم - وراثت -

حقوق } قابل توریث
 } ناقابل توریث

قائم مقامان اشخاص متوفی -

دائمین اشخاص متوفی

مامون لهم اشخاص متوفی

۱ - بلا وصیت

۲ - بالوصیت

قیود نسبت اختیار وصیت -

اکیسواں باب

قانون ذمام

فصل ۱۶۵ ماہیت ذمام

محاورہ زبان انگریزی یا عام معنوں کے لحاظ سے لفظ اہلی گیشن (Obligation) بمعنی ذمہ لفظ "فرض" کا مرادف ہے لیکن اس لفظ کا قانونی مفہوم قانون روم سے لیا گیا ہے جو اس کے عام مفہوم سے چند وجوہ کی بناء پر جداگانہ ہے۔ اولاً یہ کہ ذمام سے مراد اس قسم کے فرائض ہیں جو حقوق خلاف اشخاص کی ضد ہیں۔ ذمہ ایک قسم کا قانونی بندھن یا ضرورت قانون کی زنجیر ہے جس کے ذریعے سے دو یا دو سے زیادہ معین اشخاص گویا آپس میں جکڑ دئے جاتے ہیں۔ لفظ ذمہ میں فرض ادا کرنے کا فرض معاہدے کی تکمیل کرنا اور ٹارٹ کے ارتکاب میں ہر جہ کا ادا کرنا داخل ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق ایسے فرض پر نہیں کیا جاتا جس کے لحاظ سے ایک شخص کو دوسرے کی ذات جائداد اور شہرت کو گزند پہنچانے سے احتراز کرنا پڑتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ قانون میں اصطلاح ذمہ

۱۔ ذمہ ایک قسم کی گرہ قانونی ہے جس کے ذریعے سے اس طرح جکڑ کر مجبور کئے جاتے ہیں۔ کہ انھیں لامحالہ قوانین سلطنت کی پابندی میں بعض امور کو انجام دینا پڑتا ہے۔ جسٹی فی ان انٹرنیوشل جلد ۳ فصل ۱۱۰ ممتد۔

نہ صرف کسی فرض کے لئے استعمال کی جاتی ہے بلکہ اس فرض سے جو حق لینے اس کی ضد جو حق ہو اس کو بھی ذمہ کہتے ہیں۔ لفظ ذمہ اس گروہ قانونی یا تعلق قانونی حد کمال پر دلالت کرتا ہے جس کے ذریعے سے فریقین ایک دوسرے کے ساتھ گویا باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس لفظ میں ایک فریق کا حق اور دوسرے فریق کی ذمہ داری دونوں شامل ہیں۔ اگر صاحب حق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو لفظ ذمہ سے مراد اس کا حق ہے اور دوسرے لفظ نظر یعنی شخص ذمہ دار کے لحاظ سے غور کیجئے تو ذمہ سے مراد اس شخص کا فرض ہے۔ ذمہ کا لفظ دونوں طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ دائن ایسے ذمہ کو حامل کر سکتا اس کا مالک بن سکتا اور اس کو منتقل کر سکتا ہے یا مدیون نے اپنے پر کسی ذمہ کو عائد کیا ہے یا کسی ذمہ سے بری ہوا ہے۔ مثلاً یہ کہ تمام ذام کا تعلق حقوق ملکیت یا جائیدادی حقوق سے ہے۔ مالک کی جائیداد کا ایک حصہ اس کا ذام سمجھے جاتے ہیں۔ ذام کا اطلاق ان حقوق پر نہیں کیا جاتا جن کا تعلق حیثیت سے مثلاً جو حقوق کہ خدائی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں ان پر ذام کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ لہذا ذمہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے مراد ایک جائیدادی حق خلاف شخص یا ایک ایسا فرض ہے جس کی ضد کوئی حق ہو سکتا ہو۔

ذمہ سے استفادہ کرنے کا جو شخص مستحق ہو اس کو قانون رومان میں *Creditor* اور جس شخص پر ذمہ عائد کیا جاتا ہے اس کو اس قانون میں مدیون (*Delitor*) کہتے تھے اگر ہم بھی انگریزی زبان کی انھیں دو اصطلاحات دائن اور مدیون *Creditor & delitor ing* کو قانون رومان کی تقلید میں ان کے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کریں تو چنداں مضائقہ نہیں ہے اس بناء پر ذمہ سے ہماری مراد خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو وہ ذمہ ہے جو ایک دائن کو حامل یا جس کا ایک دائن سے تعلق ہے اور دائن اس ذمہ سے مدیون کے مقابلہ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے یعنی مدیون کو مجبور کر کے اس ذمہ کی تکمیل یا بجا آوری کر سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دائن اور مدیون کی اصطلاحات کا ایک دوسرا تنگ مفہوم بھی ہے اور اس مفہوم ثانیہ کے لحاظ سے ان کا اطلاق صرف ان ذام پر کیا جاتا ہے جن پر قرضہ جات کی بناء ہے یعنی ایسے ذام (بازیداریاں) جنکی رو سے کسی معین اور مقررہ رقم کی ادائیگی لازم قرار دی جاتی ہے۔

اصطلاح ذمہ کا دوسرا مترادف لفظ (انگریزی زبان میں) چوذا ان ایکشن یا
 تھنگ ان ایکشن یعنی شے مدعوہ Choese in action or thing in action
 در دعویٰ ہے اور اس سے مراد حق وصول قرضہ بذریعہ نالش ہے۔ انگریزی قانون میں
 اس زمانے کے لحاظ سے شے در دعویٰ سے مراد ایک حق ملکیت خلاف شخص ہے۔
 قرضہ حصہ دار کمپنی سرمایہ مشترکہ کسی شخص کی رقم جو سرکاری سرمایہ جات میں لگائی
 گئی ہو اور ٹارٹ کے متعلق ہر جہ پانے کی نالش اس کی مثالیں ہیں۔ جس طرح
 قانون روما میں غیر جائدادی حق خلاف شخص کا ذمہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اسی طرح
 انگریزی قانون میں بھی اس قسم کے حقوق شے در دعویٰ یعنی شے مدعوہ کے دائرہ
 سے خارج ہیں۔ چونکہ غیر جائدادی حقوق خلاف شخص شخصی حقوق ہیں اس لئے
 ان پر لفظ ذمہ بدرجہ اتم صادق نہیں آسکتا چنانچہ شادی کرنے کے وعدے
 یا معاہدہ کدخدائی سے جو حق یا حقوق پیدا ہوتے ہیں وہ شخصی ہیں اور ان ہی
 اشخاص کی ذات تک وہ محدود سمجھے جاتے ہیں جو اس معاہدے کے ذمہ دار
 ہیں اور اس قسم کے حقوق پر شے مدعوہ کا اطلاق کرنا ظاہر ہے کہ عمل اور
 بے معنی ہوگا۔

اشیاء در دعویٰ کی ضد اشیاء در قبضہ ہیں حالانکہ یہ دوسری اصطلاح بالکل
 متروک ہو گئی ہے۔ اس فرق کی صحیح ماہیت کے متعلق مصنفین نے
 بڑی بڑی بحثیں کی ہیں لیکن موجودہ زمانے میں اس امتیاز پر بہت ہی
 کم عمل کیا جاتا ہے اور اگر از روئے منطق اس کو صحیح و جائز ماننا ہو تو
 اس کو اس فرق کے مماثل اور مساوی سمجھنا چاہئے جو ری ال اور
 پرسنل حقوق میں پایا جاتا ہے یعنی یہ فرق اس فرق کے مساوی ہے
 جو قانون روما کی رو سے حق ملکیت (Dominium) اور ذمہ
 (Obligatio) میں قائم کیا گیا ہے۔ شے در دعویٰ یا شے مدعوہ سے
 مراد حق ملکیت خلاف شخص ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر دوسرے
 حقوق ملکیت (یا حقوق جائدادی) ہیں شمول ان حقوق کے جو اپنے
 موضوعات کی بجائے سمجھے جاتے ہیں وہ تمام اشیاء در قبضہ (اشیاء مقبوضہ)

ہیں۔ اگر ہم اس امتیاز کی تاریخ کے ذریعے سے اس کی تحقیق کریں تو اس امر کا بخوبی پتا چل سکتا ہے کہ اس فرق کا ابتداء میں وہ مفہوم اور مطلب نہ تھا جو اب لیا جاتا ہے ابتداءً شے در قبضہ سے مراد کوئی ایسی شے یا حق سمجھا جاتا تھا جس کا قبضہ اس کے ساتھ ہو اور شے در دعویٰ کا مفہوم کوئی ایسی شے یا حق تھا جس کے مدعی کو اس کا قبضہ حاصل نہ ہو اور بصورت ضرورت عدالت میں دعویٰ رجوع کر کے قبضے کا حاصل کرنا اس کا فرض تھا۔ چنانچہ جو روپیہ انسان کے کینہ میں ہوتا وہ اس کے قبضے میں یعنی اس کا مقبوضہ خیال کیا جاتا تھا اور جو روپیہ اس کو اس کے دیون سے وصول طلب ہوتا وہ شے در دعویٰ یعنی شے در عوہ متصور ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ امتیاز بہت زیادہ اس فرق کے مشابہ اور مساوی تھا جو ری ال اور پرسنل حقوق میں (جائداد غیر منقولہ اور منقولہ کے حقوق کے درمیان) قائم کیا گیا ہے کیونکہ جائداد غیر منقولہ کے حقوق کا عموماً قبضہ اور ملکیت دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس قسم کے حق پر انسان اپنا قبضہ بھی رکھ سکتا ہے اور وہ اس کی ملک بھی ہو سکتی ہے اس کے برعکس جائداد منقولہ کے حقوق انسان کی عموماً ملک ہو سکتے ہیں لیکن وہ اس کے قبضے میں نہیں رہتے اس پر بھی ان دونوں امتیازات میں مساوات اور مشابہت مکمل نہ تھی مثلاً اگر کوئی شے (مال یا جائداد منقولہ) اس کے مالک کے یہاں سے چوری جاتی تو مالک کے لحاظ سے وہ شے در دعویٰ سمجھی جاتی تھی لیکن اس بناء پر اس کا حق ملکیت ذمے میں تبدیل نہیں ہوتا تھا۔

اشیاء یا حقوق کے قبضے کے متعلق جو اس قدر زور دیا جاتا تھا اس کا سبب قدیم زمانہ کا انگریزی قانون ہے اور اس کو اس زمانے کے

قانون کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہئے۔ مرد و زمانہ کے ساتھ جیسی جیسی قبضے کی اہمیت اور منزلت کم ہوتی گئی اتنی ہی شے مدعوہ اور شے مقبوضہ کے امتیاز اور اس کے مفہوم میں کمی ہوئی یہاں تک کہ لوگوں کے ذہنوں سے ان اصطلاحات کا ابتدائی فرق اور مفہوم بالکل خارج ہو کر ان کا جدید مفہوم قائم ہو گیا۔ چنانچہ ابتداء میں حصص اور رقوم یا زر سالانہ کا اشیاء در قبضہ (اشیائے مقبوضہ) میں شمار کیا جاتا تھا لیکن اس زمانے میں یہ چیزیں اشیاء در دعویٰ (اشیائے مدعوہ) سمجھی جاتی ہیں۔ ایسا ہی زمانہ موجودہ میں اراضیات اور اموال (جائداد منقولہ) بلا لحاظ اس امر کے کہ ان پر ان کے مالک کا قبضہ ہو کہ نہ ہو اشیائے مقبوضہ سمجھی جاتی ہیں۔ قدیم زمانے میں بھی اشیاء در قبضہ کی صنف میں ذام کے دوسری سب اشیاء سے زیادہ اہمیت تھی اور اس زمانے میں بھی ذام کا ہی شمار اشیائے مدعوہ میں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض مصنفین کا مشورہ ہے کہ جائداد غیر مادی کو جیسا کہ حقوق ایجاد حقوق تصنیف اور نشانات تجارت ہیں اشیائے مقبوضہ (یا اشیاء در قبضہ) میں داخل کر لینا چاہئے لیکن اسکی طرف نہ تو قدیم قانون کو توجہ ہوئی اور نہ جدید قانون نے اس مشورے کا کچھ لحاظ کیا ہے بلکہ ان حقوق کا اشیائے مدعوہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

۱۔ اشیائے مدعوہ کی ماہیت کے متعلق ملاحظہ ہو بلیک اسٹن جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ کلونیل بنک بنام وہینی چالنری ڈوٹرن جلد ۳ صفحہ ۲۶۱ اور اپیل کیسٹر جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۶ نیز وہ سلسلہ مضامین جو مختلف ماہرین فن کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور لا کواریٹری ریویو میں شائع ہوا ہے چنانچہ ذیل میں اس ریویو کے پرچوں اور مصنفین مضامین کا حوالہ دیا جاتا ہے جلد ۹ صفحہ ۳۱۱ مضامین سورج ورڈ ایلفنسٹن جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳ مضامین ٹی۔ سی ولیمز جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۳ مضامین سی۔ سویٹ جلد ۱۱ صفحہ ۶۴ مضامین ایس۔ براڈ ہرملٹ جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۳ مضامین ٹی۔ سی ولیمز جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۱ مضامین سی۔ سویٹ۔

فصل ۱۶۶ ذمام

معمولی یا عام شکل یا طرز کے ذمہ میں صرف ایک دائن اور ایک مدیون ہوا کرتے ہیں لیکن اکثر ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں جن میں دو یا دو سے زیادہ دائنین ایک ہی حق کے حقدار اور دو یا دو سے زیادہ مدیون پر اس حق کی ادائیگی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چونکہ دائنین کے دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آتی ہے۔ اس لئے ان کے متعلق اس مقام پر توجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور ایک سے زیادہ دائنین کی مالکان مشترک کی سی کیفیت ہے۔ جس طرح شے مشترک کی ملکیت اور قبضہ اس کے مالکوں کو بالاشتراك حاصل رہتا ہے اس طرح ذمہ مشترک کے دائنین کی ملکیت اس ذمہ کے متعلق بالاشتراك ہے اور وہ اس میں برابر کے حصہ دار سمجھے جاتے ہیں لیکن ایسے اشکال جن میں دو یا دو سے زیادہ مدیون ہوتے ہیں نظری اور قیاسی دیکھپی پر مبنی ہے اس لئے ان کی جانب خاص توجہ کرنی چاہئے۔

چنانچہ اس کی تمثیلات ایسے قرضہ جات ہیں جن کی ادائیگی کو کئی شرکائی (جماعت شرکائے تجارتی) کے ذمہ ہو یا ایسے قرضہ جات جن کا مدیون ایک شخص ہو اور ان کی ادائیگی نسبت ایک یا ایک سے زیادہ ضامنوں نے ضمانت دی ہو۔ ایسا ہی دو یا دو سے زیادہ اشخاص کی ذمہ داری اس کی مثال ہے جو بالاشتراك کسی ٹارٹکار تکاب کرتے ہیں ان اشکال میں مدیونان مشترک سے ہر ایک مدیون پر تمام اور کامل رقم ادا کرنے کی ذمہ داری ہے اور دائن اپنی رقم وصول طلب کو اس قدر حصص میں تقسیم کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے جس قدر مدیون کے ذمہ اس کی ادائیگی ہے دائن کو اختیار ہے کہ اپنی پوری رقم کسی ایک مدیون سے وصول کر لے اور ممکن ہو تو اس کو اجازت دے کہ وہ اپنے مدیونان شرکائی سے حصہ برداری اس ادا شدہ رقم کو حاصل کرے۔ فرض کیجئے کہ دو شرکار الف اور ب کے ذمہ ۱۰۰ پونڈ کا قرضہ ہے اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ۱۰۰ پونڈ کی ادائیگی الف اور ب میں تقسیم ہو گئی ہے اور ان میں کا ہر ایک شخص بحساب ۵۰ پونڈ فی کس ادا کرنے کا

ذمہ دار ہے بلکہ ۱۰۰ پونڈ منفرد قرضہ ہے اور الف و ب میں سے ہر ایک شریک مدیون کامل ۱۰۰ پونڈ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی ایک شریک اسی کامل رقم کو ادا کر دے تو اس کے بار ادائیگی سے دونوں شرکا بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے ذمام کو ذمام متمم یا کامل کہتے ہیں اور لفظ متمم انگریزی زبان میں قانون روما کی اصطلاح ان سوولی ڈیم (in Solidum) بمعنی متمم و کامل سے لیا گیا ہے کیونکہ شریک کے حصہ شراکت کی مناسبت سے اس پر ادائیگی دین کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی بلکہ ہر ایک شریک مدیون کامل اور تمام رقم قرضہ کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ لہذا ذمہ متمم کی اس طرح تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسا ذمہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ مدیون ایک ہی شے کے متعلق اور ایک ہی دائن کے پاس ذمہ دار ہیں۔ انگریزی قانون میں ان ذمام کے تین جداگانہ اقسام ہیں (۱) ذمہ داری منفردہ (۲) ذمہ داری مشترکہ اور (۳) ذمہ داری مشترکہ و منفردہ۔

۱۔ ذمہ داری منفردہ اُسی شکل میں پیدا ہوتی ہے جبکہ دین ایک ہی شے ہو لیکن بلحاظ تعداد مدیونان ذمہ داریوں اور نالشات کی بناؤں کی تعداد قرار پائے۔ ایسی صورت میں ہر ایک مدیون اسی ایک دین سے ایک خاص اور جداگانہ قانونی بندھن کے ذریعے سے ایک ہی دین کی ادائیگی یا ایک ہی امر کی بجا آوری کے لئے ذمہ دار قرار پاتا ہے اس پر بھی مدیونان میں بلحاظ ذمہ داری ایک قسم کا تعلق اور اشتراک سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایک مدیون کی جانب سے ذمہ داری کی تعمیل تکمیل ہونے پر دیگر تمام مدیون اس سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ذمام متمم ان صورتوں میں ذمہ داری مشترکہ سمجھے جاتے ہیں جن میں

لے آئندہ اس امر کا ذکر آئے گا کہ دائن ہر ایک صورت میں مدیونان مشترک میں سے صرف ایک مدیون کے مقابلہ میں دعویٰ کرنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ اسے جملہ مدیونان کو فریق مقدمہ بنانے کی ضرورت ہے لیکن جب ان تمام کے مقابلہ میں اسے ذکر ی ملتی ہے تو وہ اس کی تعمیل کسی ایک مدیون پر کر کے اپنی تمام و کامل رقم اسی ایک مدیون سے چال کر سکتا ہے۔

اگرچہ دو یا دو سے زیادہ مدیون ہوتے ہیں لیکن دین یا کوئی دوسرا بنائے دعویٰ اور شے جس کی ادائیگی لازم ہے ایک ہوتے ہیں۔ اگرچہ قانونی بندھن ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس کے ذریعے سے متعدد مدیون ایک ہی معاملے کی نسبت دائن سے جکڑ دئے جاتے ہیں۔ اس ذمہ داری کے واحد اور منفرد ہونے کا خاص اثر یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ سے ایک مدیون کو سبکدوشی ہوتی ہے اسی کے ذریعے سے باقی تمام مدیون بری الذمہ قرار پاتے ہیں۔ جب ایک مدیون اور دائن کے درمیان کی گروہ قانونی ٹوٹ جاتی ہے تو اس معاملے کے دیگر تمام مدیونان جو اس بندھن کے ذریعے سے دائن کے ساتھ جکڑے ہوئے ہوتے ہیں خود بخود اس قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ذمہ داری منفردہ میں اگرچہ ایک مدیون کی جانب سے دین کی ادائیگی ہونے پر دیگر تمام مدیونان کی گلو خلاصی ہوتی ہے لیکن قانونی بندھن سے وہ اس آسانی کے ساتھ نہیں رہائی پاسکتے بلکہ اس قسم کے معاملے میں دیگر امور پر لحاظ کرتے ہوئے ہر ایک مدیون اور دائن کے درمیان جو گروہ قانونی لگائی جاتی ہے وہ ٹوٹنے نہیں پاتی۔

۳۔ ذمہ داری کی تیسری قسم وہ ہے جس کی وجہ سے ایک ہی معاملہ کے مدیونان کی ذمہ داری مشترکہ اور منفردہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی ذمہ داری کے نام سے خود ظاہر ہے کہ پہلی اور دوسری قسم کی ذمہ داریوں کا یہ درمیانی جزو ہے اور وہ دونوں انتہائی درجے کی ذمہ داریاں ہیں۔ اس ذمہ داری کو پہلی دو ذمہ داریوں کا جن میں دو متضاد اصول بیان کئے گئے ہیں مجموعہ یا مخلوط سمجھنا چاہئے۔ مختلف ضرورتوں سے قانون میں کبھی یہ تیسری قسم کی ذمہ داری مشترکہ اور کبھی منفرد سمجھی جاتی ہے۔ بعض وقت کسی مخصوص ضرورت سے قانون کی نظروں میں منفردہ ذمہ داری اور ایک ہی بنائے دعویٰ قرار پاتا ہے اور بعض وقت معاملہ میں جس قدر مدیون ہوں اتنی ہی جداگانہ ذمہ داریاں اور بنائے دعویٰ منجانب قانون قرار دی جاتی ہیں

بہر حال ان متضاد حالات پر نظر کرتے ہوئے اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ قانون میں اصول کی بنیاد پر ذمہ داری کی قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ اس

سوال کا ایک عام جواب حسب ذیل ہے۔ ان ذمہ داریوں کو منفرد سمجھنا چاہئے جن میں ذمہ داریوں کا موضوع ایک ہی شے ہوتی ہے لیکن ان کے مآخذ یا مبداء بلحاظ نوعیت مختلف ہوتے ہیں۔ ایسی ذمہ داریاں جن کا نہ صرف موضوع ایک ہی شے ہو بلکہ ان کا مآخذ اور مبداء بھی ایک ہی ہو وہ مشترکہ ذمہ داریاں ہیں۔ تیسری قسم ان ذمہ داریوں کی ذمہ داری مشترکہ و منفرد ہے۔ اصل میں اس تیسری قسم کی ذمہ داریاں بالعموم مشترکہ ہیں لیکن قانون ملک نے بعض مخصوص وجوہ سے ان کو اس طرح قرار دے رکھا ہے گویا وہ منفرد ذمہ داریاں ہیں۔ دوسری قسم کے ذمہ داریوں کی مانند اس تیسری قسم کی ذمہ داریوں میں ذمہ داری کا مآخذ اور موضوع ایک ہی شے یا واقعہ ہوتا ہے لیکن قانون میں وہ گروہ قانونی جو دائرہ کو معاملے کے متعدد مدیونان سے جکڑ دیتی ہے ایک نہیں سمجھی جاتی۔

ذیل میں ایسے ذام متحم کی مثالیں دی جاتی ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہیں۔

(۱) کسی (اصلی) مدیون اور اس کے ضامن کی ذمہ داری بشرطیکہ معاہدہ ضمانت قرضہ سے موخر ہو یا جس دین کے متعلق ضمانت دی جاتی ہے اس کے وجود کا باعث وہ معاہدہ ضمانت نہ ہو۔ لیکن اگر مدیون اصلی اور اس کا ضامن کسی مشترکہ دستاویز دین پر دستخط کر دیں تو ان دونوں دیون کا ایک ہی مبداء اور مآخذ ہوتا ہے اس لئے یہ شکل ذمہ داری مشترکہ قرار پاتی ہے۔

(۲) ایسے دو یا دو سے زیادہ شریک ضامنوں کی ذمہ داری جو ایک ہی قرضے کے متعلق علیحدہ علیحدہ ضمانت دیتے ہیں۔ اسکے برعکس اگر دو یا دو سے زیادہ ضامن ایک ہی معاہدہ ضمانت میں شریک ہو جائیں تو وہ مدیونان مشترکہ یا مدیونان مشترکہ و منفرد قرار پاسکتے ہیں۔

(۳) دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے مقابلے میں جو ایک ہی دین کی ادائیگی کے لئے ذمہ دار ہوں جداگانہ نالشات میں جداگانہ فیصلوں کا صادر کیا جانا۔ مثلاً ایسے دو اشخاص کے مقابلے میں جو ایک ہی معاہدے کی تکمیل کے لئے مشترکاً اور منفرداً ذمہ دار ہوں علیحدہ علیحدہ دعویٰ رجوع کر کے دو جداگانہ فیصلے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مدیونان یا مدعی علیہما مشترک ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں کا ہر ایک شخص محض اس مقدار رقم کی ادائیگی کے لئے ذمہ دار ہے جس کی ادائیگی کے لئے فیصلہ میں حکم دیا گیا ہو پھر بھی یہ دونوں ذمہ دار کامل یا متحمم ہیں کیونکہ ایک مدیون ڈگری کے اپنے ذمے کی رقم ادا کرنے سے دوسرا مدیون بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

(۴) ایسے تمام مرتکبین کی ذمہ داری جن کے جداگانہ افعال ناجائز کے ذریعے سے (کسی شخص کی ذات یا جائیداد کو) ایک ہی نقصان یا ضرر پہنچے۔ اگرچہ اس قسم کا واقعہ شاذ و نادر ہی پیش آتا ہے لیکن اس کا واقعہ ہونا بہت ممکن ہے۔ اگر دو شخصوں کے ناجائز متحدہ افعال سے ایک ہی نقصان یا ضرر واقع ہو تو ان کے مرتکبین مشترک نہیں ہو سکتے۔ مشترک مرتکبین قرار پانے کے لئے ضرور ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوتا ہے وہ بھی مشترک ہو یعنی ان لوگوں نے اپنی غرض مشترک کے عنوان میں اپنے فعل کا مشترکاً ارتکاب کیا ہو۔ لہذا اگر مرتکبین کے فعل اور نیت میں اشتراک نہ ہو تو اس مشترک نقصان کی بابت جو ان کے جداگانہ افعال سے پیدا ہوتا ہے کامل رقم ہرجہ منفرداً ادا کرینیکا ذمہ دار ہے ان کی ذمہ داری مشترک نہیں ہے اور نہ فعل ناجائز کے یہ لوگ مشترک مرتکبین ہیں۔ بمقدمہ ٹامس رینام دی لندن کوینیٹ کونسل مدعی کے مکان کو اس کی بنیادوں کے دب جانے سے نقصان پہنچا۔

مکان مدعی سے متعلقہ زمین کے مالک الف نے اپنی زمین کی مدفون چیزوں کو نکالنے کی غرض سے اس کو کھدوایا اور زمین کے کھودنے میں اس طرح غفلت کی گئی جس سے مدعی کے مکان کی بنیاد کو صدمہ پہنچا اور اس کے ساتھ ہی ب کی غفلت سے جو آب رسانی کی ایک کمپنی تھی پانی کا ایک بڑا نل جو سڑک کے نیچے سے گزرا تھا پوری طور سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں یہ طے فرمایا گیا کہ چونکہ الف اور ب کے افعال ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہیں اور دونوں کے افعال میں کسی قسم کا ربط و علاقہ نہیں ہے اس لئے یہ دونوں فعل ناجائز کے مشترک مرتکب نہیں قرار پاسکتے اور نہ ایک ہی نالش کا ان دونوں کے مقابلے میں دائر کیا جانا جائز ہے (اور نہ ایک ہی دعوے میں ان دونوں کا بحیثیت مدعی علیہ نہر یک کیا جانا صحیح ہے) چنانچہ لارڈ جسٹس کا لٹینر نے تحریر فرمایا ہے کہ ”ضرر جو مدعی کو پہنچا وہ ایک ہے لیکن اس ضرر کی بناء پر اس کو دو شخصوں کے مقابلے میں جداگانہ نالشیں کرنے کا حق پیدا ہوا کیونکہ نقصان کا ارتکاب دو جداگانہ شخصوں نے کیا ہے“ ظاہر ہے کہ اس مقدمے میں مدعی علیہما کی ذمہ داری کا مل نقصان کی بابت تھی اور اس لئے عدالت نے بھی اس کو ذمہ داری مشترکہ نہیں قرار دیا۔ ایسا ہی اگر دو یا دو سے زیادہ اشخاص غیر کی چیز کو یکے بعد دیگرے ناجائز طور پر اپنے تصرف میں لائیں تو وہ فعل ناجائز کے مشترک مرتکب نہیں سمجھے جاتے اور نہ ان کی ذمہ داری مشترکہ ہے چنانچہ ٹرور کی نالش میں اس مثال کا ہر ایک مدعی علیہ چیز کی پوری قیمت جس کے پانے کے لئے اس نالش کے ذریعہ سے مدعی رجوع کرتا ہے مدعی کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مدعی علیہم کی ذمہ داری مشترک نہیں بلکہ منفرد ہے مالک شے ہر ایک مدعی علیہ کے مقابلے میں شے یا اس کی قیمت کے ولایا پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور

۱۔ (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۸۲۵ -

۲۔ ایک سری تمیشل ملاحظہ ہو سڈلر بنام گریٹ ویشمین ریلوے کمپنی (۱۸۹۶ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۵۰ -

۳۔ مارس بنام رابن سن بارین وال اینڈ کریسٹیل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ - ریلوے ڈپوٹس جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ -

اس طرح سے متعدد مدعی علیہم کے مقابلے میں متعدد دعوے رجوع کر سکتا ہے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کی جانب سے مدعوہ کی قیمت ادا ہو جانے سے باقی تمام مدعی علیہم بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

ذمہ داری مشترکہ کی مثالیں شرکاء کے قرضے اور ایسے تمام دوسرے مستم ذمام ہیں جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ فریقین نے اپنے اقرار کے ذریعے سے صراحتاً ان کو مشترکہ اور منفرد نہ قرار دیا ہو۔ ذمام مشترکہ اور منفردہ کی تیشلات ان لوگوں کی ذمہ داریاں ہیں جو کسی ٹارٹ کا بالاشترک ارتکاب کریں یا کسی امانت کی ان سے بالاشترک خلاف ورزی سرزد ہو۔ ان کے علاوہ اس قسم کی ذمہ داری کی مثالیں ایسے تمام ذمام ہیں جو معاہدے کے ذریعے پیدا ہوں اور جن کو فریقین نے صراحتاً بذریعہ اقرار مشترکاً اور منفرداً قرار دیا ہو۔

فصل ۱۶۷۔ ماخذ ذمہ

ماخذ یا مبادی کے لحاظ سے انگریزی قانون میں جن ذمام کو تسلیم کیا گیا ہے ان کی چار قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) ذمام عہدی۔ ذمام ماخوذ از معاہدہ۔ Obligations ex Contracta

(۲) ذمام ماخوذ از ٹارٹ۔ Obligation ex delicts

(۳) ذمام ماخوذ از امور مشابہ معاہدہ۔ Obligations quasi ex Contracta

(۴) ذمام بے نام۔

فصل ۱۶۸۔ ذمام مستخرج از معاہدات

ذمام میں سب سے مقدم اور اہم صنف ان ذمام کی ہے جو بروئے معاہدہ پیدا ہوتے ہیں۔ ہم نے اس سے پہلے کسی باب میں کمال شرح و بسط سے ماہیت معاہدہ کو بیان کیا ہے۔ اور اس میں اس امر کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ معاہدہ اقرار کی

ایسی قسم ہے جس کی رو سے فریقین میں حقوق خلاف اشخاص کا وجود ہوتا ہے۔ حقوق خلاف اشخاص میں بہ لحاظ تعداد اہمیت ذمام کو تفوق حاصل ہے اور اس جنس کے جو ذمام ایسے حقوق نہیں ہیں وہ تعداد میں بہت کم ہیں اور شاذ و نادر ہی ان کا ماخذ فریقین کا اقرار ہوتا ہے لہذا تمام قانون معاہدہ کو قانون ذمام میں داخل سمجھنا چاہئے عملی ضرورتوں کے لحاظ سے قانون ملک کی چند اصناف میں جو تقسیم کی گئی ہے اس میں پہلے قانون کا دوسرے قانون کے صنف میں شمار کیا جانا بالکل صحیح ہے۔ اس پر بھی منطق کی رو سے ان دونوں قوانین کی مشابہت اور یکسانی مکمل نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں معاہدات کا تعلق قانون ذمام سے نہیں بلکہ قانون حیثیت سے سمجھا جاتا ہے چنانچہ وعدہ کدخدائی پہلے قانون سے نہیں بلکہ دوسرے قانون سے متعلق ہے۔ بہر حال معاہدات شخصی کی تعداد نہایت قلیل ہے اور اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو معاہدے کا عام نظریہ ان عام نظریات کا مرکب قرار یا تا ہے جو اقرار اور ذمہ (ذمہ داری) کے متعلق قائم کئے گئے ہیں اور اس لئے اس مقام پر نظریہ مذکور کی نسبت مزید تحقیق کی ضرورت نہیں پائی جاتی ہے۔

فصل ۱۶۹۔ ذمام مستخرج از ٹارٹ

دوسری قسم کے ذمام (یا ذمہ داریاں) کا تعلق ان ذمہ داریوں سے ہے جن کو اصطلاح میں مبنی بر افعال ناجائز کہتے ہیں ان کے لئے قانون روم میں بھی اسی قسم کی اصطلاح ہے یعنی ذمام مستخرج از افعال ناجائز (Obligations ex delictis) اس ذمہ سے مراد اس فعل ناجائز کے مرتکب کا ارتکاب ان ادا کرنے کا فرض ہے جس کو انگریزی قانون میں ٹارٹ کہتے ہیں۔ ٹارٹ فرانسیسی زبان کا لغت ہے اور لاطینی ٹارٹم (Tortum) مشتق ہے جس کا مفہوم مٹروڑے ہوئے اور خمیدہ یا انگریزی لفظ رائنگ (Wrong) بمعنی فعل ناجائز ہے۔ اس کی ضد لفظ رائٹ (Right) جو ریگٹم (Rectum) ہے۔

۱۔ اس مقام پر اس امر کی طرف توجہ دلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تعمیل معاہدہ کی ابتدائی ذمہ داری معاہدہ سے ماخوذ ہے اسی طرح بصورت خلاف ورزی معاہدہ ہر جہ ادا کرنے کی ذمہ داری معاہدہ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

بمعنی درست و استوار سے مشتق ہے اور جس طرح انگریزی قانون اصطلاح میں رائٹ سے مراد حق ہے اسی طرح اس قانون کی اصطلاح میں ٹارٹ کے معنی فعل ناجائز کے ہیں اور اس کا اطلاق دیوانی طرز کے افعال ناجائز کی ایک مخصوص صنف پر کیا جاتا ہے۔

ٹارٹ کی تعریف میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹارٹ سے مراد دیوانی طرز کا ایسا فعل ناجائز ہے جس کا چارہ کار ہرجہ کا دعویٰ یا ناش ہے اور جس کا تعلق کسی معاہدے یا امانت کی خلاف ورزی سے نہ ہو یا جس کو محض نصفتی ذمہ داری خیال کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اس تعریف کے چار مخصوص اجزاء یا عناصر ہیں اور ان کے ذریعے سے ٹارٹ کے دائرہ سے چار قسم کے افعال ناجائز کا اخراج کیا جاتا ہے۔

(۱) ٹارٹ دیوانی طرز کا فعل ایک ناجائز ہے دیوانی کے قانون کے ذریعے سے افعال کی تلافی کی جاتی ہے یا جن کے لئے چارہ کار مقرر کیا گیا ہے ان کو ٹارٹ کہتے ہیں۔ اگرچہ جرائم بھی افعال ناجائز ہیں لیکن ان کا شمار ٹارٹ میں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جرم کے تعلق مستغنیث یا ضرر رسیدہ فوجداری کے قانون کے ذریعے سے اپنا چارہ کار حاصل کرتا ہے۔ لہذا فعل ناجائز کا جرم اور ٹارٹ میں شمار کیا جانا ممکن ہے لیکن بہ لحاظ چارہ کار اس کے دو مختلف نام قرار دیئے گئے ہیں۔

(۲) دیوانی طرز کا ہر ایک ناجائز فعل بذات خود ٹارٹ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا چارہ کار ہرجہ کی ناش نہ ہو۔ ہرجہ کے علاوہ دیوانی طرز کے اور بھی چارہ کار ہیں چنانچہ احکام امتناعی استرداد جائیداد مختص اور تاوان یا کسی دوسری نہج سے معینہ اور مقررہ رقوم کے ادا کرنے کا دیوانی کے قانون کی وادریسیوں میں شمار کیا جاتا ہے اس لئے ایسا نقصان یا ضرر جس کے واسطے مدعی کو دیوانی کے قانون سے وادریسی ہرجہ کے سوائے کسی دوسرے قسم کا چارہ کار مل سکتا ہو ٹارٹ میں داخل نہیں ہے مثلاً اگر کسی شرک یا شاہ راہ عام پر کسی شخص یا جماعت کی جانب سے کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جس کی وجہ سے عوام کی آمد و رفت مسدود ہو جائے یا اس میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو تو ظاہر ہے کہ اس فعل یا حالت کا تعلق دیوانی طرز کے نقصان یا ضرر سے ہے اور اس کا چارہ کار حکم امتناعی کا عدالت دیوانی سے حاصل کرنا ہے جس کے لئے عوام کی جانب سے اثرنی جنرل اصدد وکیل سرکار) عدالت سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کرنے کی کارروائی کرتا ہے۔ اگرچہ

شاہ راہ کاروک دیا جانا دیوانی طرز کا نقصان ہے لیکن ٹارٹ نہیں ہے بجز ان مخصوص صورتوں کے جن میں کسی مخصوص شخص کو کوئی مخصوص ضرر یا نقصان پہنچے اور اس کے متعلق وہ شخص ہر جہ دلائل کی نالاش دائر کرے۔

(۳) اگر کسی دیوانی طرز کے نقصان کا خالص کسی معاہدے کی خلاف ورزی سے تعلق ہو تو وہ ٹارٹ نہیں ہے۔ چونکہ قانون معاہدہ انگریزی نظام قانون کا ایک جداگانہ طبقہ ہے اور اس کو قانون ٹارٹ کے مقابلے میں درجہ امتیاز حاصل ہے اس لئے خلاف ورزی معاہدہ اور ٹارٹ کے ارتکاب سے جو ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو دو جداگانہ طبقات اصول کے تابع قرار دیا گیا ہے۔ اس پر بھی بعض صورتوں میں ایک ہی فعل کا ٹارٹ اور خلاف ورزی معاہدہ میں شمار کیا جانا ممکن ہے حالات کے لحاظ سے دو قسم کے مقدمات میں اس طرح کی صورت پیش آتی ہے۔

(الف) ان دونوں میں کی پہلی قسم زیادہ سلیس اور معمولی ہے اور یہ صورت ایسے موقع پر پیش آتی ہے جبکہ ایک شخص معاہدے کے ذریعے سے اپنے پر کسی ایسے فرض کو اختیار کر لیتا ہے جس کا اس معاہدے سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ اس کے پہلے سے وہ اس شخص پر عائد کیا گیا ہو۔ مثلاً جو شخص ایک شے کو اس کے مالک سے مستعار لینے کے بعد اس کی واپسی سے انکار کرے تو اس سے نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی ہو رہی ہوتی ہے بلکہ وہ اس ٹارٹ کا بھی مرتکب ہوتا ہے جس کو تصرف بجا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مثال میں عاریت لینے والے سے دو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ ایک خلاف ورزی معاہدہ کیونکہ لفظ عاریت خود اس امر کی دلیل ہے کہ معاہدہ شے مستعار کو معاہدہ کو مسترد کرنے کا وعدہ کرتا ہے خواہ اس کا وعدہ صراحتاً ہو کہ کما میثاً اور دوسرے وہ فعل جو نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی ہے بلکہ ایک قسم کا ٹارٹ بھی ہے۔ فعل کو ٹارٹ قرار دینے کا سبب ظاہر ہے کیونکہ معاہدہ عاریت لینے والا شخص غیر کی چیز کو روک رکھنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ اس شے کے مسترد کرنے کی ذمہ داری اس پر عائد ہے۔

(ب) لیکن ان مقدمات کی دوسری قسم دشواری سے خالی نہیں ہے اور ملک کا قانون جس کے ذریعے سے اس دوسرے مسئلے کا تصفیہ کیا جاتا ہے نہ توصاف ہے اور نہ اس کی پوری ترقی ہوئی ہے۔ بعض صورتوں میں ایک شخص جس سے کسی معاہدے کی

خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے شخص ثالث کے مقابلے میں جو اس معاہدہ کا فریق نہیں ہے
 ذمہ دار قرار پاتا ہے حالانکہ قانون کا یہ ایک بنیادی اور مستحکم اصول ہے کہ جو شخص کسی
 معاہدے کا فریق نہ ہو اس پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی جو اس معاہدے
 کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے۔ محض فریقین معاہدہ یا ان کے قائم مقاموں پر لحاظ نوعیت
 حقوق جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہوں اس کی ذمہ داری عائد کی جا سکتی ہے
 اس پر بھی بعض صورتوں میں معاہدے کا ایسا فریق جس سے اس کی خلاف ورزی
 سرزد ہو شخص ثالث کے مقابلے میں جس کو معاہدے کی خلاف ورزی سے ناجائز نقصان
 پہنچتا ہے برینائے ٹارٹ ذمہ دار قرار پاتا ہے یعنی ایک شخص (الف) سے معاہدہ
 کر کے اپنے پر ایک ایسا فرض عائد کر لیتا ہے جس کا پہلے سے وجود نہیں ہے یا
 جو صرف معاہدے کی وجہ سے قائم کیا جاتا ہے جب اس طرح کا فرض ایک مرتبہ
 قائم ہو جاتا ہے تو شخص ثالث (ب) کو نقصان پہنچانے کے بغیر اس کا توڑنا ممکن نہیں
 ہے بشرطیکہ قانون میں اس طرح کا نقصان قابل نالاش قرار دیا گیا ہو۔ فرض کیجئے
 (ھ) اپنا گھوڑا (و) کو مستعار دیتا ہے اور (و) اس گھوڑے کو (ز) کے
 یہاں رکھاتا ہے۔ (و) اور (ز) میں قرار پاتا ہے کہ (ز) اس گھوڑے کی کافی پرخت
 کرے گا لیکن نا کافی خوراک ملنے کی وجہ سے گھوڑے کو نقصان پہنچتا ہے یا وہ ہلاک
 ہو جاتا ہے۔ (ز) کی ذمہ داری کے متعلق دو قیاسات ہیں۔ گھوڑے کے ضرر یا ہلاکت
 کے متعلق از روئے معاہدہ (ز) نہ صرف (و) کے مقابلے میں ذمہ دار ہے بلکہ اس
 ٹارٹ کا لحاظ کرتے ہوئے جو اس سے مالک اسب کے مقابلے میں سرزد ہوا
 وہ مالک کے یہاں بھی ذمہ دار ہے حالانکہ معاہدے کے بغیر (ز) پر اس جانور کو دانا
 اور چارہ دینے کی ذمہ داری نہ تھی اور اس کا جو فعل اس معاہدے کی خلاف ورزی
 سمجھا جاتا ہے وہ ایسا ترک فعل ہے جس کی نسبت وہ پابند نہیں کیا گیا تھا۔ پھر بھی
 جب وہ ایک مرتبہ معاہدے کی رو سے اپنے پر اس فرض کو عائد کر لیتا ہے تو
 اس فرض کی بجائے اس کے لئے وہ پابند ہو جاتا ہے اور وہ مالک اسب کو ایسا
 نقصان پہنچانے کے بغیر جس کو قانون ملک نے ناجائز قرار دیا ہے اس فرض کو
 نہیں توڑ سکتا۔ اس میں شک نہیں گھوڑے کے خوراک دینے میں (ز) سے جو

ترک فعل کیا جاتا ہے وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جو (خ) اور (و) میں طے پاتا ہے لیکن یہ ترک فعل محض اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ قانون میں بھی ترک فعل بمقابلہ مالک اس پ فعل ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس لئے ترک فعل سے (خ) مالک اس پ کے مقابلے میں ٹارٹ کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ مالک اس پ اس معاہدے کا جو (ہ) اور (و) کے درمیان طے ہو جاتا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ خلاف ورزی معاہدہ کے باعث جو نقصان شخص ثالث کو پہنچتا ہے اور کن کن صورتوں میں اور کس حد تک اس کو نالاش کا حق حاصل ہے ان سب امور کا تعلق ملک کے عین قانون یا خارجی قانون کے بسوط اور صرح قواعد سے ہے۔ جن کا اس مقام پر ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انگلستان میں دیوانی کے دعوؤں کے اقسام و اشکال کی تنسیخ کے پہلے معاہدے اور ٹارٹ کے درمیان بہت کچھ پیچیدگیاں تھیں اور جو تعلق و نسبت کہ ان میں ہونا چاہئے اس پر چند فرضی ٹارٹوں کی موجودگی سے تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہم اس قسم کے ٹارٹ کو اس لئے فرضی کہتے ہیں کہ حقیقت میں وہ ٹارٹ نہیں بلکہ معاہدے کی خلاف ورزیاں تھیں لیکن ضابطے کی رو سے انکی نسبت ان نالاشوں کے ذریعے سے مدعی عدالت میں رجوع ہوتا تھا جو نالاشات اور ان کے اشکال ٹارٹ کے مقدموں کے واسطے قرار دئے گئے تھے اگرچہ اس زمانے میں دعوے کی شکلوں کے دو طبقات یا اصناف مقرر تھے۔

۱۔ اس قسم کا تعلق معاہدے کی خلاف ورزیوں اور جرائم میں پایا جاتا ہے۔ جس طرح ٹارٹ بہ نفس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے اسی طرح جرم بھی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں سمجھا جاسکتا اس پر بھی انسان بذریعہ معاہدہ کسی فرض کو اپنے پر اختیار کر لینے سے اس طرح مجبور ہو جاتا ہے کہ شخص یا شخص ثالث کو نقصان پہنچانے کے بغیر اس معاہدہ کی خلاف ورزی سنگنل من (شخص جس کے ذریعے کی ٹیٹھریوں کا ملانا ہوتا ہے) سے جبیل گاڑیوں کو سنگنل فینے کے متعلق معاہدہ کی خلاف ورزی سمزد ہوتی ہے تو وہ قسطنطنیہ کے برابری بھی جاتی ہے بشرطیکہ اس خلاف ورزی کی وجہ سے کسی ریل گاڑی کے متعلق کوئی جہلک واقع ہو ۱۲۔

ایک قسم کے دعوے نالشات متعلق معاہدہ اور دوسری قسم کے مقدمات نالشات متعلق ٹارٹ کھلاتے تھے لیکن بعض صورتوں میں جہاں کسی حقیقی معاہدے کا وجود تک نہ ہوتا تھا بلکہ ان معاملات میں جو معاہدات کے مشابہ ہوتے معاہدے کی نالشات کے ذریعے سے اور خلاف ورزی معاہدہ کی صورتوں میں ٹارٹ کے دعوؤں کے ذریعے سے مدعی کو عدالت میں رجوع ہونے کی اجازت تھی۔ لیکن اس زمانے میں ٹارٹ اس قسم کو جو مشابہ ٹارٹ کھلاتی ہے تسلیم کرنے کی از روئے قانون کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کیونکہ اقسام و اشکال نالشات کی تاریخ سے ثابت ہے کہ قدیم زمانے میں امور مشابہ ٹارٹ کی وجہ کو تسلیم کرنے کی ضرورت تھی اور اب جبکہ وہ تاریخی حادثہ زائل ہو گیا ہے تو قانون ملک میں امور مشابہ ٹارٹ کو قائم رکھنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ امور مشابہ ٹارٹ کو ان ایام کی یادگار سمجھنا چاہئے جبکہ ایسے چارہ کار یا دادرسیاں جو معاہدات کی تیل وغیرہ کے متعلق مدعیوں کو دی جاتی تھیں ناکمل اور غیر ترقی یافتہ حالت میں تھیں اس لئے ان چارہ کار میں ٹارٹ کی دادرسیوں کا اضافہ کر کے خلاف ورزی معاہدے کی صورتوں میں دعوے ٹارٹ کے ذریعے سے مدعی عدالت میں رجوع کرتا تھا۔ چنانچہ معاہدے کا دعویٰ اسپیٹ (assumpsit) بمعنی اس نے اپنے ذمہ لیا ہے) ابتداء میں دعوے ٹارٹ کی جس کو کیس (Case) کہتے تھے ایک بدلی ہوئی شکل تھا۔ بہر حال یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کہ دیوانی طرز کے دعوؤں کے اشکال و اقسام کی تنسیخ کے قبل انگریزی قانون کو ٹارٹ اور معاہدے کی خلاف ورزیوں کے درمیان صحیح امتیاز قائم کرنے میں کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔

(۴) افعال ناجائز کا چوتھا اور آخری طبقہ جو ٹارٹ پر مبنی نہیں ہے وہ ہے

جس کا تعلق محض امانتوں کی خلاف ورزیوں یا دوسری نصفتی ذمہ داریوں سے ہے۔ ابتدا نصفتی ذمام اور امانتوں کو ٹارٹ سے خارج کر کے ان کی ایک علیحدہ صنف قرار دینے کا سبب ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اس قسم کی ذمہ داریوں اور امانتوں کی عدالت چانسلری سے ابتدا ہوئی اور اسی چشمے سے ان کے پودوں نے نشوونما حاصل کی اس کے برعکس برطانیہ کی ان عدالتوں میں جن میں قانون کے دیگر طبقات یا اصناف پر عمل کیا جاتا تھا لوگوں کے کان تک ان پہلے دو قسم کے قوانین سے آشنانہ تھے۔ اگرچہ اس زمانے میں وہ فرق جو قانون اور نصفت منسوخ ہو گیا ہے لیکن اس وقت ہی امانتوں کی خلاف ورزیوں کو ٹارٹ میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو ایک دوسرے قسم کے افعال سمجھنا چاہئے اور ان کا تعلق اسی طرح قانون امانت سے ہے جس طرح کہ معاہدے کی خلاف ورزیوں کا تعلق قانون معاہدہ سے ہے۔ چونکہ ٹارٹ معاہدات اور امانتوں کے قوانین میں جداگانہ طور پر ترقی ہوئی اس لئے جو ذمہ داریاں ٹارٹ وغیرہ کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہیں وہ مختلف ہیں اور ان کے ہول بھی مختلف ہیں۔ ٹارٹ معاہدات اور امانتوں کو قانون ملک کے مختلف طبقات تصور کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض مصنفین نے ٹارٹ کی تعریف کی ہے کہ ٹارٹ سے مراد کسی حق متعلق شے (حق متعلق جائیداد وغیرہ منقولہ) کی پامالی ہے جس کی وجہ سے ہر جہاد ا کرنے کی ذمہ داری کا وجود ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تعریف نہایت سادگی اور صفائی پر مبنی ہے اور اس کی رو سے حقوق متعلق شے اور حقوق خلاف شخص میں نہایت آسانی سے امتیاز کیا جاسکتا ہے لیکن انگریزی قانون کی رو سے جو فعل ٹارٹ قرار دیا گیا ہے اور جس قدر قانون ٹارٹ اس مقام میں ہے اس پر اس تعریف کا صادق آنا خالی از شبہ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر و بیشتر ٹارٹ سے مراد حقوق متعلق شے کی خلاف ورزیاں اور پامالیاں ہیں کیونکہ اکثر حقوق خلاف شخص معاہدے کے توسط سے پیدا ہوتے ہیں

لیکن بعض حقوق خلاف شخص ایسے بھی ہیں جو معاہدات سے نہیں مستخرج ہوتے ہیں اور اس قسم کے حقوق کی خلاف ورزی یا پامالی کی صورت میں مدعی کو ہرجہ دلا پانے کی نالش رجوع کرنے کا حق پیدا ہوتا ہے لہذا ان حقوق کا ٹارٹ میں شمار کیا جانا لازم ہے۔ مثلاً کسی بھٹیاریے (in keeper) کا کسی مسافر یا مہمان کو اپنے یہاں ٹہرانے سے انکار کرنا یا اپنی سرائے میں آرام کرنے سے روک دینا ٹارٹ ہیں پھر بھی ایسے حق کی پامالی یا خلاف ورزی ہے جو معاہدے کے ذریعے سے نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی کسی سرکاری ملازم یا عہدہ دار کا اپنے اُن فرائض کی بجا آوری سے انکار کرنا یا اُن کی بجا آوری میں غفلت کرنا جو مدعی کے فائدے کی غرض سے اُس عہدہ دار پر لازم قرار دی گئی ہیں۔

فصل نمبر ۱۰ ذمہ داری مستخرج از امور مشابہ معاہدات

قانون رومانیہ انگریزی قانون میں بعض ایسے ذمہ داری جو حقیقت میں معاہدات سے نہیں پیدا ہوتے ہیں بلکہ قانون ملک نے ان کو معاہدات کے مانند اور مشابہ قرار دے رکھا ہے۔ واقعات کی رو سے نہیں بلکہ قانون کی رو سے اس قسم کے امور معاہدات خیال کئے جاتے ہیں اور فرضی طور پر ان ذمہ داریوں کو جو حقیقت میں معاہدات سے نہیں پیدا ہوتی ہیں قانون معاہدات میں داخل کر لیا گیا ہے۔ رویوں نے ان کے لئے ذمہ داری یا معاہدات کی اصطلاح تجویز کی تھی۔ انگریزی قانون داں ان کو امور مشابہ معاہدات یا معاہدات بالکنایہ (یا معاہدات معنوی) اور اکثر اوقات کسی صفت کے بغیر صرف معاہدات کہتے ہیں چنانچہ انگریزی قانون کے مصنفین نے فیصلے کو ایک معاہدہ اور دین ڈگری شدہ کو ذمہ داری یا معاہدہ کہہ دیا ہے۔ بلکہ اسٹین لکھتا ہے کہ

» معنوی معاہدات « سے مراد ایسے معاہدے ہیں جن کو عقل اور انصاف نے معاہدات قرار دیا ہے اور اس لئے قانون ملک میں قیاس کیا ہے کہ ہر ایک شخص نے انکی تعمیل کی نسبت عہد کیا ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر ہر ایک شخص کے متعلق قیاس کر لیا گیا ہے کہ فی الحقیقت ان مخصوص رقوم کو ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے جنکے ادا کرنے کی ذمہ داری اس پر قانون ملک کی تجویز سے عائد کی جاتی ہے یا بذریعہ تاویل قانون مذکور ان کی ادائیگی شخص کی گئی ہو۔ ایسا ہی یہ عدالتوں کا منصف » اس عام رجحان اور طرز عمل کی نسبت بیان کرتا ہے جس سے اس امر کا استنباط کرنا ممکن ہے کہ عدالتوں کی نظروں میں ہر ایک شخص نے اس امر کی بجا آوری کا وعدہ کیا ہے جو اس کے فرض یا انصاف کا مقتضی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ منصف موصوف نے اس رجحان اور طرز عمل کے نہایت وسیع معنی لئے ہیں۔

معاہدات معنوی (یا ضمنی) از روئے قانون اور معاہدات معنوی از روئے حقیقت میں نہایت لطیف اور باریک فرق ہے جس سے واقف ہونا ایک ضروری امر ہے دوسری قسم کا معاہدہ فی الحقیقت ایک صحیح معاہدہ ہے حالانکہ اس کا وجود یقین معاہدہ کی روش یا طرز عمل سے استنباط کیا جاتا ہے یعنی معاہدہ معنوی از روئے حقیقت کی بناء یقین کے الفاظ صریح نہیں بلکہ ان کی روش اور طرز عمل ہے۔ مثلاً اگر کسی آدمی بس ایک قسم کی کرایہ کی موٹر یا گھوڑوں کی گاڑی جو بڑے شہروں کی سڑکوں پر مسافروں کی حمل و نقل کی غرض سے چلائی جاتی ہے (ہے) میں داخل ہو جاؤں اور اس طرح کہ میرے طرز عمل سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ میں کہیں جانا چاہتا ہوں بہریت میں نے صریح الفاظ میں کسی قسم کا عہد نہ کیا ہو لیکن یہ استنباط کیا جائے گا کہ میں نے آدمی بس کے مالک سے اس معمولی کرایے کے ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے جو دوسرے مسافروں سے لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس معاہدہ معنوی از روئے قانون

محض ایک فرضی معاہدہ ہے کیونکہ اس میں فریقین معاہدہ کی نسبت اپنی ضمانندی کا صراحتاً یا کتاً کسی طرح سے بھی اظہار نہیں کرتے ہیں۔

کن مخصوص صورتوں میں قانون میں امور مشابہ معاہدات یا فرضی معاہدات کو تسلیم کیا گیا ہے؟ وہ کون ذمہ داریاں ہیں جن کی حیثیت قانون میں معاہدات کی سی ہے حالانکہ از روئے حقیقت ان کی وہ شان نہیں ہے؟ اس مقام پر ان سوالات کا مکمل جواب دینا ممکن نہیں ہے اس پر بھی ہم اس قسم کی ذمہ داریوں کی مکمل فہرست پیش کرنے کے عوض مقدمات کے ایسے دو طبقات کا انتخاب کرتے ہیں جن میں اکثر وہ ذمہ داریاں شامل ہیں جو امور مشابہ معاہدات سے پیدا ہوتی ہیں اور جو انگریزی قانون میں تسلیم کی گئی ہیں۔

سب سے پہلے ایک قاعدہ کلیہ کا بیان کر دینا مناسب ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کے نظریئے کی رو سے ہر ایک قسم کے دین کا ماخذ ایک نہ ایک معاہدہ خیال کیا جاتا ہے۔ قرضہ جات کی بناء اور مبادا معاہدات ہیں۔ قرض یا دین سے مراد ایک معینہ یا شخصہ رقم کے ادا کرنے کی ذمہ داری ہے اور اس کی ضد غیر معینہ یا غیر شخصہ رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے ایسا ہی قرضے کا عکس تمام غیر رقمی ذمہ داریاں ہیں۔ دیون کی زیادہ تر تعداد ایسی ذمہ داریوں پر مبنی ہے جو حقیقت میں معاہدے سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اکثر ایسے دیون کی ہستی ہی قانون میں تسلیم کی جاتی ہے جن کا ماخذ معاہدہ نہیں بلکہ کوئی دوسری شے ہے چنانچہ فیصلہ عدالت کے ذریعہ سے ایسا دین وجود پذیر ہوتا ہے جس کو معاہدے سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے ایسا ہی اس وصول رقم کا ماخذ معاہدہ نہیں ہے جو غلطی سے ادایا فریب سے حاصل کی جائے پھر بھی انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کے نزدیک اس قسم کے تمام امور اور معاملات معاہدہ ہیں اور ان کا معاہدے کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس امر کے متعلق کہ جس کسی نے قرضہ لیا ہے اس نے اس کے ادا کرنے کی نسبت ہی وعدہ کیا ہے وہاں کے قانون میں ایک قطعی قیاس ہے چنانچہ بلیک اسٹون کا مقولہ

ہے کہ "توانین ملک (ملکی عدالتوں) کی جانب سے جس شخص کو ادائی کا حکم دیا جائے اس کے حق میں وہ حکم ایسا دین قرار پاتا ہے گویا اس کے ادا کرنے کا اس شخص نے حکم عدالت کے جاری ہونے سے پہلے ہی وعدہ کر لیا تھا"

چنانچہ نظریۂ قانون کی رو سے دیون ڈگری زرڈگری کی ادائی کی نسبت بریں معاہدہ ذمہ دار سمجھا جاتا ہے گویا اس نے ایسی رقم کی ادائی اپنے ذمہ لی ہے جو کسی معاہدے کی بنا پر حاصل کی گئی ہو۔ لارڈ ایشر نے تحریر فرمایا ہے کہ "مدعی علیہ کی ذمہ داری اس معاہدہ معنوی پر مبنی ہے جس کو اس نے زرڈگری کی ادائی کے متعلق کیا ہے" ایسا ہی استدلال در رقم کی جس قدر ذمہ داریاں ہیں وہ از روئے نظریۂ مبنی معاہدہ ہیں اور ان کی مثالیں ایسی ہی تو ہیں جو غلطی سے فریب اور تحریف سے حاصل یا ادا کی جاتی ہیں ایسا ہی ایک مقدمے کے فیصلے میں لارڈ سٹینس فیڈل ارقام فرماتے ہیں کہ "اگر مدعی علیہ پر مدعی کی رقم واپس کرنے کی ذمہ داری کا ماتخذ انصاف قدرتی کی وہ گروہیں بنیں ہیں جن سے وہ مدعی کے ساتھ جکڑ دیا جاتا ہے تو دعویٰ قرضہ میں بصورت کامیابی مدعی قانون ملک میں زرڈگری بر بنائے نصف ثمن یا معنوی طور پر ایسا دین قرار پاتا ہے جسکی بنا کوئی معاہدہ ہو (اور جس کو قانون رو میں ذمہ داری یا خود از امر مشابہ معاہدہ کہتے ہیں)" یہی کیفیت ان ذمہ داریوں کی ہے جسکی بنا پر مدعی علیہ کو معاوضہ نقصان میں روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے مثلاً اگر مالک زمین یا زمیندار زرڈ لگان کی عدم ادائی کی صورت میں اپنے آسامی کے مال کے عوض کسی غیر شخص کا مال ضبط کر لے تو قانون میں اس کا آسانی مالک مال کو اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: جبکہ افول کے ایک فریق نے جس پر قانون اسکی تعمیل لازم ہو اس اقرار کی خلاف ورزی کی بلکہ ان صورتوں میں بھی بر بنائے معاہدہ نالش کرنے کا حق پیدا ہوتا ہے جن میں باہین فریقین کوئی باہمی پیدا ہو اس طرح سے کہ ایک فریق کچھ رقم دوسرے فریق کو ادا کرنے کے لئے از روئے قانون ذمہ دار قرار پائے یہ ایک معاہدہ معنوی کی شکل ہے اور قانون ملک نے فریقین کے تعلق باہمی کو معنی ایک معاہدہ قرار دیا ہے "کلارک اینڈ لنڈ سیل قانون مارٹ صفحہ ۱۰۹ گرانٹ بنام ایڈن کوئنز نیچ ڈوینن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۳۔

۱۰ موزیس بنام میک فرلین لارپورٹ مرتبہ برو صفحہ ۵۰۵ لیکن یہ اقتباس اس رپورٹ کے صفحہ ۲۰۹ سے لیا گیا ہے۔

مال کی قیمت ادا کرنے کا معنوی طور پر وعدہ کرتا ہے۔ ایسا ہی ان تمام ذمہ داریوں کی بناء حق کا تعلق رقم کی ادائیگی سے ہو قانون میں ایک فرضی وعدہ سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر وہ شخصوں میں کسی دین کے متعلق ایک دوسرے سے علیحدہ اور بلا واسطہ ضمانت دی ہو اور بعد ازاں صرف ایک ضامن کالی دین کی ادائیگی کے لئے مجبور کیا جائے اور اگر وہ اس دین کی کالی رقم ادا کر دے تو وہ دوسرے ضامن سے معاہدہ معنوی یا تعمیری کی بناء پر ادا شدہ رقم میں کی نصف رقم وصول کر سکتا ہے۔ حالانکہ از روئے واقعہ یا حقیقت ان دونوں میں اس کے متعلق کوئی معاہدہ نہیں ملے پایا ہے۔

۲۔ امور مشابہ معاہدات کی دوسری قسم ان صورتوں پر مبنی ہے جن میں جس شخص کو ٹارٹ کے ہاتھوں ضرر پہنچتا ہو وہ باجائز قانون ٹارٹ کی نسبت دعوے کرنے کے حق سے دست بردار ہو کر مدعی علیہ کے مقابلے میں معاہدے کی نالیش کرتا ہے بالفاظ دیگر بعض ایسی ذمہ داریاں ہیں جو اصل میں ٹارٹ کی وساطت سے پیدا ہوتی ہیں لیکن قانون میں ان کا ماخذ معاہدہ قرار دیا گیا ہے اور اس بنا پر مدعی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کے متعلق خلاف ورزی معاہدہ کی نالیش کرے۔ مثلاً اگر کوئی شخص میرا مال ناجائز طور پر لے جا کر فروخت کر دے تو وہ اس ٹارٹ کا مرتکب ہوتا ہے جس کو تعین بیجا کہتے ہیں اور اس لئے مجھ کو ہرجہ ادا کرنے کی ذمہ داری جو اس پر عائد ہوتی ہے اس کا سبب فی الحقیقت یہی ٹارٹ ہے پھر بھی اگر مجھے ٹارٹ کی نالیش کرنے کے حق سے دست بردار ہونے میں فائدہ معلوم ہو تو میں ایک فرضی معاہدے کی بناء پر اس مال کی قیمت جس کو اس نے حاصل کیا ہے طلب کر سکتا ہوں گویا اس کو میں نے بطور جائز اپنا اختیار یا کارندہ مقرر کیا تھا اور اس نے جائز طور سے اس مال کو میری جانب سے فروخت کر کے ان روپیوں کو حاصل کیا جو اس مال کی قیمت میں اس کو خریدار نے ادا کیا ہے از روئے قانون اس طرح کے مدعی علیہ کو معاہدے کی نالیش میں اپنے فعل ناجائز کو بطور غلط پیش کرنے کا موقع نہیں حاصل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

۱۔ اگر مال بنام پارٹ برچ ٹرم رپورٹس جلد ۸ صفحہ ۳۰۸۔ ریوٹرز ڈیپوٹس جلد ۲ صفحہ ۶۵۶

۲۔ اسمت بنام بنکر لارپورٹس مرتبہ گیارنگ ٹن اینڈ سن جلد ۸ صفحہ ۳۵۰ اس کے علاوہ ٹارٹ سے دست بردار

اگر کوئی شخص مجھے قریب دیکر یا مجھ سے غلط بیانی کر کے روپیہ لے جائے تو میں بصیغہ ٹارٹ اس کے خلاف ہرجے کی نالش کر سکتا ہوں نیز ایک فرضی معاہدہ کی بنا پر اسی رقم کے واپس پانے کے لئے اسی شخص کے مقابلے میں دعوے کر سکتا ہوں۔

امور مشابہ معاہدات سے جو ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو قانون ملک میں تسلیم کرنے کے چند وجوہ ہیں اور ان میں سے تین اسباب سب سے زیادہ اہم ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) درایت جس کی رو سے دعاوی خلاف اشخاص کے مختلف شکلوں کی تقسیم معاہدے اور ٹارٹ پر مبنی کی گئی تھی اس تقسیم کو مکمل اور جامع بنانے کی غرض سے ایسی تمام رقمی ذمہ داریاں جو معین اور شخص ہوں اور ان کی صحیح ہمت اور بد ہمت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے وہ معاہدات کی صنف میں شریک کر لی گئی۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی برطانیہ کی مجلس وضع قوانین اس نظر سے لے کر جس کی رو سے انگریزی قانون غیر موضوعہ کے تمام دعوؤں کی تقسیم معاہدے اور ٹارٹ میں کی گئی ہے تسلیم کرتی ہے اور اس طرح ماننے کا ضروری نتیجہ امر مشابہ معاہدہ کا مسئلہ ہے۔

(۲) عدالتوں کی خواہش کہ ان کے ایسے فیصلے جن کی وجہ سے فساد کی جگہ پیدا ہو اور اشکال پیدا ہوتے ہیں کسی ایک نظر سے پر مبنی ہوں اس میں شک نہیں کہ مفروضات قانونی سے جس طرح قانون ملک کے دوسرے طبقات کی ترقی میں مدد ملتی ہے اسی طرح قانون کی اس صنف کی ترقی میں ان سے بہت کچھ کام لیا جاتا ہے عدالتوں کے لئے اس امر کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو لایٹ لی بنام کلوسٹن روڈز رپورٹس جلد ۹ صفحہ ۱۳۷
ٹینٹن جلد ۱ صفحہ ۱۱۲۔ فلپس بنام ہیمفرے چانسرری ڈیوٹرن جلد ۴ صفحہ ۴۶۱۔ سامنڈ قانون ٹارٹ فصل ۴
۱۷ کوٹلی کوٹس ایکٹ (قانون بابت عدالت ہائے صلح) ۱۱۶ دفعہ ۱۱۶۔ پروفیسرٹ لینڈن قانون ٹارٹ مصنف
سفر ٹیرک پالک کے ایک ضمیمہ میں دعوؤں کی اس تقسیم کے متعلق بحث کی ہے۔

ظاہر کرنا کہ ایک شخص (مدعی علیہ) کے متعلق ادائی رقم کا وعدہ فرض کر کے اس پر ادائی رقم کی ذمہ داری عائد کرنی بہ نسبت اس امر کے زیادہ آسان ہے کہ وہ پہلے اس اصول کو طے کر دیں کہ مدعی علیہ خواہ اس نے وعدہ کیا ہو کہ نہیں ادائی رقم کا ذمہ دار ہے۔

(۳) معاہدے کے متعلق قانون میں جس قدر چارہ کار بتلائے گئے ہیں وہ ان داد و رسیدوں سے زیادہ موثر اور سرسبز الحصول ہیں جو ٹارٹ وغیرہ کے متعلق قائم کی گئی ہیں اس لئے مدعی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی موثر اور بہتر عدالتی کارروائی کو اختیار کرے جیسا کہ معاہدے کی نالشیں ہیں۔ قدیم زمانے میں جبکہ لوگ ظاہر پرست تھے اور ہر ایک دعوے بعض مخصوص الفاظ اور ایک طریقے کے ساتھ رجوع کیا جاتا تھا دعوے کے لئے معاہدے کے سوا کسی دوسرے امر کو بنیاد قرار دینا مدعی کے حق میں چنداں سود مند نہ تھا اس لئے مدعی کو شش کرتا تھا کہ کسی طرح سے اس کا دعویٰ معاہدے کے دعوے کی شکل میں دائر ہو سکے۔ چنانچہ اسمسٹ (دعوے معاہدہ) دعوے سے قرضہ سے بہتر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بہتر ماننے کا سبب یہ تھا کہ اس میں مدعی علیہ کو اس طریقے سے دعوے کی تردید کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا جس کو دیگر آف لاء (wager of law) بمعنی بازی قانون یعنی تصدیق حلفی کہتے تھے۔ اس چارہ کار کی خوبی کا ایک اور بھی سبب تھا تصرف بیجا اور دوسری قسم کے ٹارٹ کے دعوؤں کے مانند اسمسٹ کا دعویٰ یا چارہ کار اس شخص کے فوت ہونے سے جس نے کسی فعل ناجائز یعنی ٹارٹ کا ارتکاب کیا ہو زائل نہیں ہوتا تھا بلکہ متوفی کے ورثاء کے مقابلے میں مدعی اپنا دعویٰ رجوع کر سکتا تھا۔ لہذا اس زمانے میں لوگوں کو فرضی معاہدات کی بناء پر نالشیں رجوع کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مدعی اس بناء پر اسمسٹ کے ذریعے سے اپنا دعویٰ رجوع کرتا تھا حالانکہ اس کا

صحیح چارہ کار دعویٰ تصرف یا ٹارٹ کی کوئی دوسری ناش تھی۔
 بہر حال یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ہر ایک ایسے
 نظام قانون سے جو عقل و فہم پر مبنی ہو امر مشابہ معاہدہ کی ذمہ داری کا تصور
 خارج کیا جاسکتا ہے۔ قانون ملک میں اس قسم کی ذمہ داری کے تسلیم کئے جانے
 سے زمانہ موجودہ کی ضرورتوں پر نظر کرتے ہوئے کسی خاص غرض کی تکمیل
 نہیں ہو سکتی اس پر بھی ذمہ داری ماخوذ از امر مشابہ معاہدہ قانون انگلستان
 کا ایک جزو ہے اس لئے اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہے اور اسی
 وجہ سے ہم نے اس فصل میں اس کے متعلق بالاجمال بحث کی ہے۔

فصل ۱۱ ذمہ داری (بے نام ذمہ داریاں)

سابق میں ذمہ داری کی جو تقسیم بتلائی گئی ہے اور اس کی رو سے ذمہ داری کے چند
 ماخذ معاہدہ ٹارٹ یا امور مشابہ معاہدہ قرار دئے گئے ہیں وہ متمم اور مکمل نہیں ہے
 اور نہ کسی منطقی اصول پر مبنی ہے اس لئے اس تقسیم میں ایک آخری اور چوتھے
 جزو کے داخل کرنے کی ضرورت ہے اور چونکہ اس مابقی طبقے کے لئے کوئی جامع اور ممتاز
 اصطلاح نہیں ہے اس لئے اس صنف کو صنف بے نام سے متصف کیا گیا ہے۔ ذمہ داری بے نام
 میں ایسی ذمہ داریاں داخل ہیں جو امانت پر ان کے مامون لہم کے مقابلے میں عائد کی جاتی
 ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ذمہ داری کی یہ صنف باقی۔ تین اصناف کے مانند بنفسہ ایک صنف
 یا طبقہ قرار پاسکتی تھی بشرطیکہ ان ذمہ داریوں کا ماخذ امانت نہ ہوتی جس کا تعلق قانون جائیداد
 سے ہے اس لئے اس چوتھی قسم کے ذمہ داری کا کوئی مخصوص اصطلاحی نام نہیں ہے اور
 بناءً علیہ اس صنف کو ذمہ داری بلائے بے نام کہتے ہیں۔

۱۔ ان معاہدات کے لئے جن کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے ماہرین قانون رومانے معاہدات بے نام
 کی اصطلاح تجویز کی ہے ۱۲۔

خلاصہ

تعریف ذمہ (ذمہ داری)۔

اشیاء در دعویٰ و اشیائے مدعوہ

ذام متحمم۔

اُن کی ماہیت۔

اُن کے اقسام

(۱) منفردہ

(۲) مشترکہ

(۳) مشترکہ اور منفردہ۔

ذمہ داریاں جو معاہدے سے پیدا ہوتی ہیں۔

ذمہ داریاں جو ٹارٹ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ماہیت ٹارٹ

(۱) دیوانی طرز کا فعل ناجائز

(۲) قابل ارجاع ثالث ہر جہ

(۳) اس سے مراد محض خلاف ورزی معاہدہ نہیں ہے۔

(۴) اس سے مراد محض خلاف ورزی امانت یا کوئی دوسری تصفیٰ ذمہ داری نہیں ہے۔

ذمہ داریاں جو امور مشابہ معاہدات سے پیدا ہوتی ہیں۔

امور مشابہ معاہدہ کی نوعیت۔

تمثیلات امور مشابہ معاہدات

امور مشابہ معاہدات کو تسلیم کرنے کے وجوہ

ذام بے نام (بے نام ذمہ داریاں)

ایسوال باب

قانون ضابطہ

فصل ۱۱ قانون اصلی اور قانون ضابطہ

قانون اصلی اور قانون ضابطہ کے فرق کی صحیح نوعیت اور ماہیت کا دکھانا کوئی آسان کام نہیں ہے اس پر بھی ہم اس کے متعلق پہلے اس غلط توجیہ کا ذکر کر کے اس پر غور کرنا چاہتے ہیں جس کو قدیم مصنفین نے اس فرق و امتیاز کی نسبت تحریر کیا ہے عیدالتی کارروائیاں جس خاص طرز اور مخصوص طریقے سے کی جاتی ہیں اس کے محافظ سے عدل گتیری منجانب سلطنت کا مفہوم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ سلطنت ان لوگوں کو مختلف قسم کے چارہ کار عطا کرتی ہے جن کے حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی ہوتی ہے لہذا اس طرز عمل کی وجہ سے یہ خیال لوگوں کے قلوب میں قدرتا پیدا ہوتا ہے کہ قانون اصلی سے مراد وہ قانون ہے جس کے ذریعے سے حقوق کی تعریف کی جاتی ہے اور ضابطے کا قانون ایسا قانون ہے جس کے ذریعے سے چارہ کار یا دادرسیاں معین کی جاتی ہیں۔ بہر حال قانون (gus) اور چارہ کار (remedium) میں جو اس طرح فرق کیا جاتا ہے وہ ناقابل قبول ہے اور اس کے چند وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ اگر ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق قانون ضابطہ سے ہے مثلاً حق مرافعہ (مرافعہ کرنے کا حق) فرق مقدمہ کا خود اپنے کو اپنے معاملے میں بطور گواہ کے پیش کرنے کا حق۔ اس قسم کے حقوق ہیں۔ ثانیاً یہ کہ اکثر ایسے قواعد جن کے ذریعے سے چارہ کار یا دادرسیوں کی تعریف کر کے ان کا تعین کیا جاتا ہے قانون اصلی میں داخل ہیں۔ قانون اصلی کے ذریعے سے کسی حق کا اور قانون ضابطہ کے ذریعے سے اس حق کے حال کرنے کے چارہ کار کا تعین کیا جاتا ہے۔

مثلاً اگر سزا موت یا کوئی دوسری سنگین سزا منسوخ کر دی جائے تو اس سے ضابطہ فوجداری کے قانون میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی کیونکہ قانون فوجداری کے قانون اصلی میں نہ صرف جرائم داخل ہیں بلکہ اس میں ان کی سزائوں یعنی تعزیرات کا بھی شمار کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی دیوانی کے قانون میں ایسے قواعد جن سے مقدار ہر جہرہ کا تعین کیا جاتا ہے اسی طرح قانون اصلی میں داخل ہیں جس طرح وہ قواعد جن سے اس امر کا تعین کیا جاتا ہے کہ کس قسم کا ہرجہ یا نقصان قابل نالش ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قانون اصلی میں ان دونوں اصناف کے قواعد داخل ہیں جن کا تعلق اقرارات تفصیل مختص اور عام اقرارات سے ہے۔ اگر ضابطہ کی تعریف میں یہ کہا جائے کہ اس کا تعلق حقوق سے نہیں بلکہ چارہ کار سے ہے تو چارہ کار کو اس طریقے اور کارروائی سے غلط ملط کر دینا ہے جس کی رو سے وہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر توجیہ متذکرہ صدر صحیح نہیں ہے تو بالآخر اس فرق کی صحیح نوعیت کیا ہے؟ قانون ضابطہ کی تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ ضابطہ قانون ملک کی ایک فرع ہے اور نزاع عدالت کا طریقہ اس کے تابع ہے۔ ضابطہ سے مراد ارجاع نالشات کا قانون ہے بشرطیکہ اس اصطلاح کو اس کے وسیع مفہوم میں استعمال کیا جائے جس کی وجہ سے اس میں دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی عدالتی کارروائیاں یعنی دونوں قسم کے دعوے شامل ہو سکیں۔ جب اس طرح قانون ملک سے قانون ضابطہ علحدہ ہونے کے بعد جو قانون باقی رہتا ہے وہ قانون اصلی ہے قانون اصلی کا تعلق عدالتی نزاع کے طریقے اور کارروائی سے نہیں ہے بلکہ وہ قانون عدالتی نزاعات کے اغراض اور موضوعات سے متعلق ہے۔ عدل گستری کے ذریعے سے سلطنت جن مقاصد و اغراض کی تکمیل کرنا چاہتی ہے ان سے قانون اصلی کا تعلق ہے اس کے برعکس ضابطہ کا قانون ان ذرائع اور آلات پر شامل ہے جن سے اغراض متذکرہ حاصل کئے جاتے ہیں۔ موخر الذکر قانون کے زیر اثر نزاع عدالت کے متعلق عدالتوں اور اہل مقدمات کے تعلقات و طرز عمل کی تنظیم کی جاتی ہے اور اول الذکر قانون سے شے متذکرہ کے متعلق ان کے تعلقات و طرز عمل کی تنظیم کی جاتی ہے۔ قانون ضابطہ کا تعلق عدالت کی اندرونی کارروائیوں سے ہے اور قانون اصلی ان امور یا کارروائیوں سے متعلق ہے جو بیرون عدالت واقع ہوتی ہیں۔

انگریزی قانون ضابطہ کی ورق گردانی یا اس پر سرسری نظر ڈالنے سے تاثرین کتاب پر

اس امر کا بخوبی انکشاف ہو سکتا ہے کہ ہم نے فقرہ بالا میں جس توجیہ کو پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ مثلاً اگر مجھ کو کسی جائیداد کے پانے یا حاصل کرنے کا حق ہو اور میں اس کو حاصل کرنا چاہوں تو میرے حق کا تعلق قانون اصلی سے ہو گا کیونکہ سلطنت کی عدل گستری کا منشاء اس قسم کے حقوق کا تعین اور حمایت کرنا ہے لیکن مجھ کو کن حد التوں میں رجوع ہوتا چاہیئے اور کس مدت میں اپنا دعویٰ داخل کر سکتا ہوں۔ ان استفسارات کا تعلق قانون ضابطہ سے ہے کیونکہ اس قسم کے امور ان طریقوں اور کارروائیوں سے متعلق ہیں جن کی رو سے عدالتیں اپنے فرائض کو انجام دیتی ہیں۔ ان واقعات کا تعین کرنا جن پر کوئی فعل ناجائز مبنی ہو قانون اصلی کا کام ہے اور ان واقعات کا تعین کرنا جن پر کسی فعل ناجائز کے ثبوت کی بنا ہو قانون ضابطہ کا کام ہے کیونکہ پہلے قانون کا تعلق نزاع عدالت کے موضوع یعنی شے یا حق متنازعہ سے ہے اور دوسرا قانون اس طریقہ کارروائی سے متعلق ہے جس کے ذریعے سے مدعی چارہ کار طلب کرتا ہے۔ سزائے جرم کا تعلق خواہ وہ جرمانے کی شکل میں مقرر کی جائے یا قید کی صورت میں۔ بہر حال قانون اصلی سے ہے کیونکہ فوجداری طرز کی ذمہ داری کا وجود اور مقدار ان امور میں داخل ہیں جو سلطنت کی عدل گستری کے مقاصد و اغراض سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اس سوال کا تعلق کہ فلاں جرم کی سرسری طور پر تحقیقات ہونی چاہیئے یا بذریعہ انڈائیٹ منٹ^۱ الزام^۲ تحریری مصدقہ گرائنڈ جو ری وہ کامل تحقیقات کے قابل ہے ضابطہ سے ہے۔ سب سے آخر میں یہ امر قابل غور ہے کہ اگر سزائے سنگین منسوخ کر دی جائے تو قانون اصلی میں تبدیلی واقع ہوگی لیکن قرض کے مقدمات میں مدیون ڈگری کو قید کرنے کے طریقے کی موقوفی سے قانون ضابطہ میں تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے سلطنت کی عدل گستری کے مقاصد میں سے ایک مقصد جرائم کی سزا دہی ہے اور قرض کے نہ ادا کرنے کی صورت میں مدیون ڈگری کو جو قید کیا جاتا تھا اسکی غرض محض مدیون کو ادائی کے لئے مجبور کرنا تھی۔ جس حد تک عدل گستری کا تعلق ان چارہ کار یا دواوریوں کے عطا کرنے سے ہے جن کے ذریعے سے پامال شدہ حقوق حاصل کئے جاتے ہیں یہ کہنا بجا ہے کہ قانون اصلی کا کام اس چارہ کار اور اس حق کی تعریف کرنا ہے جس کے ذریعے سے

وہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس قانون ضابطہ کے ذریعے سے وہ طریقے اور شرائط طے کئے جاتے ہیں جن کے زیر اثر حصول حق کے واسطے عدالتیں کوئی چارہ کار صاحب حق کو عطا کرتی ہیں۔

اگرچہ قانون اصلی اور ضابطے میں از روئے نفع ایک بین فرق پایا جاتا ہے لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ ضابطے کے اکثر ایسے قواعد ہیں جو اصلاً نہیں تو عملاً قانون اصلی کے قواعد کے مساوی نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی صورتوں میں قانون ملک کی ان دو شاخوں میں جو کچھ بھی فرق ہے وہ اصلی نہیں بلکہ ظاہری ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صورتوں میں ایک ہی قاعدہ جس کا بظاہر قانون ملک کی ان دو شاخوں میں سے ایک فرع سے تعلق پایا جاتا ہے اصل میں وہ دوسری فرع سے متعلق ہے لیکن تبدیل شکل کی وجہ سے اس کا شمار پہلی فرع میں کیا جانے لگا ہے۔ قانون کی تاریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فرع کے قواعد دوسری فرع میں تشکیل کی بنا پر داخل کر لئے گئے ہیں۔ مسئلہ تشکیل نہ صرف تاریخ قانونی کی رو سے دیکھنا ہے بلکہ نظریہ قانونی میں بھی اس کی دلچسپی اور اہمیت تسلیم کی گئی ہے۔ قانون اصلی اور ضابطے کے جن اصول یا قواعد میں یک رنگی اور مساوات پائی جاتی ہے ان کے تین اصناف ایسی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان کا اس مقام پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جب کسی حق کے ثابت کرنے کے لئے قانون میں بلا شرکت غیرے ایک ہی واقعہ اس کی شہادت قرار دیا جائے تو از روئے عمل اس حق کے ماخذ کے اجزائے ترکیبی سے ایک جز وہی واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ شہادت کے متعلق ضابطے کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ بعض معاہدات کو صرف بذریعہ تحریر ثابت کرنا چاہئے اور یہ قاعدہ قانون اصلی کے اس قاعدے کے مساوی اور مشابہ ہے جس کی رو سے قرار دیا گیا ہے کہ معاہدہ جو ضبط تحریر میں نہ لایا جائے کالعدم ہے۔ پہلی صورت میں ماخذ حق کے ثبوت کے لئے تحریر پر ایک قسم کی مخصوص اور منفرد شہادت سے اسکے بغیر دوسری قسم کی شہادت کا پیش کرنا قانوناً جائز نہیں ہے لیکن دوسری شکل میں تحریر یاخذ کا ایک عنصر یا جزو ہے پہلی شکل میں حق تو موجود ہے لیکن اس کا وجود

نامکمل ہے کیونکہ بعض ثبوت کی وجہ سے صاحب حق کو اُس کا چارہ کار نہیں مل سکتا اور دوسری شکل میں حق زیر بحث معرض وجود میں آ ہی نہیں سکتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں قواعد میں اس قسم کا فرق ہے لیکن ان دونوں کے عمل اکثر صورتوں میں یہ اصلی نہیں بلکہ ظاہری فرق پایا جاتا ہے۔

۴۔ ضابطے میں جو واقعہ جس امر کا ثبوت قطعی قرار دیا گیا ہے وہ مساوی ہے اُس واقعے کے جو اُس کے ذریعے سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قانون میں جس قدر قیاسات قطعی ہیں بظاہر اُن کا تعلق ضابطے سے معلوم ہوتا ہے یعنی ظاہریں وہ ضابطے کے قواعد نظر آتے ہیں لیکن اصل میں اور اثر کے لحاظ سے اُن کا تعلق قانون اصلی سے ہے۔ شہادت کا یہ ایک قاعدہ ہے کہ جس بچے کی عمر سال سے کم ہو اُس کی نیت مجربانہ نہیں ہو سکتی لیکن اُس میں اور قانون اصلی کے اس قاعدے میں کہ اُس عمر کے کسی بچے کو کسی قسم کے جرم کے ارتکاب کے لئے سزا نہیں دی جاسکتی تبدیل شکل کا فرق ہے اصل میں دونوں قواعد ایک ہیں لیکن اُن کی ظاہری شکل میں اختلاف ہے۔ ایسا ہی مالک کے کاروبار کی انجام دہی میں جو افعال ملازم سے سرزد ہوتے ہیں اُن کے متعلق یہ ایک قانونی قیاس ہے کہ ملازم یا کارندہ اپنے مالک کی اجازت سے اُن کا ارتکاب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قطعی قیاس کا تعلق ضابطے سے ہے لیکن اُس کو موجودہ زمانے کی ذمہ داری آج کے قانون اصلی کا پیش خیمہ اور اُس کے مساوی سمجھنا چاہیئے۔ ابتدا میں تمسکِ اقبال مقروض نسبتِ قرض اور جس پر مقروض کی مہر ثبت ہوتی تھی اس قرض کی بابت جو اس طرح اُس کے ذریعے سے تسلیم کیا جانا ثبوت قطعی خیال کیا جاتا تھا لیکن اب اُس کی وہ شان نہیں رہی بلکہ تمسکِ قرض کا ماخذ خیال کیا جاتا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ تمسک کو ضابطے سے خارج کر کے قانون اصلی میں داخل کر لیا گیا ہے۔

۵۔ میعادِ سماعت کا تعلق ضابطے سے ہے اور اُس کا مساوی قدامتِ حقوق یا حقِ قدامت ہے جو قانون اصلی سے متعلق ہے پہلی شکل میں مرور زمانہ کی وجہ سے وہ بند من جو حق اور اُس کے چارہ کار میں واقع ہوتا ہے ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری شکل میں مرور زمانہ حق زیر بحث کو زائل کر دیتا ہے۔ پہلی حالت میں ایک ناقص یا غیر مکمل حق

باقی رہ جاتا ہے اور دوسری حالت میں کوئی حق باقی رہنے نہیں پاتا۔ بہر حال اس امتیاز کے سوا سب ان دونوں کا عملی اثر ایک ہے حالانکہ ان کا ظاہر جداگانہ ہے یا انکی شکلیں مختلف ہیں۔ بالعموم عدالتی کارروائی یا ضابطہ عدالت کے پانچ عناصر یا اجزائے ترکیبی ہیں یعنی طلب نامہ (سمنز)، پلیڈنگ (فریقین کا دعویٰ اور جواب) ثبوت، فیصلہ اور تعمیل۔ ضابطے کے پہلے جزو کا منشا بخوبی ظاہر ہے۔ طلب نامے کے جاری کرنے سے عدالتوں کا مقصد ان تمام اشخاص کو جن کو مقدمے سے تعلق ہو پیروی کرنے کا موقع دینا ہے۔ دعوے سے جن اشخاص کے اغراض وابستہ ہوتے ہیں انکو اپنی طرف سے عدالت میں جوابدہی کا موقع ملتا ہے۔ پلیڈنگ کے ذریعے سے مقدمے کے ایسے تمام امور واقعاتی اور قانونی ضابطہ تحریر میں لائے جاتے ہیں جو مابہ النزاع ہیں یعنی جن کے متعلق تفتیحات قائم کی جاتی ہیں اور جن پر عدالت اور فریقین کے عمل کرنے سے انفصال میں سہولت ہوتی ہے۔ ثبوت سے مراد ایسا طریقہ کار روائی ہے جس کے ذریعے سے فریقین عدالت میں ایسے واقعات اور حالات پیش کرتے ہیں جن کی عدالت کو امور نزاعی کے فیصلہ کرنے میں ضرورت ہوتی ہے۔ فیصلے سے مراد مقدمے کا انفصال پانا ہے۔ عدالتی کارروائی کا سب سے آخری درجہ تعمیل ہے عدالت اپنے فیصلے کو بشرطیکہ مدیون ڈگری بطیب خاطر اس کی تعمیل نہ کرے گویا اپنی جسمانی قوت یا زور طبیعی سے منواتی ہے۔ ضابطہ عدالت کے ان پانچ عناصر میں سے ثبوت صرف ایسا عنصر ہے جس کی نسبت اس مقام پر بحث و غور کرنے سے ایک دقیق اور نظری مضمون جیسا کہ اصول قانون ہے پر لطف اور دلچسپ بن سکتا ہے۔ لہذا اس باب کے باقی حصے کو ہم قانون شہادت کی اصلی ماہیت کی تحلیل کے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔

فصل ۳۱ شہادت

اگر ایک واقعے کے ذریعے سے دوسرے واقعے کا وجود قریب قیاس ہو تو پہلا واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت سمجھا جاتا ہے۔ ایک واقعے کی اس صنعت کو جس کی وجہ سے اس میں کسی دوسرے واقعے کو ثابت کرنے کی تاثیر ہوتی ہے قوت اثباتی

کہتے ہیں۔ لہذا شہادت کی اس طرح تعریف کی جاسکتی ہے کہ شہادت سے مراد ایسا واقعہ ہے جس میں قوت اثباتی موجود ہے۔ اثر کے لحاظ سے قوت اثباتی کے مختلف درجے ہیں۔ اگر پیش کردہ شہادت کی قوت اثباتی اس درجہ بڑھی ہوئی نہ ہو جس سے عقل انسانی مشہودہ کے وجود حقیقی کو مستنبط کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے تو اس شہادت کو ثبوت کہتے ہیں۔

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ ایک واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت ہو کر رہتا ہے لہذا ہم کو اس فرق سے واقف ہونا چاہیے جو ان دونوں میں ہے۔ واقعہ جس کے متعلق شہادت پیش کی جاتی ہے اس کو اصطلاح میں واقعہ اصلی یا مشہودہ کہتے ہیں اور وہ واقعہ جو دوسرے واقعے کی شہادت ہو واقعہ مثبت یا مرہن کہلاتا ہے۔ چنانچہ اکثر صورتوں میں شہادت واقعات کے سلسلے پر مبنی ہوتی ہے مثلاً واقعہ الف واقعہ ب کی شہادت اور واقعہ ب واقعہ ج کی شہادت اور ج کی شہادت اور اسی طرح ایک واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت ہو کر رہتا ہے۔ ان میں کا ہر ایک درمیانی واقعہ اس واقعے کا مثبت سمجھا جاتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے اور اس واقعے کا مشہودہ یا واقعہ اصلی قرار پاتا ہے جو اس سلسلے میں اس کے پہلے واقع ہوتا ہے یعنی اس مثال میں مثلاً واقعہ ج مثبت ہے واقعہ د کا اور مشہودہ یا واقعہ اصلی ہے واقعہ ب کا۔

۱۔ شہادت کے مختلف اقسام ہیں۔ اس کی پہلی قسم شہادت عدالتی اور شہادت غیر عدالتی ہے۔ شہادت عدالتی سے مراد ایسی شہادت ہے جو عدالت میں پیش کی جاتی ہے۔ اس میں ہر ایک ایسی شہادت داخل ہے جس کے پیش کرنے سے فریق کا مدعا اپنے مقدمے کی نسبت عدالت کے علم اور مشاہدے میں اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ شہادت غیر عدالتی سے مراد ایسی شہادت ہے جو عدالت میں نہ تو براہ راست پیش کی جاتی ہے اور نہ عدالت کو راست طور پر اس کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ ایک درمیانی جوڑ یا گڑھی ہے جس کے ذریعے سے شہادت عدالتی اور واقعہ ثبوت طلب میں ایک قسم کا ربط اور تسلسل رہتا ہے۔ عدالتی شہادت مثلاً ہے ان تمام بیانات پر جو گواہ عدالت میں لکھوائے ہیں۔ ایسی تمام دستاویزات پر جو عدالت میں پیش کی جاتی ہیں اور جن کو عدالتیں ملاحظہ کرتی ہیں۔ نیز

اس میں ایسی تمام چیزیں داخل ہیں جن کے ثابت کرنے کے لئے عدالت میں گواہوں کے اظہارات قلمبند کرائے جاتے ہیں۔ غیر عدالتی شہادت میں ایسے تمام واقعات مثبت داخل ہیں جن کا علم عدالت کو راست طور پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ عدالتی شہادت کی کسی دوسری شکل یا قسم سے بطور نتیجہ ان کے متعلق عدالت علم حاصل کرتی ہے مثلاً اگر واقعہ مشہور و بہ کے وجود کا علم عدالت کو کسی گواہ کی سماعتی شہادت سے کر دیا جائے تو وہ غیر عدالتی شہادت ہے۔ ایسا ہی ملزم کا عدالت میں اقبال جرم کرنا عدالتی شہادت ہے لیکن اگر اقبال دوسرے شخص کے سامنے یا کسی اور مقام میں کیا جائے اور کسی عدالتی شہادت کے ذریعے سے ملزم کے مقابلے میں ثابت کیا جائے تو وہ شہادت غیر عدالتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اصل و شاویر کا پیش کرنا شہادت عدالتی ہے لیکن اُس کی نقل داخل کرنا یا اُس کو کسی ایسے گواہ کی زبانی ثابت کرنا جس نے اُس کو پڑھا ہو غیر عدالتی شہادت ہے۔ اسی طرح عدالت کا اُس مقام یا موقع کو اپنی ذات سے معائنہ کرنا جہاں کسی کام کا کیا جانا بیان کیا جائے یا اُس شے مادی کو چشم خود دیکھنا جو کسی مقدمے کا موضوع یعنی مدعا بہا ہو شہادت عدالتی ہے لیکن انہیں چیزوں کو گواہوں کے ذریعے سے ثابت کرنا شہادت غیر عدالتی ہے۔

اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ثبوت کے ہر ایک طریقے کا شہادت عدالتی کے کسی نہ کسی جزو پر مبنی ہونا لازم ہے لیکن غیر عدالتی شہادت کو اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں غیر عدالتی شہادت کے ذریعے سے واقعے کا ثابت کیا جانا جائز قرار دیا گیا ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز۔ بہر حال جن صورتوں میں غیر عدالتی شہادت کے ذریعے سے واقعے کا ثابت کرنا ممکن ہے انہیں اس قسم کی شہادت گویا زنجیر یا سلسلہ ثبوت کی درمیانی کڑیاں سمجھی جاتی ہیں جنکے ذریعے سے واقعہ اصلی جو زنجیر کے ایک سرے پر ہوتا ہے اور شہادت عدالتی میں جو اُس کے دوسرے سرے پر ہوتی ہے ربط پیدا کیا جاتا ہے۔ شہادت عدالتی کے لئے صرف تقدیم کی ضرورت ہے اور شہادت غیر عدالتی کو ثابت کرنے کی حاجت ہے۔ فریق مقدمہ کا فرض ہے کہ شہادت عدالتی کو وہ عدالت میں پیش کر دے اُسے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو شخص غیر عدالتی شہادت کی تقدیم

کرتا ہے اس کو عدالت میں ثابت کرنا اس کا کام ہے۔

۲۔ شہادت کی دوسری قسم شہادت شخصی اور شہادت مادی ہے۔ شہادت شخصی کے لئے ایک دوسری اصطلاح گواہی ہے۔ شہادت شخصی یا گواہی سے مراد گواہوں کے ایسے بیانات ہیں جن میں واقعات بینہ (واقعات بیان کردہ فہم) کو ثابت کرنے کی تاثیر ہو۔ شہادت کے اقسام میں سب سے زیادہ اہم یہ قسم ہے۔ ثبوت پیش کرنے کے طریقوں میں شاید ہی کوئی ایسا طریقہ ہو گا جس میں اس قسم کی شہادت سے کام نہ لیا جاتا ہو۔ شاذ و نادر ہی ایسے واقعات ہوں گے جن کو ان اشخاص کی گواہی سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جن اشخاص کو ان کی بابت علم ہو۔ گواہی (یعنی شہادت) کی دو قسمیں لسانی اور تحریری یا عدالتی اور غیر عدالتی ہیں۔ اگرچہ قانون کے نظریے یا قیاس کا رجحان اس اصطلاح کو عدالتی شہادت کے اقسام تک محدود کرنے کا ہے لیکن اس کو اس طرح محدود کرنے کے لئے عقل اجازت نہیں دیتی ہے۔ گواہی یا شہادت شخصی میں ایسے تمام بیانات کو داخل سمجھنا مناسب ہے جو لسانی یا تحریری اور عدالتی یا غیر عدالتی ہیں اور جن میں قوت اثباتی موجود ہو۔ بہر حال بیان چاہے کسی قسم کا لسانی یا تحریری وغیرہ کیوں نہ ہو اس وقت تک عدالت کے نزدیک قلمبند کرنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا جب تک اس میں قوت اثباتی موجود نہ ہو۔ اس کے عکس شہادت مادی سے مراد وہ واقعات ہیں جو شہادت سے واقعات مثبت کے منہا ہونے کے بعد باقی رہ جاتے ہیں۔ واقعات کے باور کئے جانے کے دو طریقے یا وجوہ ہیں۔ بیان کرنے والے کا صدق مقال اور کسی مادی شے کے دیکھنے سے مشاہدہ کو اس شے کے متعلق کسی واقعے کی نسبت اطمینان ہوتا۔ لہذا کسی چیز کی نسبت کسی شخص کے بیان کو لینے کے بغیر عدالت کو اطمینان ہونا اور عدالت کا اس چیز یا واقعے کے وجود کو شہادت لسانی یا تحریری لینے کے بغیر اور کرنا شہادت مادی ہے۔ شہادت مادی کی بھی دو قسمیں عدالتی اور غیر عدالتی ہیں اور نظریہ قانونی کا رجحان اس قسم کو بھی شہادت عدالتی تک محدود کرنے کا ہے۔

۳۔ شہادت کی تیسری قسم اصلی اور منقولی ہے شہادت کے متعلق یہ ایک عام دستور ہے کہ جس قدر سلسلہ شہادت طویل ہوتا ہے اسی قدر اس کے اثباتی اثر میں

کمی ہوتی ہے کیونکہ اس سلسلے کے واقعات میں سے مسلسل ہر ایک واقعہ موخر کو
 واقعہ مقدم کا نتیجہ قرار دینے میں شہادت کے غلط ہونے کا احتمال بڑھتا جاتا ہے
 لہذا شہادت کو صحیح اور قوی قرار دینے کے لئے سلسلہ شہادت کا حتی المقدور کوتاہ
 کیا جانا ضرور ہے۔ بعض صورتوں میں اس امر کی ضرورت پیش آتی ہے کہ فرق مقدمہ
 جہاں تک اُس سے ممکن ہو اپنی شہادت کی درمیانی کڑیوں (یعنی درمیانی واقعات)
 کو جن کا تعلق غیر عدالتی شہادت سے ہے کم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو پہلا موقع اُسے
 شہادت کو شہادت عدالتی قرار دینے کا ملتا ہے وہ اُس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔
 اس لئے شہادت کی دو قسمیں اصلی اور منقولی قرار دی گئی ہیں اور ان میں جو فرق ہے
 اُس کی اہمیت بھی اسی پر مبنی ہے۔ ایک واقعہ دوسرے کے مقابلے میں اصلی یا
 منقولی شہادت ہوا کرتا ہے۔ شہادت اصلی سے مراد ایسی شہادت ہے جس کا ثبوت
 کے کسی ممکن الحصول اور کم بلا واسطہ ذریعے سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ شہادت منقولی
 اُس شہادت کو کہتے ہیں جس کو ثبوت کے کسی ممکن الحصول اور زیادہ بلا واسطہ طریقے
 یا ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی دستاویز کے مضمون کو ثابت کرنے کے لئے
 عدالت میں اُس دستاویز کا پیش کیا جانا اُس کی اصلی شہادت ہے لیکن عدالت میں
 نقل دستاویز کا داخل کرنا یا اصل دستاویز کے مضمون کو لسانی شہادت سے ثابت کرنا
 اُس دستاویز کی شہادت منقولی ہے۔ اگر الف ب پر حملہ کرے اور اُس کے متعلق
 شہادت اصلی پیش کرنا منظور ہو تو ج کا عدالت میں یہ بیان کرنا کہ اُس نے اس حملے
 کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے شہادت اصلی ہے اور اگر اس کے متعلق یہ بیان
 کرے کہ حملے کا واقعہ اُس نے ج سے سنا ہے تو وہ شہادت منقولی ہے۔ اس
 اصول کو کہ جس صورت میں شہادت اصلی میسر ہوتی ہو اُس صورت میں شہادت منقولی
 کے پیش کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے محض مشورہ عقل سمجھنا چاہیئے اور یہ مشورہ
 عام ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں خصوصاً ان اشکال میں جن کو ہم نے ابھی
 بطور تمثیلات پیش کیا ہے اس مشورے پر اس سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے کہ
 اُس کی ایک قانونی قاعدے کی شکل ہو گئی ہے اور اس وجہ سے اُس پر عمل کرنا لوگوں کا
 فرض ہے لہذا چند مستثنی صورتوں کے سوائے کسی دستاویز کے ثابت کرنے کے لئے

بجز اُس دستاویز کو عدالت میں داخل کر دینے کے کسی اور قسم کی شہادت سماعتی کا پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ شہادت کی چوتھی قسم بلا واسطہ اور بالواسطہ (یا واقعاتی) ہے۔ اس کو شہادت بدیہی اور شہادت قرائنی بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ نظریۂ قانون شہادت کے اس فرق کی چند اہمیت نہیں ہے لیکن لوگوں کے ذہنوں میں اُس کی ایک متنازعیت ہے۔ شہادت بلا واسطہ سے مراد ایسی شہادت ہے جس کا تعلق واقعۂ اصلی سے ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جس قدر شہادت ہے اُس کو شہادت بالواسطہ کہتے ہیں۔ پہلی شکل میں پیش کردہ شہادت سے صرف ایک نتیجہ اس کے صدق و کذب کے متعلق اخذ کیا جاسکتا ہے یعنی جو شہادت پیش کی جاتی ہے وہ عدالت کی رائے میں صحیح قرار پاتی ہے یا غلط۔ لیکن دوسری شکل میں نتیجے کی نوعیت جس کو عدالت شہادت سے استنباط کرتی ہے بدل جاتی ہے اور عموماً ایک ہی صغریٰ کبریٰ سے اس طرح کا نتیجہ نہیں اخذ کیا جاتا بلکہ اُس کے استخراج کرنے میں یکے بعد دیگرے چند صغریٰ اور کبریٰ سے کام لینا پڑتا ہے مثلاً (الف) کا اس امر کی شہادت دینا کہ اُس نے (ب) کو اس جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا جس کا (ب) پر الزام عائد کیا گیا ہے یا (ب) کا اپنے جرم کی نسبت اقبال کرنا شہادت بلا واسطہ ہے۔ اگر ہم (الف) کی شہادت یا (ب) کے اقبال کو صحیح باور کر لیں تو ہمیں الزام منسوبہ کی نسبت رائے قائم کرنے کے لئے کسی اور قسم کے ثبوت لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ پیش کردہ شہادت سے کوئی دوسرا نتیجہ مستخرج ہو سکتا ہے۔ اس کے عکس اگر (الف) اس امر کی شہادت ادا کرے کہ اُس نے (ب) کو اس مقام سے گزرتے ہوئے دیکھا جہاں (ب) نے الزام منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار یا حربہ تھا جس سے (ب) کا ارتکاب جرم ہونا بیان کیا جاتا ہے تو ایسی شہادت محض شہادت بلا واسطہ ہے۔ اگر ہم اس شہادت کو صحیح مان بھی لیں تو ہمارا اس نتیجے پر پہنچنا کہ (ب) نے فی الحقیقت الزام منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے ممکن اور صحیح نہیں ہے کیونکہ سلسلہ شہادت میں مزید چند ایسے واقعات سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے جن سے اس قسم کی شہادت میں تسلسل اور قوت پیدا ہو اور ایک واقعہ دوسرے سے منبج اور مستنبط ہوتا جائے لہذا جس قدر شہادت بالواسطہ

کا سلسلہ طویل ہو اسی قدر اس مثال میں دب کو ملزم قرار دینے کے لئے شبہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ ہر چند کہ قوت اثباتی کے لحاظ سے عموماً شہادت بلا واسطہ کو شہادت بالواسطہ پر تفوق حاصل ہے۔ تاہم ہر ایک صورت میں پہلی قسم کی شہادت کو دوسری قسم کی شہادت پر فضیلت دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ شہادت بلا واسطہ کے ادا کرنے والے اکثر گواہ ہوتے ہیں اور گواہوں کی دروغ بیانی مشہور ہے۔ مگر واقعات کے ذریعے سے کذب کا اظہار کرنا ممکن نہیں ہے۔ شہادت بالواسطہ یا واقعاتی کی بنا واقعات سمجھے جاتے ہیں اس لئے بعض صورتوں میں اگر ملزم کی بے گناہی شہادت بالواسطہ یا واقعاتی سے ثابت ہو جائے تو اس کو اس شہادت بلا واسطہ پر ترجیح دینا جائز ہے جس کے ذریعے سے الزام ثابت کیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں ایسی شہادت بالواسطہ جس کے ذریعے سے الزام ثابت کیا جاتا ہے اس شہادت بلا واسطہ سے بدرجہا قطع اور معتبر ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ملزم اپنی بیگناہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔

فصل ۱۱ موازنہ شہادت

قانون شہادت دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا جزو ان قواعد پر مبنی ہے جنکے ذریعے سے شہادت کے اثر یا قوت اثباتی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ان قواعد سے شہادت کی قوت اثباتی کا تعین اور اس کا معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ یا اس کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ قانون مذکور کے دوسرے جزو میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جن سے تقدیم شہادت کے طریقوں اور شرائط کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس قانون کے پہلے حصے کا کام شہادت پیش کر دہ کے اثر کو بیان کرنا ہے اور اس کے دوسرے حصے میں وہ طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے مطابق ذیلی مقدمات کو شہادت کا پیش کرنا لازم ہے پہلے حصے کا تعلق شہادت کے تمام اقسام سے ہے اور اس میں اس کی ہر ایک قسم جیسا کہ عدالتی وغیرہ میں داخل ہے لیکن قانون مذکور کا دوسرا حصہ محض شہادت عدالتی سے متعلق ہے۔ برہم اس قانون کے یہ دونوں طبقات میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں اور بظاہر ان دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے۔ تقدیم شہادت کے متعلق اس طرح قواعد مرتب کرنا جن میں شہادت پیش کر دہ کے اثر کا حوالہ یاد کرنا تک نہ آئے

تقریباً ناممکن ہے۔ اس پر بھی ان قواعد کے دو طبقات یا قانون شہادت کے دو اجزا میں از روئے نظریہ و عمل بین فرق و امتیاز ہے جن کو ہم ذیل میں ترتیب وار بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے دوسرے امور میں شہادت کے ذریعے سے واقعات کے صدق و کذب کا پتا چلتا ہے اسی طرح عدالتی کارروائیوں میں بھی شہادت کے ذریعے سے واقعات کی جانچ کی جاتی ہے اور شہادت ہی ایسی چیز ہے جو صحت اور سچائی کے دریافت کرنے کا ذریعہ قرار پاسکتی ہے۔ عدالتی امور یا ان معاملات کے سوا اُن جن کا تعلق سلطنت کی عدل گستری سے ہے دیگر تمام امور میں انسان اپنی عقل سلیم اور قوت امتیاز سے شہادت کا موازنہ کیا کرتا ہے اور موازنہ شہادت کے متعلق جس قدر قواعد اصول اور قانونی اقوال ہیں اُن کو وہ اپنے لئے شمع ہدایت تصور کرتا ہے لیکن شہادت کی جانچ کرنے کی نسبت ان قانونی اصول اور اقوال کا ایک دوسرا اثر ہے جس طرح ضابطہ عدالت کے دوسرے اصناف کے قانون میں تقسیم کی گئی ہے اسی طرح اس کی اس صنف یعنی ثبوت و شہادت کے متعلق جس قدر قانون ہے اُس کو عام بنایا گیا ہے تاکہ اس کا اطلاق ہر ایک حالت اور صورت پر کیا جاسکے۔ اس لئے جہاں تک قانون کا تعلق ان قواعد و اصول سے ہے وہاں تک قانون نے اُن کو سخت اور غیر لچک دار یعنی ناقابل ترسیم بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے عدالتیں شہادت کا موازنہ کرنے میں ان مقرر کردہ اصول و قواعد کے خلاف اپنی تمیز اور عقل سلیم پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہیں۔ قانون شہادت کا پہلا اور سب سے زیادہ مخصوص حصہ انھیں قواعد پر مبنی ہے۔ بنظر سہولت ان قواعد کی پانچ طبقات میں تقسیم کی جاسکتی ہے اور ہر ایک طبقے کے لحاظ سے شہادت و ثبوت کے بھی حسب ذیل پانچ اقسام قرار دئے گئے ہیں۔

۱۔ ثبوت قطعی۔ اس سے مراد ایسے شہادتی واقعات ہیں جن سے عدالت کو قیاس قطعی قائم کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ ثبوت قیاسی۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جس کی نسبت عدالت کو قیاس مشروط یا قابل تردید قیاس قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ شہادت غیر مکلفی۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جو ثبوت کی حد تک

نہ پہنچ سکتی ہو اور اس وجہ سے عدالت کو اس کی نسبت کسی قیاس کے خواہ وہ قطعی ہو کہ مشروط قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ شہادت مخصوص و منفردہ۔ اس سے مراد ایک ایسا مخصوص منفردہ واقعہ ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے واقعے سے امر نزاعی کا ثابت کرنا ممکن نہ ہو اور اسی ایک مخصوص واقعے میں جو شہادت کی غرض سے پیش کیا جاتا ہے اس امر نزاعی کے ثابت کرنے کی تاثیر اور قوت ہو۔

۵۔ ثبوت (شہادت) غیر مثبتہ۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جو اثر یا قوت اثباتی سے معزاً ہو۔

(۱)۔ قیاسات قطعی۔ قیاس قطعی سے مراد ثبوت قطعی ہے اور ثبوت قطعی ایسے واقعے کو کہتے ہیں جس کی تاثیر یا قوت اثباتی اس درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس کو کسی دوسرے واقعے کے ذریعے سے موثر طور پر ادا کرنا ممکن نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت اور مساحت سے قانون میں بعض قسم کے واقعات اور ثبوت کو قطعی قرار دیا گیا ہے۔ ایسی صورتوں میں اس امر کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ جس ثبوت یا جس واقعے کو قانون نے قطعی قرار دیا ہے اس کے خلاف ایسا ثبوت یا واقعہ بھی ہے کہ جس سے اس کی تردید ممکن ہے۔ بہر حال قیاس قطعی سے مطلب ایک ایسا واقعہ ہے جس کو جو قانون ملک بطور ثبوت قطعی تسلیم کرے۔

اس کے برعکس قیاس یا مشروط ثبوت سے ایسا واقعہ مراد ہے جس کی جب تک تردید نہ کی جائے وہ صحیح سمجھا جاتا ہے اور جب تک تردید کی ثبوت کے ذریعے سے اس قسم کا کوئی ثبوت باطل نہ کیا جائے اس کا اثر اثباتی زایل نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ قیاس مشروط یا قیاس قابل تردید سے مراد ایسا واقعہ ہے جس کو قانون ملک بطور ثبوت مشروط تسلیم کرتا ہے۔

۱۔ قیاس قطعی کو بعض وقت قیاس قانون من القانون (Presumptio juris et de jure) کہتے ہیں اور قیاس قابل تردید کا نام اس کے مقابل میں قیاس قانون (Presumptio facte) رکھا گیا ہے۔ معلوم نہیں ان دونوں اصطلاحات کی تمہید کی کیا بنا ہے۔ قیاسات کی تیسری قسم کا نام

قانون قدیم کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ اگلے زمانے میں ضابطہ عدالت کو قیاسات قطعی کا تابع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ قدیم زمانے کے قانون شہادت کا مخصوص حصہ ایسے قوانین پر مبنی ہے جس کے ذریعے اے مختلف قسم کے دعووں میں مختلف قسم کے ثبوت کا تعین کیا جاتا تھا جس طریقے کا ثبوت جس قسم کے مقدمے کے لئے مقرر تھا اسی قسم کے ثبوت سے اس کا ثابت کیا جانا لازم تھا اور معینہ ثبوت سے جس فریق پر اس کا بار ڈالا جاتا اس کو اپنی جانب کی معین شہادت کا پیش کرنا لازم تھا اور دوسرا فریق اس طرز ثبوت سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ جو شخص جس امر کا ادعا کرتا اس کو اپنے دعوے کا ثابت کرنا لازم تھا۔ چنانچہ ثبوت دعویٰ میں اپنے فریق مقابل سے دو بدو عدالتی جنگ (Judicial combat) کرنی پڑتی تھی اور اگر وہ اپنے مقابل پر غالب آتا تو اس کی کامیابی اس کے دعوے کا ثبوت سمجھی جاتی تھی فتح و نصرت کی وجہ سے گویا غیب کی جانب سے اس کے حق میں فیصلہ الہی (Judicium dei) صادر ہوتا تھا۔ دوسری قسم کے ثبوت کا نام آزمائش غلیبی (Ordeal) تھا اگر آزمائش غلیبی میں مدعی کو یا اس فریق کو جس پر مقدمے کا بار ثبوت عاید کیا جاتا تھا کسی قسم کا گزند نہ پہنچتا تو وہ حق پر اور بے گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اس آزمائش میں شخص محتج کے جسم کو کسی قسم کا زیاں نہ پہنچتا اس کے صدق بیان کی دلیل خیال کیا جاتا تھا۔ ثبوت کی تیسری قسم کی رو سے مدعی کو ایسے بارہ اشخاص کا مہیا کرنا لازم تھا جو عدالت میں اس امر کا مجموعی حلف کرتے تھے کہ مدعی نے جو شہادت لسانی پیش کی ہے یعنی مدعی کے گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے چوتھی قسم کا ثبوت اس امر پر مبنی تھا کہ فریق بدات خود اپنے دعوے یا بیان کے اثبات میں حلف کرتا تھا۔ اگر ثبوت پیش کرنے والا فریق ان شرائط اور قیود کی بخوبی تکمیل کرتا جو اس کے ثبوت کے متعلق عائد کئے جاتے تھے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جاتا تھا اور اگر ان قیود کی بجا آوری میں اسے ناکامی ہوتی یا ان شرائط و رسوم کے ادا کرنے میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - قیاس واقعاتی (Presumptio juris) قرار دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ قانونی قیاس نہیں ہے بلکہ عدالتیں اپنے غیر محدود اختیار تمیزی کی بنا پر پیش کردہ شہادت سے اس قسم کا قیاس قائم کر لیتی ہیں۔

اس سے کسی قسم کی حتمی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ انعزس ہو جاتی تو عدالت کا فیصلہ اس کے خلاف صادر ہوتا تھا۔ اس زمانے میں ثبوت سے مراد فرق کا ان ضرورتوں کو تکمیل کرنا یعنی ایسی قیود و شرط کی پابندی اور تکمیل کرنا تھا جن کو قانون ملک نے طریقہ ثبوت کے متعلق قائم کیا تھا ثبوت کے پیش کرنے سے اس زمانے میں یہ متنازع نہیں تھا کہ عدالت پر اس فرق کے ادعا یا بیان کی صداقت ظاہر ہو جو اس کو پیش کرنا ہے بلکہ ثبوت پیش کرنے کا مفہوم ان ضرورتوں اور لوازمات کی تکمیل کرنا تھا جن کو قانون ملک نے معین کیا تھا۔ موجودہ زمانے میں ہر ایک امر نزاعی کا فیصلہ عدالت کی رائے پر مبنی ہوتا ہے لیکن قدیم زمانے میں عدالتوں کو امور نزاعی کے متعلق رائے قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس زمانے کے ضابطہ عدالت نے عدالتوں کو ان کی اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا تھا جس کی بنا پر وہ اس زمانے میں ثبوت کے ذریعے سے امور تصفیہ طلب کے متعلق صدق و کذب کو دریافت کرتی ہیں۔ اس کے عکس اگلے زمانے میں مقدمات کی اصلیت و بے اصلیت کا دریافت کرنا انسان کی تقدیر اور فلک کج رفتار کے ذمے کیا گیا تھا۔ بالآخر تدریج اور بادل نا خواستہ انگریزی قانون اس نتیجے پر پہنچا کہ عدل گستری کے متعلق کوئی معین شاہراہ قرار نہیں دی جاسکتی (یعنی عدالتی امور کے انفصال کے واسطے کسی ایک آئین کا مقرر کرنا جس پر کمزور اور قوی امیر اور غریب عمل کر سکیں نا مناسب اور مضربے) اثبات و دعویٰ کی نسبت فرق کا عالم غیب کی طرف رجوع کرنا بیسود ہے کیونکہ غیب سے فرق کے حق یا ناحق یہ ہونے کے متعلق بظاہر فیصلے کا صادر کیا جانا ناممکن ہے۔ عدالتی جنگ میں فرق قوی اور تنو مند منظر و منصور ہوتا ہے حلف کو صدق و کذب کا معیار قرار دینا ایک مہمل بات ہے حلف کی بذات خود کوئی اصلیت نہیں ہے یا فریقین اور ان کے گواہوں کے بیانات سے مقدمات کی سچائی کی نسبت تفتیش کی جاتی ہے وہ بیشک ایک قسم کی گنجشک اور تکلیف وہ طریقہ ہے لیکن اس کے عوض کسی دوسرے طریقے کا مقرر کرنا غیر ممکن ہے۔

اگرچہ اس زمانے کو گزرے ہوئے سیکڑوں برس ہو گئے جبکہ انگریزی قانون میں قطعی قیاسات کا دور دورہ تھا اور ضابطہ عدالت بالکل ان قیاسات کے محکوم ہو گیا تھا لیکن اس زمانے میں ان کی اہمیت بالکل زائل نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کا اثر اب تک

باقی ہے۔ اور یہ کہنا درست ہے کہ ان قیاسات کو ایک حد تک بنیاد سمجھنا چاہئے کیونکہ ضابطہ عدالت میں کہیں ایسا عام اصول نہیں بتلایا گیا ہے کہ ایک واقعہ دوسرے واقعے کے وجوب کا قطعی ثبوت قرار دیا جاسکتا ہے پھر بھی اس قسم کے اصول یعنی ان قیاسات کا انصاف پر مبنی ہونا اور شہادت میں ان کا مفید پایا جانا ممکن ہے حالانکہ ان کی پوری صحت میں دنیا کو کلام ہی کیوں نہ ہو چنانچہ ہم نے بھی اس کے قبل ان قیاسات کو قانونی قاعدے کے بعض ایسے قواعد کے مساوی ثابت کر دکھایا ہے جو بذات خود صحیح اور جائز مانے جاتے ہیں اور جو اپنی صحت و جواز کے واسطے دوسرے قانونی قواعد کے محتاج نہیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان قیاسات کے ذریعے سے قدیم زمانے میں ضروریات قانونی کا کام لیا گیا ہے اور اس طریقے سے برطانیہ کے قدیم قانون کے تنگ اور پھیرے اصول میں جو نہایت سخت اور ناقابل تعمیر تھے بہت کچھ ترمیم اور ترقی ہوئی۔ موجودہ زمانے کے قانون میں بھی ان قیاسات پر عمل کیا جاتا ہے اور ہم قیاس مندرجہ ذیل کو بطور نظر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مفصل شدہ صحیح سمجھا جاتا ہے (اور فریقین فیصلہ نہ کر کے پابند رہتے ہیں جب تک اس کو عدالت بالادست منسوخ نہ کرے) فریقین کی حد تک فیصلہ عدالت قطعی سمجھا جاتا ہے بعض وقت فریقین کے درمیان اس کی شہادت قطعی کی سی حیثیت ہوتی ہے اور بعض وقت وہی فیصلہ تمام دنیا کے مقابلے میں ان امور کے متعلق جو اس فیصلے کے ذریعے سے طے کئے جاتے ہیں تمام دنیا کے مقابلے میں ثبوت قطعی کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اس میں شک نہیں ہے کہ عدالتوں سے فیصلہ کرنے میں غلطی کا سرزد ہونا ممکن ہے اور نہ ہر ایک عدالتی فیصلہ غلطی سے متبرک ہو سکتا ہے تاہم جب فیصلہ قطعی ہو جاتا ہے تو لوگوں کو اسے لامحالہ صحیح ماننا پڑتا ہے اور اگر فیصلے کی غلطی کا اندیشہ کیا جائے تو اس عذر کی شنوائی نا ممکن ہے کیونکہ فیصلے کے قطعی ہو جانے کے بعد اگر عدالتیں غلطی کی سماعت کوں تو وہی مقدمہ جو ایک مرتبہ انھیں فریقین کے درمیان ختم ہو گیا تھا دوبارہ تازہ ہو جاتا ہے اور نزاعات کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا حالانکہ عدالتوں کا فرض نزاعات کا سامنا کرنا اور مقدمہ بازی کا سبب باب کرنا ہے۔ اسلئے ضابطے کی رو سے قرار دیا گیا ہے کہ فیصلہ جات عدالتی قطعی تصور کئے جائیں اور کسی کو ان کی صحت کے متعلق شبہہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

(۲) قیاسات مشروط۔ قوت اثباتی کے تعین کرنے کی نسبت جو قواعد ہیں ان کا دوسرا طبقہ ایسے قواعد پر مشتمل ہے جن کو قیاسات قابل تردید کہتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کے ایسے عزیز اور احباب جن کا اُس سے واقف ہونا ضرور ہے یا جن سے اُس کا مراسلت کرنا لازمی ہو یا ان کو اس کہ انھوں نے اس شخص کو سات سال سے نہیں دیکھا ہے اور نہ اس کی انھیں کوئی خبر ملی ہے تو ایسے مفقود الخیر شخص کے متعلق قیاس کیا جائیگا کہ وہ مگر کیا ہے ایسا ہی ہر ایک دستاویز قابل مع و شری کے متعلق قیاس کرنا لازمی ہے کہ اُس کے دیئے والے نے قیمت کے عوض اس دستاویز کو دیا ہے اور ہر ایک ملزم کی نسبت اُس کی بے گناہی کا قیاس کیا جاتا ہے تا وقتیکہ اُس کی تردید نہ کی جائے۔ اس دوسری قسم کے قیاسات کی بنیاد فی الواقع کوئی احتمال یا قرینہ نہیں ہے۔ بلکہ قانون میں مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے ان کا قیام ہوا ہے اور ان کے ذریعے سے باریثوت اس فزوق پر ڈالا جاتا ہے جو ثبوت کے پیش کرنے کے لئے از روئے قانون دوسرے فزوق سے زیادہ اہل سمجھا جائے یا جس فزوق پر باریثوت کے عائد کرنے میں انصاف کا مقتضا ہو۔ اگرچہ ہر ایک ملزم کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اُس نے جرم منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن چند مخصوص صورتوں میں یا ملزمین کے سوائے ہر ایک قسم کے الزام میں اور عموماً ہر ایک ملزم کے متعلق عدالت کو اُس کی بگناہی کا قیاس کرنا لازم ہے۔ اس لئے نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے کہ جس طرح قیاس بے گناہی کسی احتمال پر مبنی نہیں ہے اسی طرح تمام قیاسات مشروط احتمالات اور قرائین پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ضرورت اور مصلحت نے ان کو قانون میں قائم کیا ہے۔

(۳) شہادت غیر کتفی۔ اس تیسری قسم کے قواعد کے ذریعے سے قانون میں طے کیا گیا ہے کہ فلاں قسم کی شہادت ناکافی اور غیر کتفی ہے یا ثبوت کے لئے جو قوت اثباتی درکار ہے وہ فلاں قسم کی شہادت میں نہیں پایا جاتا ہے اور اس لئے عدالتوں کو اس طرح کی غیر کافی شہادت پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً بقاوت کی بعض اقسام کے ثابت کرنے میں منفرد گواہ کی شہادت ناکافی منظور ہوتی ہے۔ اصل میں یہ کوئی مخصوص قاعدہ نہیں ہے لیکن اس سے ایک امر کا انکشاف ہوتا ہے وہ یہ کہ انگریزی قانون میں اس عام اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عموماً دو گواہوں کے بیانات سے

واقعات کا ثابت کیا جانا ضرور ہے۔

(۴) شہادت مخصوص و منفردہ۔ قواعد شہادت کے اس چوتھے طبقے میں ایسے قواعد داخل ہیں جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت مخصوص اور منفردہ قرار دی گئی ہے یعنی بعض مخصوص صورتوں میں کسی امر کے ثابت کرنے کے لئے قانون میں جس قسم اور جس طریقے کی شہادت مخصوص کی گئی ہے اسی شہادت کو اٹھس فریق کو پیش کرنا لازم ہے جس پر باریت عام کیا جاتا ہے فوق مذکور اس معینہ اور مقررہ شہادت کے سوا کسی دوسری شہادت کے پیش کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ مثلاً کسی ایسی شہادت کی تکمیل کے ثابت کرنے کے لئے جس پر گواہوں کی تصدیق کا ثبت کیا جانا لازم ہے ضرور ہے کہ وہ اٹھس کے گواہان حاشیہ کی شہادت کے ذریعے سے ثابت کیجائے بشرطیکہ گواہان مذکور کی موت یا کسی دوسری وجہ سے ثبوت پیش کرنے والا فوق ان کو حاضر نہ کر سکے۔ ایسا ہی کسی تحریری معاہدے کے ثابت کرنے کے لئے اس معاہدہ تحریری کا بذات خود پیش کیا جانا لازم ہے بشرطیکہ وہ تحریر جس کے ذریعے سے معاہدہ کیا گیا ہے ہمدست ہو سکتی ہو بعض قسم کے معاہدات کو جیسا کہ بیع ارہنی وغیرہ کے معاہدے ہیں بذریعہ تحریر ثابت کرنا لازم ہے ان کے متعلق ایسا ہی شہادت ناکافی اور غیر مقبول سمجھی جاتی ہے۔

ہر چند بعض خاص قسم کے معاہدات کو شہادت تحریری کے ذریعے سے ثابت کرنا قانون میں قرار دیا گیا ہے لیکن یہ امر واضعاً قانون کی دانشمندی پر دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے دوسری اقسام کے معاہدات خصوصاً تجارتی اقرارات کے ثبوت کے متعلق اس طرح کی دشواریاں نہیں پیدا کی ہیں۔ اگر معاہدات تجارت کے متعلق اس طرح کا دشوار اور تکلیف دہ ثبوت قرار دیا جاتا تو تجارت ملک کو کبھی فروغ نہ دے سکتا۔ بہر حال اس امر کو اہل ملک کی خوش بختی سمجھنا چاہیے کہ قانون ملک میں ایک شخص کا قول یا اقرار ایسا ہی مستند اور معتبر سمجھا جاتا ہے جیسا کہ اُس کے دستخطی تمسک کی وقعت اور توثیق کی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مشہور اور قدیم قانون انسداد فریب (The statute of Frauds) کے ذریعے سے عموماً اس قسم کے قواعد کی ترتیب عمل میں لائی گئی جس کے وضع ہونے سے فریب دہی کا انسداد تو نہیں ہوا بلکہ فریب دہی کا

ایک تیار ذریعہ دنیا کے ہاتھ آگیا۔ معلوم نہیں کہ کتنی مدت تک اور اس قانون موضوعہ کی وجہ سے قانون انگریزی گم کردہ راہ بنا رہیگا اور کب تک اس کے طفیل لوگ ایک دوسرے کو قریب اور دھوکا دیتے رہیں گے۔ اگر یہ قانون منسوخ کر دیا جائے تو قلم کی ایک کشش سے وہ تمام مہمل اور بے معنی اصطلاحات اور ثبوت کے پیچیدہ طریقے جو اس برسے اور ہر قانون کے نفاذ کی وجہ سے جس کو سیکڑوں برس گزر گئے ہیں خود بخود ناپید ہو جائیں گے۔

(۵) واقعات خارج از شہادت۔ سب سے آخر اور اس پانچویں قسم کے قواعد میں ایسے قواعد داخل ہیں جن کی رو سے بعض واقعات کا شہادت میں نہیں شمار کیا جاتا ہے یعنی ان واقعات میں تاثیر ثبوت یا قوت اثباتی معدوم سمجھی جاتی ہے۔ اس قسم کے واقعات بطور شہادت عدالت میں نہیں پیش کئے جاسکتے اور اگر پیش بھی کئے جائیں تو عدالت انہیں ناقابل توجہ تصور کرتی ہے۔ ان کی ایک مثال شہادت سماعی ہے یعنی سنائی ہوئی بات کا شہادت میں پیش کرنا بے سود ہے کیونکہ اصلی واقعہ اور اس کی شہادت میں جس کو گواہ دوسروں سے سُن کر بیان کرتا ہے ایسا کمزور ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے جس کو قانون میں غیر معتبر خیال کیا گیا ہے اور انصاف کا بھی یہی مقتضائے کہ اس قسم کی شہادت کو نظر وقت سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ان قواعد کی ایک دوسری مثال ملزم کی عام بد چلنی ہے ملزم کی عام بد اطواری ثابت کرنے سے الزام منسوبہ کا ثبوت نہیں مل سکتا البتہ ملزم کی نیک چلنی اس کی بیگناہی کا ثبوت تصور ہوتی ہے۔

موجودہ زمانے میں قواعد مذکورہ کی بنا پر شہادت یا تو خارج کی جاتی ہے یا غیر متعلق قرار پاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں ان قواعد کا جو اثر تھا اس کی رو سے اب ان قواعد کی شکل بدل گئی ہے۔ ان قواعد کے ذریعے سے قانون ملک کی ترقی کا سراغ ملتا ہے۔ اس زمانے میں ان قواعد کا تعلق محض اخراج شہادت سے ہے اور اگلے زمانے میں ان کے ذریعے سے گواہ مردود الشہادت قرار پاتا تھا۔ اس زمانے میں بعض اقسام کے گواہ شہادت ادا کرنے کے پہلے سے از روئے قانون غیر معتبر خیال کئے جاتے تھے مثلاً فریق مقدمہ یا ایسا شخص جس کو مقدمے میں کوئی مالی غرض ہوتی تھی اس مقدمے میں گواہی دینے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا ایسا ہی مجرم جس کے مقابلے میں

ایسا قاعدہ داخل ہے جس کا تعلق اثر ثبوت یا شہادت کی قوت اثباتی کے تحتین کرنے سے نہیں ہے۔ مثلاً قانون شہادت کے اُس جزو میں گواہوں پر سوالات ابتدائی اور سوالات جرحی کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے لیکن اُن کی شہادت کے موازنہ کرنے کا بیان اُس کے دوسرے حصے میں درج کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ قانون مذکور کا یہ حصہ ایسے چند اہم اور مفید قواعد پر مشتمل ہے جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت بلا لحاظ اعتماد وغیرہ خارج قرار دی جاتی ہے شہادت کو خارج یا غیر متعلق قرار دینے کے متعدد وجوہ ہیں اور منجملہ اُن کے صنف فریقین اور تاخیر فراہمی شہادت کی وجہ سے انفصال مقدم میں ہوتی ہے یعنی دوران مقدمہ کا برٹھنا پریشانی اور تکالیف فریقین اور اغراض سرکاری کے لحاظ سے اکثر ایسی شہادت کا پیش کیا جانا از روئے قانون خارج اور غیر متعلق قرار دیا گیا ہے جو بنفسہ نہایت قوی اور موثر ہے۔ بعض صورتوں میں ایسے گواہوں کو فریق نہیں پیش کر سکتا یا قانون کے ذریعے سے شہادت ادا کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا جو مقدمے کے امور نزاعی سے بخوبی واقف رہتے ہیں اور بہت کچھ صحیح اور متعلق حالات بیان کر سکتے ہیں اور جن کا بیان موثر اور باوقت ثبوت کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً کوئی سرکاری ملازم بحیثیت گواہ امور سرکاری کو بیان کرنے کے لئے قانوناً مجبور نہیں کیا جاسکتا ایسا ہی کوئی مشیر قانونی بحیثیت گواہ اُس مراسلت یا گفتگو کو جو اُس کے اور اُس کے موکل کے درمیان واقع ہوئی ہو ظاہر کرنے کے لئے از روئے قانون مجبور کیا جاسکتا ہے اور نہ اُن امور کے متعلق اس پر سوال کرنے کی اجازت ہے۔

اُن قواعد میں جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت خارج قرار دی گئی ہے سب سے زیادہ تعجب خیز اور دلچسپ یہ مقولہ ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کے کہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جس سے وہ ملزم قرار پائے۔ کوئی شخص یعنی ملزم تک کسی ایسے سوال کے جواب دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جس سے اُس پر کسی جرم کا الزام عائد ہو سکے۔ اس مقولے کی رو سے انسان اپنے خلاف مرضی کسی امر کے ظاہر کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ اِس یہ ایک دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اپنے الزام منسوبہ کا اقبال کرے اور جب ملزم اپنی رضامندی سے اقبال جرم کرتا ہے تو اُس کا اقبال اُس کے خلاف شہادت میں پیش کیا جاسکتا ہے لیکن اگر اُس اقبال میں کسی جسمانی یا اخلاقی جبر کا شائبہ تک

پایا جائے تو از روئے قانون ویسا اقبال نا قابل ادخال شہادت سمجھا جاتا ہے۔ انگریزی قانون میں اس مقولے کا جو اس قدر لحاظ کیا جاتا ہے اس کا سبب انگریزی قوم کا اس وحشیانہ اور ظالمانہ طریقہ دریافت و تحقیقات جرائم کو سیکڑوں برس پہلے نظر حقارت سے دیکھنا ہے جو قدیم زمانے میں سال ہا سال تک اقلیم یورپ کے دوسرے ملکوں اور اقوام کے یہاں رائج رہا ہے اور جس کے ذریعے سے ملزمین کو خواہ وہ ناکردہ گناہ ہوں کہ گناہگار طرح طرح کی جسمانی اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ انگریزی قانون میں بہت ہی جلد اس قسم کا طریقہ دریافت اور تحقیقات ناجائز قرار پا گیا تھا۔ موجودہ زمانے میں بھی انگلستان اور دوسرے یورپی ملکوں کے ضابطہ عدالت میں فرق ہے نیز عدالتی تحقیقات کا طریقہ جداگانہ ہے۔ انگریزی ضابطے کی رو سے ملزم سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جاسکتا جس کے جواب دینے میں وہ اپنے خلاف مرضی اپنے کو ملزم قرار دلوائے اور نہ ملزم پر جرح کرنے کی اجازت ہے لیکن اس کے برخلاف یورپ کے دوسرے ملکوں میں ملزم کا باقاعدہ اظہار لیا جاتا ہے اور انگریز اس طریقے کو ملزم کے حق میں کمال درجے کی سختی اور دشمنی خیال کرتے ہیں اگرچہ انگریزی قانون کا مقولہ زیر بحث بظاہر ملزم کی طرف داری پر مبنی معلوم ہوتا ہے اور اس سے ملزم کے حق میں نرمی اور رعایت پائی جاتی ہے لیکن یہ قاعدہ چند فوائد اور خوبیوں سے خالی نہیں ہے۔ اس قاعدے کی وجہ سے تحقیقات جرائم کی شان بڑھ گئی ہے فوجداری عدالتوں کی عظمت میں اضافہ ہوا ہے اور اس پر عمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالتیں مستغنیث اور مستغاث علیہ کی طرفدار نہیں ہیں بلکہ اپنے ترجم اور انصاف کی بنا پر الزام ملزم کی تحقیقات کرتی ہیں لیکن یہ اوصاف ان عدالتوں میں کہاں نظر آتے ہیں جن میں یورپ کے دوسرے ملکوں کے ضابطہ عدالت پر عمل کیا جاتا ہے۔ پھر بھی قاعدہ زیر بحث پر نتیجہ نے جو اعتراض کیا ہے وہ بے اصل نہیں ہے۔ اس مصنف کی رائے میں یہ قاعدہ عقل و فہم پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس ضابطہ فوجداری کو عقل و تجربہ پر مشتمل سمجھنا چاہیے جس میں ملزم کا جبراً اظہار لیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس قاعدے کے مؤیدین کا بھی خیال ہے کہ اس مقولے کی بدولت ملزم کے حق میں حد درجے کی رعایت کی جاتی ہے ہماری رائے میں قاعدہ مذکور کے مؤیدین کا یہ خیال اٹھ کو مذموم اور ناقص ٹھہرانے کے لئے کافی ہے کیونکہ اس مقولے کی عرض ملزم کو بری قرار دینا

نہیں بلکہ مجرم ثابت کرتا ہے۔ اُس کے معترضین کی حجت ہے کہ ملزم کا بھیرا اظہار لینے میں کوئی قیاحت نہیں ہے۔ اس طریقے سے اظہار لینے میں ناکردہ گناہ کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اُس کا اس میں سراسر فائدہ ہے البتہ اظہار جبری سے اُس شخص کو خوف کرنا چاہیئے جس نے حقیقت میں کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور جس پر کوئی صحیح الزام قائم کیا گیا ہے اظہار جبری سے حقیقی ملزم کو کسی طرح کا نفع نہیں پہنچ سکتا اور اصل اس قسم کے اظہار دینے میں اُس کا نقصان ہی نقصان ہے کسی الزام کی عدالتی تحقیقات کو بالکل ایک ایسی جنگ نہ سمجھنی چاہیئے جس کو ملزم اور الزام قائم کرنے والا آپس میں لڑ کر الزام نہ سب کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور نہ اس قسم کی عدالتی تحقیقات میں ان اقوال قانونی پرنسپل کرنا لازم ہے جن کے وضع اور قائم کرنے کی غرض عدالتوں کا متخاصمین (فریقین مقدمہ فوجداری) کے ساتھ رفیق و مدارات پیش آتی تھی۔ اگر صرف ایک امر کا لحاظ رکھا جائے تو طریقہ اظہار جبری سے فائدے کے سوا ملزم کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ضابطے میں اگر اسکو شرط کر دینا چاہیئے کہ جب تک مدعی اور مستغنیث شہادت ثابت الزام کے ذریعے سے بادی النظر میں الزام منسوبہ کو ثابت نہ کرے اُس وقت تک ملزم اظہار دینے کے لئے مجبور نہ کیا جائے اور بادی النظری ثبوت پہنچنے کے بعد عدالت کو لازم ہے کہ وہ مجرم کو الزام منسوبہ کی اپنی زبان سے آپ تردید کرنے کے لئے مجبور کرے۔

اس سلسلے میں ہم اپنے ناظرین کو قانون شہادت کے ایک اور جزو کی طرف

سلسلہ ۱۱۰ منظر ہو تصنیفات بنیتم جلد ۷۔ از صفحہ ۴۴۵ تا صفحہ ۴۶۳۔ اور ڈیوان طے کی کتاب عدالتی شہادت کے متعلق جلد ۷۔ باب ۱۱ اگر دنیا کے تمام مجرمین یا ہر ایک طبقے کے مجرمین اکٹھے ہو کر اپنی متحدہ آراء کے ذریعے سے اور اپنے حسب خواہش الزام منسوبہ کی جواب دہی کا کوئی طریقہ تجویز کریں یا اس کی نسبت کوئی ضابطہ مرتب کریں تو عجیب نہیں کہ اس ضابطے میں اس قاعدہ زیر بحث کو اپنے بچاؤ کے لئے سب سے پہلے مرقوم کریں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ اس مقولے پر غور کرنے سے اس امر کا پتا چلتا ہے کہ اس قسم کے خیالات انگریزی ضابطہ عدالت میں ان قوانین نام ونگ سے لئے گئے ہیں اور جن کے ذریعے سے خانگی و وید و لڑائیوں کی (Prinate combats) تقسیم عمل میں آتی ہے۔

متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی حلف لینے کی رسم کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ منجملہ ان دشواریوں کے جو ثبوت کے جانچنے میں مشکل آتی ہیں ایک بڑی دشواری سچی اور جھوٹی شہادت میں تمیز کرنا ہے۔ جھوٹے گواہ کی آزمائش کے لئے کیا شے معیار قرار دی جاسکتی ہے اور کس طرح جھوٹی گواہی کا انسداد کیا جاسکتا ہے متقدمین جھگڑا کی فہم و فراست نے اس آزمائش کے متعلق تین طریقے وضع کئے تھے جن کے نام عدالتی جنگ (Judicial combat) آزمائش غیبی اور حلف ہیں۔ اگرچہ انیس کے پہلے دو طریقے متروک ہو گئے ہیں اور ان کو منسوخ ہو کر سیکڑوں برس گزر گئے لیکن ان میں کا تیسرا طریقہ ابھی تک رائج ہے بلکہ اس کا ضابطہ عدالت کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ ترقی زمانہ کے ساتھ اس امر کی قوی امید ہے کہ عنقریب یہ تیسرا طریقہ بھی اسی طرح سے بے اثر اور متروک ہو جائیگا جس طرح پہلے دو طریقوں کی منسوخ ہوئی ہے۔ نیز یہ کہ حلف کے طریقے کو منسوخ کرنے سے صدق اور انصاف کے حق میں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تحقیقات بذریعہ جنگ کی بابت کسی نظریے کے قائم کئے جانے کی دیر تھی کہ اس کا شمار آزمائش غیبی میں کیا جانے لگا اور لوگ اس کو آزمائش غیبی کی ایک قسم خیال کرنے لگے۔ آزمائش غیبی اور تحقیقات بذریعہ جنگ دونوں کے لئے ایک مشترک اصطلاح فیصلہ الہی وضع ہوئی گویا ان دونوں کا رروائیوں کے فدیے سے فریقین اپنے حق پر ہونے کے متعلق جنگ و جدل کے دیوتا سے رجوع کرتے تھے اور جو فریق اس جنگ یا آزمائش غیبی میں دوسرے فریق پر غالب آتا وہ حق پر سمجھا جاتا تھا اور اسکی پیش کردہ شہادت منجانب غیب ثابت قرار پاتی تھی یعنی قوی اور نمونہ فریق کی کامیابی جنگ اس کے حق پر ہونے کی آسمانی دلیل خیال کی جاتی تھی۔ اسی طرح سے آزمائش غیبی میں وہ فریق یا گواہ جس کی شہادت غیر معتبر سمجھی جاتی اپنے کو آگ وغیرہ میں ڈال کر صحیح و سالم نکال لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر آگ وغیرہ سے اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچتا اور وہ اپنے کو اس میں سے جان بچا کر نکال لے جاتا تو گویا خدا کی جانب سے اس کی شہادت کے سچ ہونے کی تصدیق کی جاتی تھی۔ حلف لینے کے متعلق بھی یہی قیاس ہے اور شہادت کے ان تینوں طریقوں کا یہی عام نظریہ ہے چنانچہ باہر لکھتا ہے کہ حلف ایک ایسی

صنعت زبان ہے جس کو مقر اپنے اقرار میں شامل کرتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقر اپنے وعدے کا ایفا نہ کرے یعنی سچ کہنے کے عوض جس کا وہ وعدہ کرتا ہے جھوٹ کہے تو وہ لائق ہے کہ خدا کی رحمت اس سے سلب کر لی جائے اور وہ خدا کو اس امر کا گواہ قرار دیتا ہے کہ بصورت خلاف ورزی معاہدہ خدا اس سے اس کے جھوٹ کہنے کا انتقام لے۔ مشرکین کے حلف لینے کا بھی ایسا ہی طریقہ تھا کہ اگر مقر جھوٹ کہتا ہے تو اس کو ستارہ ہشتی اسی طرح ہلاک کرے جس طرح وہ اس حیوان کو ہلاک کرتا ہے (جو حلف کی غرض سے مشتری کے نام پر قربانی چڑھایا جاتا تھا)۔ انگریزوں کا حلف بھی اسی کے مماثل ہے میں فلاں فلاں کام کرنا یا یاات کہتا چاہتا ہوں لہذا خدا میری مدد کرے۔ ہماری رائے میں بابر نے حلف کی جو تعریف کی ہے وہ صحیح تو ہے لیکن جامع نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق ان اقسام حلف سے ہے جو وعدے کے بطور کئے جاتے ہیں لیکن اس میں ایسے حلف داخل نہیں ہیں جو کسی امر یا واقعے کے سچ ہونے کے متعلق لئے جاتے ہیں۔ حلف کی دو قسمیں ہیں ایک کا تعلق حلف کرنے والے کے صدق مقال سے ہے اور دوسری کا تعلق کسی بیان یا واقعے کی صحت و سچائی سے ہے جس کی نسبت گواہ حلف لیتا ہے۔ انسان اس امر کی بابت قسم کھا سکتا ہے کہ جو کچھ میں بیان کروں گا صحیح کہوں گا۔ اور وہ اس امر کے متعلق بھی عہد کر سکتا ہے کہ امر یا واقعہ زیر بحث صحیح اور سچا ہے۔ یا دوسروں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ پہلے طرز کی قسم کو عہد یا حلف معہود اور دوسری قسم کو حلف استقراری کہتے ہیں۔

بہر حال طریقہ حلف پر عمل کرنے کے متعلق جو خیال ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بصورت دروغ بیانی اپنے کو لعنت خدا کا مستوجب قرار دیتا ہے اس کی گواہی صحت پر مبنی سمجھی جاتی ہے۔ پھر بھی عدالتوں کے نزدیک ان کے دیرینہ تجربے سے اس امر کی بخوبی تحقیق ہو گئی ہے کہ گواہ کثرت سے جھوٹ کہتے ہیں اور جھوٹی قسم کھانے کا خوف انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتا بلکہ غلط بیانی میں نہ تو انہیں مذہب کا پاس ہوتا ہے اور نہ داب عدالت انہیں اس امر سے روک سکتا ہے۔ لہذا جھوٹی شہادت کے انسداد کا

سب سے بہتر طریقہ وہ قانون ہے جس کے ذریعے سے جھوٹی قسم کا کھانا جرم قرار دیا گیا ہے اور جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے اُسے سزا دی جاتی ہے لیکن موجودہ قانون دروغ حلفی کا ضابطہ کچھ ایسا پیچیدہ اور ناموزوں ہے کہ مرتکب کو آسانی سے دروغ حلفی کا موقع مل سکتا ہے اور اُس کے خلاف الزام قائم کرنے میں مستغیث کو دشواری سے کامیابی حاصل ہوتی ہے اس لئے اگر قانون دروغ حلفی کی اصلاح ہو جائے تو گواہوں کی دروغ بیانی کے دفع کا اس سے بہتر کوئی دوسرا علاج نہیں ہو سکتا۔ حلف کی حقیقت ظاہر ہے۔ گواہ خواہ دنیا بھر کی قسمیں کیوں نہ کھائے لیکن قانون مذکور کے اثر کے سوائے دروغ بیانی سے اُس کو دنیا میں کوئی قوت باز نہیں رکھ سکتی یہ

فصل ۲۷ انتقید قانون شہادت

ہم نے اس سے پہلے کسی باب میں ان معینہ اور مقررہ اصول کے فوائد اور نقصانات کو بیان کیا ہے جن کو انفصال مقدمات میں عدالتیں ملحوظ رکھتی ہیں اور جن کے مقابلے میں اپنی قوت امتیاز پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہیں۔ اور اسی طرز عمل پر عدل گستری سلطنت کی خصوصیت اور شان منحصر ہے۔ انگریزی قانون یا انگلستان کے نظام قانونی کے کسی جز میں اس مسئلے کی اس قدر اہمیت نہیں ہے جس قدر اُس کی اہمیت اور خصوصیت قانون شہادت میں پائی جاتی ہے۔ لہذا قانون شہادت میں ہی دوسرے کسی قانون کی بہ نسبت زیادہ قانونی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عام قواعد جن کے ذریعے سے شہادت کا اثر ثبوت جانچا جاتا ہے اور جو قواعد شہادت کے داخل ہونے کے پہلے سے معین و مقرر ہیں کم و بیش غلط اور مہمل ہیں۔ شہادت کے

۱۔ اقسام حلف کی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو ضعیف الاعتقادی اور قوت مصنفہ لی (Leas superstition & force) حصہ اول از باب دوم تا باب ہشتم انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا متعلق لفظ حلف۔ قانون حلف مصنفہ ہوزل طبع ۱۹۰۲ء (Herzel Der Eid) قواعد حلف کے متعلق ملاحظہ ہو تصنیفات منیتم جلد ۶۔ از صفحہ ۳۰۸ تا ۳۲۵۔

لینے کے پہلے ہی صحیح طور پر یہ کہنا کہ فلاں قسم کی شہادت ثبوت کے لئے کافی اور فلاں قسم کی ناکافی ہے غیر ممکن ہے۔ شہادت سماعتی کو بالکل معرازا اثر ثبوت خیال کر لینا غلط اور لغو ہے۔ ایسا ہی یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بیع زمین کا معاہدہ شہادت لسانی کے ذریعے سے اطمینان بخش طریقے پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ اصول کہ مضمون دستاویز کے ثبوت کے واسطے اس کی نقل کا پیش کرنا غیر مکتنفی ہے صحیح نہیں ہے۔ قانون میں اس قسم کے قواعد کی مخصوص شان عدالتوں کے لئے ان کو شمع ہدایت قرار دیا گیا ہے عدالتیں اُن کو اسی طرح مانتی ہیں جس طرح قواعد یا احکام تصدی کی پابندی اُن پر لازم ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ان قواعد کی اس قدر منزلت اور اہمیت قرار دینے میں واسطعان قانون کو دھوکہ ہوا اور اُن سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس طرح تمام عام اصول طریقہ استخراج کے ذریعے سے واقعات سے اُن کے مخصوص عناصر کے استخراج اور تفریق کے بعد اخذ کئے جاتے ہیں اسی طرح اصول زیر بحث بھی مستنبط کئے گئے ہیں۔ اور اس طریقے کی خرابی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک واقعے اور حالات کے چند اجزائے ترکیبی ایسے ہوتے ہیں جنکی اس واقعے میں درجہ اول کی اہمیت ہوتی ہے اور انکے بغیر اس واقعے کی شان اور اہمیت باقی نہیں رہ سکتی لہذا ایسے اصول کا جو مخصوص واقعات سے بطریق تعمیم اخذ کئے گئے ہوں مخصوص واقعات پر اطلاق کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے مجرد اور ذہنی اصول کا حالات خاص کے بلا لحاظ عین اور خارجی واقعات (یعنی مقدمات) پر اطلاق کرنا اسی طرح صحیح ہو سکتا ہے جس طرح کسی شخص کا رگڑا اور رکاوٹ کے اثر کا لحاظ نہ کر کے کسی حرکت کرنے والی شے کی رفتار پر قوانین حرکت کا اطلاق کرنا صحیح ہو سکتا ہے۔

اُن نقادان فن کے سوا جو تقلید کو رائے کے عادی ہیں دوسرے کسی نصف مزاج ماہر قانون کو اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ضابطہ عدالت میں ضرورت سے بہت زیادہ اہمیت قانون شہادت کے جزئیات کو دی گئی ہے اور اس پر بے اتہا اعتماد کیا جاتا ہے۔ قانون ملک کی ظاہر پستی اور ظاہر داری کا ثبوت ان قواعد سے بڑھ کر دوسرے قواعد سے نہیں مل سکتا ہے۔ انگریزی نظام قانون میں قانون شہادت کے اس جزو کے سوا اے جو قواعد زیر بحث پر مشتمل ہے کسی دوسرے قانون میں ضابطے اور رسوم دستور کی

اس قدر پابندی نہیں کی جاتی ہے۔ قانون ملک کی خود اعتمادی حکام عدالت کی عقل و فہم کی جانب سے اس کی بے اعتمادی کا ان قواعد سے زیادہ کسی دوسری شے سے اظہار نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال قواعد نویر بحث کی وجہ سے ضابطہ عدالت میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ لاعلاج نہیں ہیں اور ان کا علاج ان تمام قواعد کو منسوخ کرنا ہے جن کے ذریعے سے شہادت کا موازنہ اور قوت اثباتی کا تعین کیا جاتا ہے بلکہ ان قواعد کی شان اور ان کے اثر کو کم کرنے سے ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ قواعد نہایت سخت اور تعبدی ہیں لہذا اگر ان کو قابل تعبیر اور مشروط قرار دیا جائے تو ان کی موجودہ خرابیاں رفع ہو سکتی ہیں۔ چونکہ ان میں کے اکثر قواعد عقل سلیم اور عملی تجربے پر مبنی ہیں اس لئے جب ان میں عدالتوں کو تاویل اور ترمیم کرنیکا موقع ملے گا تو ان سے عدالتیں اپنی شخصی رائے اور قوت امتیاز کے متعلق کچھ ہدایت پاسکتی ہیں اور جب تک عدالتیں اپنے اختیار تمیزی کے بجائے ان اصول پر عمل کرتی رہیں گی ضابطہ عدالت کی بیان کردہ خرابیوں کا رفع کرنا ناممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی ہم کو اس امر کا بھی اعتراف کرنا لازم ہے کہ شاذ و نادر ایسی شکلیں ہیں جن میں قواعد زیر بحث پر ہلکم و کاست عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اس لئے ان کی وہی شان و حیثیت ہونی چاہیے جو قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ عام قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ عدالت کو اس امر میں کمال آزادی حاصل ہونا چاہیے جس شہادت کو وہ اپنی دانست میں غیر متعلق غیر ضروری اور تکلیف دہ سمجھتی ہے اسکو خارج کرے اور جس شہادت کے متعلق جس قسم کا اثر ثبوت قرار دینا چاہیں اسکا اپنی خواہش کے موافق تعین کرے اور حیطہ سے چاہے اسکا موازنہ کر سکے۔ ایسا ہی عدالت کی رائے میں جس قسم کی شہادت کا لیا جانا مناسب معلوم ہو اس کے اداخل کی نسبت حکم دینا عدالت کے اختیار میں ہونا چاہیے۔ انگریزی قوم کو اس عادت کا ترک کرنا لازم ہے جسکی وجہ سے نہ قانون ملک کو عدالتوں کی نسبت جن کا کام اس کو نافذ اور اسکا اطلاق کرنا ہے زیادہ عاقل و دانشمند خیال کرتی ہے اور اس قوم کی نظر میں جو عزت و توقیر قانون ملک کی ہے وہ عدالتوں کی نہیں ہے اور نہ حکام عدالت پر اس کو استغناء و اعتماد ہے جس قدر اپنے قانون پر اسکو بھروسہ ہے۔ بہر حال ہر کو اس امر کا وثوق کامل ہے کہ وہ استیلائی اور انصاف میں ترقی دینے کے خیال سے قانون ملک کے اس جزو میں آئندہ ضرور کچھ نہ کچھ تبدیل کی جائیگی۔

خلاصہ

قانون (اصلی) متعلق بہ شے متنازعہ فیہ

(اضافی) مضابطہ متعلق بہ طریقہ نزاع عدالت۔

بعض صورتوں میں قانون اصلی اور قانون مضابطہ کے قواعد کا ایک دوسرے کے مساوی ہونا۔ مضابطہ (عدالت)۔ اس کے عناصر یا اجزائے ترکیبی، سمندر (طلبناامہ) پلیدنگ (عرضی دعوی) وغیرہ۔ ثبوت فیصلہ اور تعمیل۔

قانون شہادت۔

شہادت اور ثبوت کی تعریف

عدالتی اور غیر عدالتی۔

شخصی اور مادی۔

اصلی اور منقولی۔

بلا واسطہ اور بالواسطہ

اقسام شہادت

قانون شہادت کے اقسام

۱۔ قواعد جن کا تعلق قوت اثباتی یا اثر ثبوت سے ہے۔

(۱) ثبوت قطعی۔

(۲) ثبوت مشروط۔

(۳) شہادت غیر ملکتفی۔

(۴) شہادت مخصوصہ و منفردہ۔

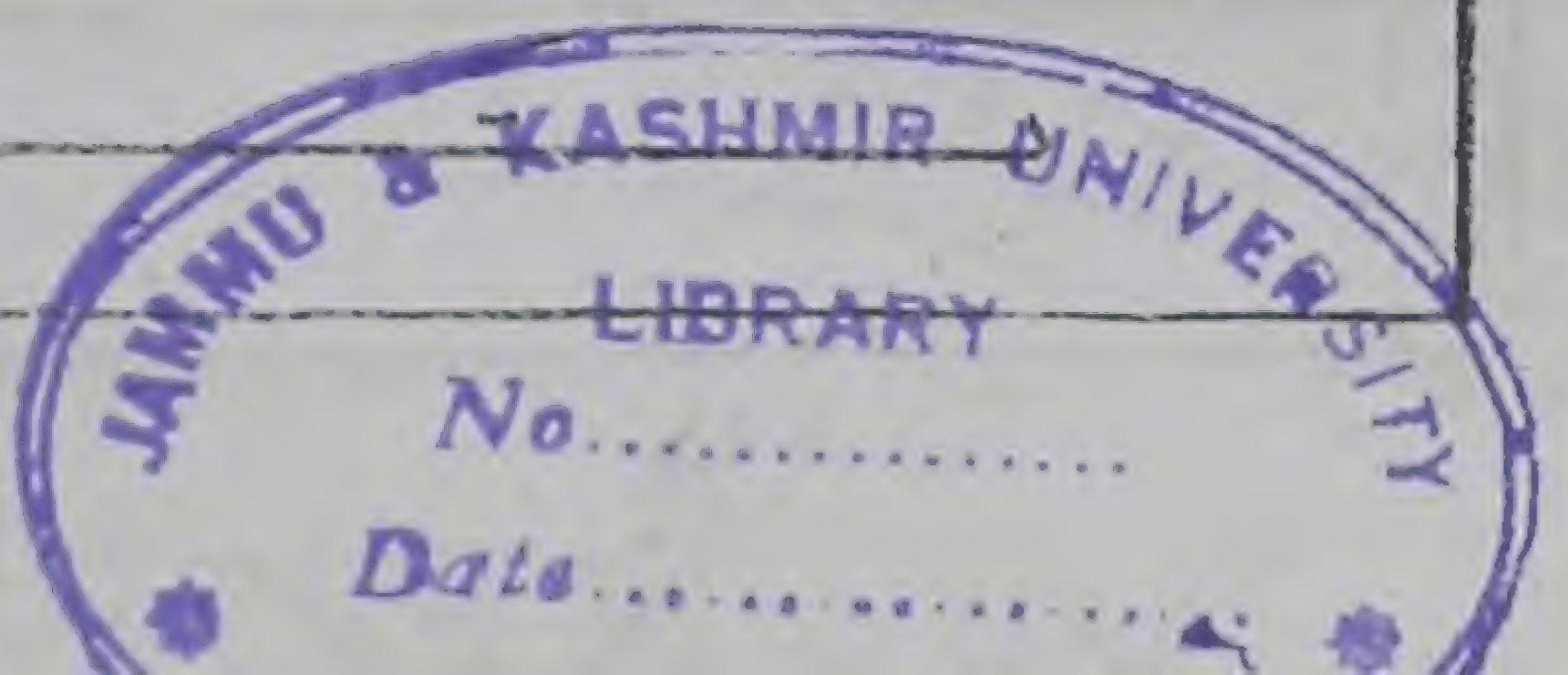
(۵) شہادت غیر شائبہ۔

۲۔ قواعد جن کا تعلق تقدیم شہادت سے ہے۔

کوئی شخص ایسی بات کہنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا جس سے وہ ملزم قرار پائے۔

اقسام حلف۔

تنقید قانون شہادت



دوسرا ضمیمہ

نظریہ فرمانروائی

نظریہ سلطنت کی بحث میں ہم فرماں روا اور ماتحت ارباب اختیار کے فرق و امتیاز پر نظر ڈال چکے ہیں۔ اول الذکر وہ ہے جو اپنے حلقہ اثر کے اندر آزاد و مطلق اور بلا کسی قسم کی قید کے ہے، ثانی الذکر وہ ہے جو اپنے کسی بالاتر و خارجی طاقت کے زیر اثر ہے۔ اس امتیاز کے سلسلے میں ہمیں اب ایک مشہور و ممتاز اصول مسلمہ پر غور کرنا ہے جسے ہم ہائیس کا نظریہ فرماں روائی کہہ سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ انگریز فلسفی اس اصول کا بانی اول نہیں ہے بلکہ اس کی ایجاد کا سہرا ممتاز فرانسیسی اہل قلم باڈن کے سر ہے کیونکہ سب سے پہلے اسی کی وجہ سے یہ اصول مسلمات سیاسہ کے مرکزی عنصر کی حیثیت سے مثبتہ طور پر تسلیم کیا گیا لیکن ہائیس کی تحریرات سے اسے زیادہ نمود حاصل ہوئی اور زیادہ پر زور و واضح طور پر اس کا اظہار ہوا۔ انگلستان میں اس اصول کو جو قبولیت نصیب ہوئی وہ زیادہ تر ہائیس اور اس کے زمانہ جدید کے متبعین کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

- اس نظریہ زیر بحث کو تین بنیادی مسائل میں منقسم و منحصر کر سکتے ہیں۔
- ۱۔ قوت فرماں روا کا ہر سلطنت میں موجود ہونا لازمی و لا بدی ہے۔
 - ۲۔ قوت فرماں روا نا قابل تقسیم ہے۔
 - ۳۔ قوت فرماں روا غیر محدود و نا قابل تحصیل ہے۔

ان مسائل میں سے اول الذکر کو صحیح تسلیم کر لینا ضرور ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مسئلے کے لئے کوئی مستحکم بنیاد نہیں ہے۔ یہ معاملہ بے انتہا مبہم اور پیچیدہ ہے اور نہایت توجہ سے اس پر غور کر کے فیصلہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ فرماں روائی کا لازمی و لازمی ہونا۔ یہ بات صاف ہے کہ ہر ایک اجتماع سیاسی (پولیٹیکل سوسائٹی) میں فرماں روائی (اقتدار اعلیٰ) کی موجودگی مضمر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو تمام اقتدار است زبردست ہو جائیں گے اور اس کے فرض کرنے سے بالادستوں اور زیر دستوں کے ایک نامتناہی سلسلے کا تسلیم کرنا لازم آئیگا جو فی نفسہ محال ہے۔ لیکن یا وجود اس کے اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ فرماں روائی جو اس طرح لازمی و لازمی سمجھی گئی ہے جزاً یا کلاً سلطنت سے خارج میں واقع ہو حقیقت یہ ہے کہ جن سلطنتوں کو آزادی اور کامل فرماں روائی حاصل ہے ان میں ایسا ہوتا ہے کہ فرماں روائی بالکلیہ ان کے اندر ہی واقع ہو اور اس کا کوئی جزو خارج کسی دوسری قوت کے قبضہ و عمل میں نہ ہو۔ لیکن جب کوئی سلطنت ماتحت کسی بڑی جماعت سیاسیہ کا ایک جزو اگانہ منظم حصہ ہوتی ہے تو اس صورت میں فرماں روائی و اقوت کلاً یا جزاً اس وسیع تر اتحاد میں بطور امر مرکز واقع ہوتی ہے اور تابع سلطنت کے اندر نہیں ہوتی علیٰ ہذا اس سلطنت کے اختیار خود انتظامی میں جو آزاد تو ہے لیکن جس کی فرماں روائی مکمل نہیں ہے اس لئے خلل واقع ہوتا ہے کہ اس کی فرماں روائی کا ایک جزو اس کی بالادست سلطنت کے قبضہ و تصرف میں رہتا ہے۔ پس ان تمام صورتوں میں فرماں روائی و اقوت ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ تمام صورتوں میں وہ خود سلطنت کے حدود کے اندر ہی کلیتہً پائی جاتی ہو۔

۲۔ ناقابل تقسیم فرماں روائی۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہر سلطنت کے لئے لازم ہے کہ اس میں نہ صرف فرماں روائی موجود ہو بلکہ کسی فرماں روائی کا موجود ہونا بھی ضرور ہے یعنی اس میں ایک شخص یا چند اشخاص کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو جملہ فرماں روائی کی مرکز بن سکتی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا اختیار دو یا زیادہ اشخاص کے درمیان منقسم نہیں ہو سکتا البتہ اس سے انکار نہیں کیا جاتا کہ یہ واحد جماعت اعلیٰ مرکب ہو جیسا کہ انگریزی پارلیمنٹ ہے۔ لیکن دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ جب کبھی چند اشخاص کی دو یا زیادہ جماعتیں

اس طرح قائم ہوتی ہیں کہ فرماں روائیہ اختیار اُن میں مرکوز ہوتا ہے تو یہ لازمی ہے کہ اختیارِ کلیتہً اُن میں مشترک ہو اور وہ اس طرح اُس پر قابض نہیں ہو سکتیں کہ مختلف جماعتوں کو مختلف اختیارات تفویض ہوں۔ مثلاً جملہ اختیارِ اعلیٰ پر الف کا منفرد ایاب کا منفرد ایاب الف اور ب کا مشترک قابض ہونا ممکن ہے لیکن اس اقتدارِ اعلیٰ کے ایک جزو کا الف کے قبضے میں اور دوسرے جزو کا ب کے قبضے میں ہونا غیر ممکن ہے۔

ہم برطانوی دستور پر اس اصولِ مسلمہ کا اطلاق کر کے اُس کی جانچ کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے ہم کو معلوم ہو گا کہ اس دستور سے ہائس کے اصول کی کلیتہً مطابقت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس یہ دستور منقسمہ فرماں روائی کی ایک صاف اور صریح مثال ہے۔ فرماں روائی متعلق وضع قانون بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہے مگر عالمانہ فرماں روائی بذاتِ خاص بادشاہ کے ہاتھ میں ہے اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں ہم کلیتہً برطانوی دستور کے قانون یا اُس دستور کے قانونی نظریے سے بحث کر رہے ہیں، عمل درآمد بلاشبہ اس سے مختلف ہے کیونکہ عمل درآمد کے لحاظ سے دارالعوام نے حکومتِ عالمانہ پر کامل اقتدار حاصل کر لیا ہے عمل کے لحاظ سے وزیرِ مجلس وضع قانون کے خادم اور اُسی کے پاس ذمہ دار ہیں مگر قانون کی رو سے وہ بادشاہ کے خادم ہیں اور بادشاہ اُن کے ذریعے سے اپنی اُسی عالمانہ فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے جو بلا شرکتِ پارلیمنٹ اُس کو از روئے قانون حاصل ہے۔

پس از روئے قانون سراجِ انگلستان کا عالمانہ اختیارِ سلطنت برطانیہ کا فرماں روائی ہے کیونکہ وہ اپنے حد اختیار کے اندر آزاد و مطلق اور بے قید ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ حد اختیار خود غیر محدود نہیں ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں جنہیں بادشاہ عمل میں نہیں لاسکتا مثلاً وہ اپنی ذات سے نہ تو قوانین کی منظوری دے سکتا ہے اور نہ رعایا پر محصول عائد کر سکتا ہے مگر جو کچھ وہ کر سکتا ہے اُسے وہ فرماں روائیہ اختیار سے کر سکتا ہے۔ سلطنت کے اندر کوئی دوسرا شخص ایسا ذی اختیار نہیں ہے جو اُس کے اختیارات پر قید لگا سکے، نہ اُس کے اختیارات کا نفاذ کسی طرح سے روکا جاسکتا ہے اور نہ اُن کے عمل درآمد کو منسوخ کرنا ممکن ہے۔ نظریہ زیر بحث کے مؤیدین کی طرف سے

یہ عند پیش کیا جاسکتا ہے کہ مجلس انتظامی اور حکام عالمانہ مجلس وضع قوانین کے زیر نگرانی ہیں اور اس لئے کل فرماں روائانہ اختیارات کا مجموعہ موخر الذکر مجلس میں بطور مرکز واقع ہے اور اس مجلس اور حکام عالمانہ میں منقسم نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ مجلس وضع قوانین کا محض ایک جزو نہیں ہے بلکہ وہ ایسا جزو ہے جس کی منظوری کے بغیر مجلس وضع قوانین خود اپنے اختیار کا کوئی شے عمل میں نہیں لاسکتی۔ کوئی قانون جو پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں سے منظور ہوا ہو اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک بادشاہ اس کی منظوری نہ دیدے۔ پس مجلس وضع قوانین کیونکر حکام عالمانہ زیر نگرانی رکھ سکتی ہے کیا کوئی شخص خود اپنا ماتحت ہو سکتا ہے؟ کسی شخص پر کوئی ایسا اختیار جو اس شخص کی منظوری کے بغیر عمل میں نہ لایا جاسکے کوئی اختیار ہی نہیں ہے، کوئی شخص کسی جماعت کا جس کا وہ خود ایک رکن ہے تابع اسی وقت ہوگا جب اس جماعت کو یہ اختیار ہو کہ اس شخص کے اختلاف رائے یا نارضا مندی کے باوجود وہ جماعت اپنی رائے پر عمل کر سکتی ہے مثلاً ایک مجلس کے چند ارکان کی ایک قلیل جماعت اس کے ماتحت سمجھی جاتی ہے جس صورت میں کہ اس قلیل جماعت کو اپنی مجلس کے اکثر ارکان کی رائے سے کسی امر میں اختلاف ہو۔ لیکن بادشاہ برطانیہ کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ پس انگریزی دستور جس طرح ایک فرماں روا مجلس وضع قوانین کو تسلیم کرتا ہے اسی طرح وہ ایک فرماں روا جماعت عالمانہ کو مانتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے حلقہ اثر میں اعلیٰ و برتر ہے اور سالانہ دونوں ذی اختیار جماعتوں میں تصادم اس طرح رکھتا ہے کہ جماعت عالمانہ مرکب مجلس وضع قوانین کی ایک رکن ہے۔ وضع قوانین کا اعلیٰ اختیار مشترک بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے قبضے میں ہے مگر عالمانہ اختیار کا بادشاہ انگلستان منفرداً قابض ہے۔ مثلاً جب پارلیمنٹ موجود نہیں ہوتی یعنی ایک پارلیمنٹ کی برخواست اور دوسری پارلیمنٹ کے انتخاب کے زمانے میں جو وقفہ گزرتا ہے اس مدت میں وضع قوانین کا اعلیٰ اختیار تاپدید اور تاپید ہو جاتا ہے مگر اعلیٰ عالمانہ اختیار بلا کسی نقص کے ستراج انگلستان کی ذات سے قائم رہتا ہے۔

۱۔ برطانوی دستور میں عالمانہ اور وضع قانون کی فرماں روائی کے متعلق ایسن کی تصنیف "انگریزی دستور کا قانون و رواج" حصہ اول صفحہ ۳۹ تا ۴۴ طبع سوم دیکھا جائیگا۔

دوسرا حصہ

لیکن صرف انتخابی نہیں ہے بلکہ ۱۹۱۱ء کے پارلیمنٹ ایکٹ (قانون جس کے ذریعے سے برطانیہ کی شہنشاہی پارلیمنٹ کی از سر نو تنظیم کی گئی ہے) کے منظور ہونے کے وقت تک برطانوی دستور حکومت میں اعلیٰ مجلس وضع قوانین اور اعلیٰ مجلس انتظامی کے ساتھ ایک اعلیٰ مجلس عدالت یا محکمہ عدالت بھی تسلیم کیا جاتا تھا اور یہ تینوں مجلسیں اپنے اپنے صیغے کے لحاظ سے فرماں روا سمجھی جاتی تھیں۔ دارالامرا اپنی عدالتی حیثیت میں آخری عدالت مرافقہ کے طور پر فرماں روا تھا۔ اس کے فیصلوں کا نہ تو مزید مرافقہ کیا جاسکتا تھا اور نہ اس کی کارروائیوں پر کسی دوسرے محکمے یا قوت کی نگرانی تھی۔ قانون کے متعلق جو کچھ وہ اپنے فیصلوں کے ذریعے سے طے کر دیتا تھا اس کو برطانوی دستور حکومت میں کوئی دوسرا ذمی اختیار شخص ایسا نہیں تھا کہ رد کر سکتا تھا۔ خود اس کی رضامندی کے بغیر اس کے عدالتی اختیارات میں نہ کسی قسم کی کمی ہو سکتی تھی نہ اس پر کسی کی نگرانی کا قائم کرنا ممکن تھا۔ وضع قوانین کے لئے اس فرماں روا عدالت کی منظوری اس سے کم لازمی اور ضروری نہ تھی جتنی کہ فرماں روا جماعت عالمانہ (مجلس انتظامی) کی منظوری ضروری تھی۔ پس دارالامرا جداگانہ طور پر اعلیٰ عدالتی اختیار پر فائز تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ وضع قوانین کے اعلیٰ اختیار میں بھی بادشاہ اور دارالعوام کا شریک تھا۔

۱۰ فرماں روا قوت کے قابل تقسیم ہونے کے متعلق ذیل کی کتاب دیکھنی

چاہیے : Bryce's studies in history & Jurisprudence, II. p. 70

صفحہ مذکور میں لکھا ہے کہ "قانونی فرماں روائی جو قانون کی رو سے قائم ہوئی ہو قابل تقسیم ہے۔ یعنی اس قسم کی فرماں روائی کے مختلف اجزاء ایک وقت میں مختلف اشخاص یا جماعتوں کے تفویض کئے جاسکتے ہیں، ان اشخاص یا جماعتوں کا مساوی الحیثیت ہونا اور نہ ہونا دونوں ممکن ہے حالانکہ ان کے عمل کے دائرے اور حدود جداگانہ ہی کیوں نہ ہوں" دوسروں نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ

۳۴۔ ناقابل تخصیص فرماں روائی۔ نظریہ زیر بحث کی رو سے فرماں روائی نہ قوت کے لئے نہ صرف لائبریری و ناقابل تقسیم ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے بلکہ اسے ناقابل تخصیص بھی قرار دیا گیا ہے۔ یہ فرماں روائی نہ صرف اپنی حد میں بنیہ کسی نگرانی اور قید کے ہے بلکہ خود اس کی حد یا دائرہ عمل غیر متناہی ہے۔ مابین کہتا ہے کہ عقل و خیال دونوں کے لحاظ سے میری سمجھ میں تو صاف یہ آتا ہے کہ فرماں روائی نہ قوت خواہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہو جیسا کہ بادشاہی میں ہوتا ہے یا ایک جماعت کے ہاتھ میں ہو جیسا کہ جمہوری و اعیانی دولت ہائے عامہ میں ہوتا ہے دونوں حالتوں میں اس کی وسعت اتنی ہی ہے جتنی کہ انسان کے تصور میں آنا ممکن ہے اور جو شخص فرماں روائی نہ قوت کو حد سے بڑھی ہوئی سمجھ کر کم کرنے کی کوشش کرے گا اسے لازم ہے کہ وہ اپنے کو اس قوت کے تابع کرے جو اس فرماں روائی نہ قوت کو محدود کر سکتی ہے یعنی اس سے بھی کسی بڑی قوت کا مطیع بنے۔ اسی طرح آسٹن نے بھی یہ لکھا ہے کہ مثبت قانون کے حقیقی فرق اور فرماں روائی نہ قوت کا سیاسی نظم معاشرت کی نوعیت سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ صحیح معنوں میں بادشاہ یا مجموعی فرماں روائی نہ حیثیت میں متعدد فرماں روائی کا اختیار قانوناً تخصیص و تحدید کے ناقابل ہے۔ اعلیٰ اختیار کا کسی مثبت قانون کے ذریعے سے محدود ہونا گویا الفاظ میں صریح تضاد پیدا کر دینا ہے۔

یہ حجت اختیار کے محدود کرنے اور اختیار کے ماتحت کرنے میں خلط مبحث پیدا کر دیتی ہے۔ یہ کہ فرماں روائی خود اپنی حد کے اندر کسی نگرانی کے تابع نہیں ہو سکتی فی نفسہ ایک بدیہی امر ہے اس اختیار کی تعریف سے بطور خود یہ نتیجہ نکل آتا ہے مگر یہ کہ یہ حد بالضرور ہمہ گیر ہے یہ ایک بالکل ہی دوسری بحث ہے اور اس کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص اپنے سے کسی قوی تر شخص کے دباؤ یا حکم سے آزاد ہو تو اس سے

بقیہ ہاشیہ صفحہ گزشتہ اس کے متعلق کتاب مندرجہ ذیل دیکھنی چاہئے Brown's austinian

theory of law. p. 174.

Leviathan, ch. 20, Eng. works, III. 194

L. 263

۱۵
۱۶

یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس کی جسمانی طاقت کی کوئی حد و غایت نہیں ہے۔

اس مسئلے پر غور کرتے وقت ہمیں اختیار واقعی اور اختیار قانونی میں فرق کرنا چاہیے کیونکہ اور جگہوں کی طرح یہاں بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جو امر از روئے قانون صحیح ہو وہ از روئے واقعہ صحیح نہ ہو یا اس کے برعکس ہو۔ فرماں روایانہ اختیار کے واقعہ محدود ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قانوناً بھی محدود ہو اور اس کے برعکس برطانوی دستور کا قانونی نظریہ ایسی قیود اور حصرات کو تسلیم کر سکتا ہے جو فی الواقع موجود نہ ہوں۔

یہ امر کافی طور پر واضح ہے کہ فرماں روایانہ قوت واقعہ محدود ہو سکتی ہے اور دراصل ضرورتاً وہ محدود ہے۔ جدید و متحدین سلطنت کی حکومت کی طاقت اگرچہ بہت بڑھی ہوئی ہے مگر پھر بھی بہت سے امور ایسے ہیں جنہیں نہ صرف کرنا نہ چاہیے بلکہ وہ کر نہیں سکتی ہے، فرماں روا کی قدرت اور قابلیت کے اصلی مفہوم کے لحاظ سے یہ امور اس کے دائرہ اقتدار سے خارج ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہر ایک فرماں روا کا اختیار و امور پر منحصر ہوتا ہے اور ان سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ مادی قوت ہے جو اس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور جو اس کی حکومت کا لازمی آلہ کار ہے اور ثانیاً یہ کہ اس فرماں روا کے تحت جو جماعت تسلیم ہے اس کے افراد اس قوت مادی کی اطاعت کرنے کے مادی ہیں جو ان کے خلاف عمل میں لائی جاتی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی شے بھی اپنی وسعت میں غیر محدود نہیں ہے، اس لئے واقعی فرماں روا کی بنائیں دونوں امور پر ہے غیر محدود نہیں ہے۔ نتیجتاً اسے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اس طریقہ تحصیل میں مجھے کوئی شے ایسی نہیں نظر آتی جس سے ہمیں حیرت و تعجب کی

لہ فرماں روای کے قانونی اور واقعی فرق یا فرماں روا کی از روئے قانون اور فرماں روا کی از روئے عمل کو برائے نے اپنی ممتاز تصنیف مطالعات تاریخی و اصول قانون جلد ۲ صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۴ میں نہایت کمال و خوبی سے ظاہر کیا ہے۔

ضرورت ہو۔ وہ کونسی شے ہے جس کے ذریعے کسی درجے کا اختیار
 دینی سیاسی اختیار قائم ہوتا ہے؟ جواب، یہ شے جس اطاعت کی عادت اور میلان
 ہے، اور کچھ نہیں ہے۔ اگر میں سخت غلطی میں نہیں ہوں تو (یہ کہہ سکتا ہوں کہ) اس
 میلان کی نسبت یہ خیال کرنا بہت آسان ہے کہ جس طرح یہ ایک قسم کے افعال کے
 متعلق موجود ہے ویسا ہی یہ دوسری قسم کے افعال کی نسبت مفقود ہے پس کسی
 ایسی جماعت کی نسبت جو ہر اعتبار سے اعلیٰ و فائق ہو یہ خیال کرنا کہ ایک خاص قسم
 کے افعال کی جانب اُس کے اختیارات محدود ہیں گویا ان مخصوص افعال کو دوسرے
 افعال سے ممتاز سمجھنا ہے..... بہر حال زیر بحث اعلیٰ جماعت نے اپنے اختیار کے
 متعلق اس طرح حدود قائم کر لئے ہیں۔ پس اس قسم کی حد بندی کا کیا اثر ہے؟
 جواب، یا تو کوئی اثر نہیں ہے یا ہے تو یہ ہے کہ اطاعت کا میلان انھیں حدود کے
 اندر محدود رہتا ہے اور ان حدود سے یہ میلان متجاوز نہیں ہو سکتا۔ رعایا اپنی سلطنت
 کی اس سے زیادہ اطاعت نہیں کر سکتی اس حد کے بعد رعایا حکمران جماعت کے
 حکم کی اسی طرح خلاف ورزی کرتی ہے جس طرح وہ حکومت غیر کے احکام کو بے وقعت
 سے دیکھتی ہے۔ میرے خیال میں سلطنت کے سب سے اعلیٰ اقتدار کو محدود ماننے
 اور نہ ماننے سے کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی۔ انسان اپنے ذہن میں اقتدار اعلیٰ
 کے محدود اور غیر محدود ہونے کی دونوں تصویریں کھینچ سکتا ہے اور اس طرح کے
 تصور کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن یہ ایک دوسرا سوال ہے کہ آیا اس قسم کی
 دو سلطنتوں میں رعایا کے حق میں کونسی سلطنت زیادہ نفع بخش ہو سکتی ہے اور رعایا کی
 خوشحالی کے لئے ان میں سے کونسی سلطنت بہتر ہے اور کون زیادہ خوبی سے
 کار فرما ہو سکتی ہے؟

پیروان ٹائیس کو فرماں روایانہ اقتدار کی واقعی تحدید کے تسلیم کرنے میں کوئی انکار
 نہیں ہو سکتا لیکن اُس کی قانونی تحدید کے ماننے میں انھیں عذر کرنے کا موقع ہے۔
 وہ یہ عجت پیش کر سکتے ہیں کہ گو واقعہ بہت سے امور ایسے ہیں جن کے کرنے کا فرماں روا
 کو اختیار نہ ہو لیکن قانون کسی کام کے کرنے کی اُس کو ممانعت نہیں ہے کیونکہ جس
 فرماں روایانہ اختیار سے قانون بنتا ہے اُس پر کسی قسم کی قید لگانے کو قانون نہیں

تسلیم کر سکتا۔

اس کے جواب میں یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ قانون ملک اشیا کا محض وہ نظریہ ہے جو عدالت کے اندر مقبول و نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ یہ قانون بیرونی دنیا کا وہی عکس و نقشہ ہے جسے سلطنت کی عدالتیں دیکھتی اور مستند قرار دیتی ہیں پس جب ایسا ہے تو جو کچھ واقعے میں ممکن ہے وہ قانون میں بھی ممکن ہے اور اس سے کچھ زیادہ بھی ہو سکتا ہے فرما دیا کہ اقتدار کی جو کچھ تخصیص واقعے میں موجود ہے وہ قانون کے ذریعے سے بھی خیال میں آسکتی اور تسلیم کی جاسکتی ہے۔ یہ روار کھنا کہ از روئے واقعہ تخصیصات کا امکان ہے، اس روار کھنے کے مرادف ہے کہ از روئے قانون بھی اُس قسم کی تخصیصات کا امکان ہے۔ اگر عدالتیں عادتاً اس اصول پر عمل کرتی ہیں کہ برطانوی دستور حکومت کے موافق عمل درآمد کے بعض فرائض و اشکال سلطنت یا جماعت سیاسیہ (body politic) کے کسی عضو یا عنصر خاص سے موافقت نہیں رکھتے اور اس لئے فرائض روایانہ اقتدار کی اُس حد سے خارج نہیں جسے دستور مذکور تسلیم کرتا ہے تو پھر یہ اصول اپنے عدالتی نفاذ کی وجہ سے قانون کا ایک صحیح اصول ہے اور اس طرح فرائض روایانہ اختیار از روئے قانون اُس سے کم محدود نہیں ہوتا جتنا کہ از روئے واقعہ محدود ہوتا ہے۔

مخالف رائے کی بنا نوعیت قانون کی اُس بجا تنگ نظری پر ہے جو قانون کو اُس حکم کے مرادف قرار دیتا ہے جسے فرائض روایانہ رعایا کے نام شائع کرتا ہے۔ اس نظر سے قانون اور قانونی ذمہ داری دونوں ہم وسعت ہیں اور اس صورت میں اعلیٰ اختیار کی قانونی تخصیص و تحدید کے معنی بظاہر یہ ہوں گے کہ اس اختیار کا قابض اُس کے عمل درآمد کے متعلق قانون کی ذمہ داریوں کے تابع ہے۔ یہ خیال لامحالہ فرائض روایانہ اقتدار کی تعریف کے مخالف پڑ جاتا ہے اور وہ صریحاً ناممکن ہے۔

۱۷۔ یہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ سلطنت کے ذمے اپنی رعایا کے کچھ قانونی فرائض ہوتے ہیں اور اس طرح کے فرائض کا موجود ہونا ممکن ہے لیکن ان فرائض کا نامکمل اور بزرگ ناقابل اجرا ہونا لازم ہے۔ کتاب ہذا حصہ سابق فصل ۷۹۔

یہ کہ فراں روایانہ اختیار خود اپنی حد کے اندر قانوناً زیر نگرانی رکھا جاسکتا ہے ایک جامع الاجتہاد مسئلہ ہے۔ لیکن یہ کہ اس کے حد عمل کے لئے از روئے قانون حد و کامقرر کرنا ایک صاف و صحیح اصول ہے۔

ناقابل تحدید فراں روائی کے اصول مسئلہ کا ایک مفہوم یا اطلاق ایسا ہے جس میں اتنی کافی اہمیت موجود ہے کہ وہ خاص طور سے لحاظ کرنے کے قابل ہے۔ فراں روایانہ اختیار کے خاص فرائض میں سے ایک فرض وضع قانون ہے۔ نظریہ زیر بحث سے مستنبط ہوتا ہے کہ ہر ایک سیاسی نظم معاشرت میں لازماً کوئی ایک ذمی اقتدار ایسا موجود ہوتا ہے جسے وضع قانون کا غیر محدود اختیار حاصل رہتا ہے۔ درحقیقت اس قوت کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فراں روائی کے ناقابل خطا جانچ ہے ایسے فراں روائی جستجو میں جس کا تائیس کے اصول مسئلہ کے موافق ہر ایک جماعت سیاسیہ کے اندر کہیں نہ کہیں پایا جانا ضرور ہے ضرورت جو کچھ ہے صرف اتنی ہے کہ اس شخص کا پتہ چلایا جائے جسے بلا استثناء جملہ قوانین کے بنانے اور ترمیم کرتے کا اختیار حاصل ہو۔ وہی اور صرف وہی سلطنت کا فراں روایا ہوتا ہے کیونکہ اس کے لازماً سب پر اور سب معاملات کے متعلق اختیار حاصل رہتا ہے اور وہ کسی کے تابع نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ وضع قانون کے اختیار کا انحصار اس امر پر ہے اور اسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سلطنت کی عدالتیں اسے کس حد تک تسلیم کرتی ہیں۔ اگر کسی قانون کو تسلیم کرنے اور اس کے نافذ کرنے سے عدالتیں انکار کریں تو محض ان کے انکار سے کہ وہ قانون نہیں رہتا اور اس جماعت کی قانونی اہلیت اور قابلیت باقی نہیں رہتی جس نے اس قانون کو وضع کیا ہو۔ ایسے قانون کو ملک کی کسی مجلس بلدی نے بنایا ہو یا اعلیٰ مجلس وضع قوانین نے وضع کیا ہو دونوں برابر ہے۔ انگلستان کے قانون کی موجودہ حیثیت سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے وضع قوانین کے اختیارات نہایت وسیع اور غیر محدود ہیں اور ان پر کسی قسم کی قانونی قید نہیں ہے اس کا جاری کیا ہوا کوئی قانون کسی عدالت سے اس بنا پر نامطلوب نہیں ہو سکتا کہ وہ پارلیمنٹ کے حد اختیار سے خارج ہے۔ اس مقام پر ہمیں اس امر سے بحث نہیں ہے کہ وضع قانون کی قدرت مطلقہ

کی نسبت جو یہ قانونی قاعدہ بیان کیا گیا ہے وہ مبنی بر دانش ہے کہ نہیں لیکن اس امر کا پتا چلانا مشکل ہے کہ کوئی مقنن یا عالم قانون کیونکر ثابت کر سکتا ہے کہ نظریے کی رو سے بھی اس قاعدے کا موجود ہونا ضرور ہے۔

اس حالت کو گزر کر زیادہ زمانہ نہیں ہوا کہ اگر پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون بناتی جو عقل اور قانون خدا کے خلاف ہوتا تو وہ کالعدم سمجھا جاتا تھا اور اس کو کالعدم قرار دینا ہی قانون انگلستان تھا۔ اگرچہ برطانوی عدالتوں میں اب اس قاعدے پر عمل نہیں ہوتا ہے مگر اس قاعدے کو تسلیم کرنے سے نہ تو کوئی قیاسی خرابی پیدا ہوتی ہے اور نہ کسی ناممکن کام کے امکان کا احتمال ہے حالانکہ اس قاعدے کا تسلیم کرنا کتنا ہی غیر ضروری اور ناموزوں کیوں نہ ہوتا مگر اس سے صاف طور پر یہ لازم آتا ہے کہ ایک قانونی قاعدے کے ذریعے سے مجلس وضع قانون کے اختیار کی تجدید ہوتی ہے، ایک دوسری مثال لیجئے، انگریزی پارلیمنٹ کے وضع قانون کی قدرت مطلقہ کی ایک نہایت ہی نمایاں تمثیل اس کا یہ مسلمہ اختیار ہے کہ اگر دارالعوام کو منظور ہو تو وہ اپنی اس مدت میں جس کے لئے اس کا انتخاب کیا جاتا ہے اضافہ کر سکتا ہے۔ انھیں نمائندوں کو جنھیں اہل ملک ایک معینہ مدت کے لئے انتخاب کرتے ہیں قانونی اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے اختیار مفوضہ کے زمانے میں اپنی معینہ مدت کی توسیع کریں۔ اگر اس قاعدے کے منغائر کوئی دوسرا قاعدہ ہو تو اس پر ازروئے نظریہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس قسم کا اعتراض مانا جاسکتا ہے۔ انگریزی عدالتوں کو اس اصول کے تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے کہ برطانیہ میں جو پارلیمنٹ جس مدت کیلئے مقرر ہوتی ہے وہ اس مدت کے لئے فرماں روا ہے اور اس کو اپنی مدت معینہ میں اضافہ کرنے کا اختیار نہیں ہے؟ اور کیا ایسی صورت میں مجلس اعلیٰ مجلس وضع قانون کا اقتدار قانون کے ایک قاعدے کی رو سے محدود نہ ہو جائیگا؟

وضع قانون کو عمل میں لانے کا اختیار مسلمہ طور پر قانونی شرائط کے تابع ہے، اچھا تو اسے قانونی حدود کے تابع قرار دینے میں کیا قباحت ہے؟ اگر قانون کے

ذریعے سے وضع قوانین کے اختیار پر عمل کرنے کے طریقے کی تنظیم ہو سکتی ہے تو قانون اُس کے نفس مضمون کو کیوں منضبط نہیں کر سکتا یعنی قانون کے ذریعے سے کیوں وضع قوانین کے اختیار کی تنظیم نہیں کی جاسکتی؟ موجودہ قانون انگلستان کے احفاظ سے پارلیمنٹ کسی ایک قانون کو ایک ہی سیشن میں اور اسی طریقے سے منسوخ کر سکتی ہے جس سیشن میں اور جس طریقے سے کہ وہ منظور کیا گیا ہو۔ پس کسی ایسے قانون کا کیا اثر ہوگا جس میں یہ قرار دیا جائے کہ کسی قانون کی پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کی قطعی کثرت رائے کے بغیر ترمیم نہیں ہو سکتی؟ کیا یہ قاعدہ ایک اچھا قانون ہوگا؟ بیشک یہ ایک نہایت مفید قانون ہوگا کیونکہ اس کے ذریعے سے خود یہ قانون اور دوسرے قوانین اس معینہ طریقے کے سوائے کسی دوسری پنج سے منسوخ نہ ہو سکیں گے۔ اگر یہ مزید شرط بھی لگا دی جائے تو کیا ہوگا کہ کسی قانون کی اُس کی تاریخ توضیح سے دس برس کے اندر تفسیح نہ ہوگی؟ کیا اس قسم کی شرط جو بذریعہ قانون قرار دی جائے یاطل اور کالعدم ہوگی؟ اور اگر یہ مشروطی قانون جائز سمجھا جائے تو کیا عدالتیں اُس پر عمل نہیں کریں گی اور اگر اس قانون یا دوسرے قوانین جنہیں نافذ ہو کر دس برس نہ گزرے ہوں توڑنے کی کوشش کی جائے تو عدالتیں اس عذر کی بنا پر کہ پارلیمنٹ اپنے حقد اختیار سے متجاوز ہو گئی ہے اُس کی کارروائی کو منسوخ نہیں کریں گی؟ بیشک ایسی صورت میں عدالتیں پارلیمنٹ کی تجویز تفسیح قوانین کا لحاظ نہیں کریں گی اور اُس کی کارروائی کو کالعدم قرار دیں گی۔ اگر کسی قانون (موضوعہ) کو دس سال کے لئے ناقابل تفسیح قرار دینا ممکن ہے تو اسی قانون کو از روئے قانون ہمیشہ کے لئے ناقابل تفسیح قرار دینا کیوں ناممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کا قاعدہ دانشمندی پر مبنی نہیں ہو سکتا تاہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ اس قاعدے میں کوئی محال منطقی لاحق ہوتا ہے کسی دلیل کا پیش کرنا ممکن نہیں۔

قدرت اور اختیار وضع قوانین کے نظر کرتے زمانہ جدید میں انگریزی پارلیمنٹ اپنی آپ نظیر ہے۔ زمانہ جدید کے اکثر دستورات حکومت کے ذریعے مجلس وضع قوانین کے اختیارات پر حکم و بیش قیود عائد کئے جاتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں نہ تو کانگریس ہو نہ اُس کی کسی ریاست کی مجلس وضع قوانین کو غیر محدود اختیار حاصل ہیں۔

دوسرا حصہ

جن دستورات حکومت کے ذریعے سے ریاستیں قائم ہوئی ہیں ان کو وہ بدل نہیں سکتیں اور یہی دستورات بعض معاملات کو صریح طور پر ان کے اختیار سے خارج کرتے ہیں تو پھر فرماں روائی کا مرکز کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان دستوروں میں ایسی دفعات موجود ہیں جن کے بموجب معمولی مجلس وضع قوانین کی بجائے ایک دوسری قوت کے ذریعے سے ان دستوروں میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ اور اس لئے وضع قوانین کا یہ مفقود اختیار اس جماعت کو حاصل ہے جسے دستور میں تغیر کرنے کا اختیار تفویض کیا گیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ممالک متحدہ امریکہ میں فرماں روائی کا مرکز کانگریس نہیں ہے بلکہ وہ فرماں روائی ریاستوں کی مجالس وضع قوانین کی ہیں جو تعالیٰ کی کثرت میں مرکوز ہے۔ اس مخلوط جماعت کو دستور میں تغیر کرنے کا قطعی اختیار حاصل ہے اور اس لئے وہ اس دستور کی کسی دفعہ کی رو سے مفید نہیں ہے اور اس طرح اسے وضع قوانین کا غیر محدود اختیار حاصل ہے۔

پس جبکہ اس طرح پر دستور کی ترمیم کے اختیارات مطلق معمولی مجالس وضع قوانین کے علاوہ کسی اور صاحب اقتدار کو تفویض کر دئے جائیں تو یہ ایک بالکل ہی صحیح جواب ہے لیکن ہم اس دستور کے متعلق کیا کہہ سکتے ہیں جو معمولی مجالس وضع قوانین کو (دستور حکومت میں) تغیر کرنے سے ممنوع قرار دیتا ہے اور ان تغیرات کے عمل میں لانے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں بتلاتا۔ ایسے دستور میں کوئی منطقی محال نہیں ہے تاہم از روئے قانون اسی قسم کا دستور (جیسا کہ برطانوی دستور حکومت) صریحاً ناقابل تغیر ہو سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی اور عدول حکمی کرنے سے اس طرح کے دستور میں تغیرات کئے جاسکتے ہیں کیونکہ جس دستور میں خمیدہ ہونے کا مادہ نہ ہو (مطلب یہ کہ جو دستور حکومت ناقابل تغیر و ترمیم قرار دیا جائے) وہ جلد یا بدیر ٹوٹ کر رہیگا، لیکن جن امور کا سول (ملکی) اور اقتدار اعلیٰ سے تعلق ہے ان کا وجود پذیر ہونا اسی وقت ممکن ہے جب وہ دستور حکومت کے حدود کے اندر نہ کہ ان سے باہر واقع ہوتے ہیں لہذا دستور حکومت میں ان امور کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کے ذریعے سے کسی جماعت سیاسی یعنی

سلطنت کا قائم کرنا ممکن نہیں ہے اور سیاسی حکومت کے نظریے کا موضوع نہ باقی نہیں رہتا۔ ان تمام مسائل میں جن کا تعلق فرماں روائی سے ہے اس امر کو فرض کر لینا لازم ہے کہ منظم حکومت اور اس کی کار فرمائی کے متعلق ایک محینہ اور مقررہ اسکیم پہلے سے موجود کر رہتی ہے اور عمل کرنے میں اس اسکیم یا طریقے کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اس فرض یا مفروضے کے ساتھ ہم کو وضع قوانین کے اختیار کے مسئلے کی وسعت کے متعلق بحث کرنا چاہیئے۔

جس سلطنت کا دستور کلیتہً ناقابل ترمیم قرار دیا جاتا ہے وہ تمام کا تمام ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے بعض اجزاء از روئے قانون ناقابل تبدیل یا ترمیم ثابت ہوتے ہیں۔ قیام دستور کے وقت ہی اس کے بعض اجزاء مستقل اور بنیادی قرار دیدئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مقتدر جماعت بھی ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کر سکتی جس کے تفویض دستور میں ترمیم کرنے کا اختیار ہوتا ہے چنانچہ ممالک متحدہ امریکہ کے دستور کی پانچویں دفعہ میں یہ قاعدہ بتلایا گیا ہے کہ امریکہ کی کوئی ریاست اپنی رضامندی کے بغیر سینٹ (Senate) میں اپنے مساوی حق رائے دہی سے محروم نہیں کی جائیگی۔ اس قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس دفعہ میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دستور کے بعض حصے نہایت تک ناقابل ترمیم سمجھے جائیں گے۔ پس اس دوران میں فرمانروایانہ اختیار کس کو حاصل رہا ہے

۱۔ جن قانونی قیود کا فرماں روائی نہ قوت یا اختیار پر قائم کرنا ممکن ہے ان کے متعلق کتب مندرجہ ذیل دیکھنا چاہیئے:-

Jellinck, das Recht des modernen staates, I. pp 432-441;

Pollock, Jurisprudence, pp. 270-273, and. ed., sidgwick,

Elements of politics pp. 23-29, 623—638; Bryce, studies

in history and Jurisprudence, II, 71. چنانچہ لارڈ برائش کا قول ہے کہ

”قانونی فرماں روائی محدود ہو سکتی ہے یعنی کسی سلطنت کے قانون کا اس سلطنت میں کسی ایک شخص کو یا کسی ایک جماعت کو یا اس سلطنت کے جملہ باشندوں کو یا اس کی تمام جماعتوں کو جس کے یا جن کے ہاتھ میں

تیسرا ضمیمہ

مقولات قانونی

مقولات قانونی سے مراد ایسے ضرب الامثال ہیں جو قانون ملک میں رائج ہیں۔ جس طرح دوسری قسم کے ضرب الامثال کے محاسن اور معائب ہیں اسی طرح ان قانونی اقوال میں بھی خوبیاں اور برائیاں ہیں، یہ مقولات بھی ضرب الامثال کی مانند مختصر موثر اور پُر معنی جملے ہیں اور ان میں ایک حد تک صدق و صحت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ ان اقوال کے ذریعے سے قانون کے عام اصول کا اظہار تو ہوتا ہے لیکن اختصار عبارت کی وجہ سے ان کے ذریعے سے اُن مستثنیات اور ترمیمات کا جن پر یہ مقولات مبنی ہیں ممکن نہیں ہے لہذا محض مقولات قانونی کے ذریعے سے قانون ملک کا تحصیل کرنا مناسب نہیں ہے محض ان اقوال کی واقفیت سے کوئی شخص صحیح طور پر قانون مجرب کا آکساب نہیں کر سکتا۔ پھر بھی ان مقولات کے فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ گو بظاہر پڑھنے والے کو ان کی عبارت سے دھوکا ہوتا ہے اور اگر ان کے لفظی معنی لئے جائیں تو ان کی صحت میں ضرور شبہ ہوتا ہے لیکن یہ ایسے فقرات اور جملے ہیں جن کے ذریعے سے اُن مسائل قانونی کا اظہار کیا جاتا ہے جنکے تابع قانون مجرب یا قانون ملک ہے اور لطف یہ کہ مقولات مذکور مختصر و مفید اور عام فہم ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - وضع قانون یا حکومت عاملہ کا اعلیٰ اقتدار ہر ایک امر کے متعلق قانون بنانے یا مخصوص احکام اجرا کرنے کا حق نہ عطا کرنا ممکن ہے۔

Brown, Austinian Theory

of Law pp. 158-164.

وکلایا قانون پیشہ لوگوں کے لئے ان کو گویا شارٹ ہینڈ یعنی اختصار نویسی سمجھنا چاہئے لیکن جو لوگ قانون سے ناواقف ہیں وہ ان سے فائدہ اٹھانے کے عوض نقصان پاتے ہیں کیونکہ ان کے پورے مفہوم سے وہی شخص مستفید ہو سکتا ہے جو قانون میں مہارت کامل رکھتا ہے ورنہ اس قسم کے جملوں سے جس کی عبارت مختصر اور محذوف ہے عوام کو غلط فہمی کے سوا کچھ کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

عموماً تمام مقولات قانونی زبان لاطینی میں تحریر ہوئے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں کے اکثر اقوال قانون روم سے اخذ کئے گئے ہیں یا اُس کے تتبع میں ان کو لاطینی زبان میں لکھا گیا ہے۔ بعض مقولات قانونی ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ نہ تو قانون روم سے اور نہ وہ اُس قانون کے مقنین کے ذہن و فکر کا نتیجہ ہیں لہذا اس دوسری قسم کے اقوال قانونی کے بانی ازمنہ و سطلی کے مقنین کی قوت دماغی سمجھنا چاہیئے۔ ہم ذیل میں ایک فہرست ان اقوال قانونی کی پیش کرتے ہیں جو سب سے زیادہ مشہور اور اہم ہیں اس کے ساتھ ہی مختصر طور پر ان کی تشریح و تفسیر مع اسناد کتب کردی گئی ہے۔

1. ACTUS NON FACIT REUM NISI MENS SIT REA.

۱۔ (محض فعل جرم نہیں ہے جب تک فاعل کی نیت مجرمانہ نہ ہو)

قوانین ہنری اول جلد ۵۔ صفحہ ۲۸ (قوانین و ادارات قدیم انگلستان مرقیہ تھارپ جلد ۱۔ صفحہ ۱۱۵) ادارہ سوم کوک۔ فٹ نوٹ ۶۔

فعل کی وجہ سے مرتکب فعل مجرم نہیں قرار پا سکتا بشرطیکہ ارتکاب فعل کی نسبت اس کی نیت مجرمانہ نہ ہو۔ جب تک کوئی فعل نیت مجرمانہ کے ساتھ نہ کیا جائے جرم نہیں قرار پا سکتا جرم کی ذمہ داری فعل کی واقعیت پر منحصر نہیں ہے بلکہ فعل کے جرم تصور ہونے کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک خاص حالت یا صفت کے ساتھ کیا جائے اور جب تک مجرم کی ناجائز نیت یا غفلت مستلزم سزا کا وجود نہ پایا جائے وہ اپنے فعل کا ذمہ دار نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو

کتاب ہذا فصول ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۴۵۔

تیسرا نمبر

2. ADVERSUS EXTRANEOS VITIOSA POSSESSIO PRODESSE

SOLET.

ڈائجسٹ ۴۱-۲-۵۳-

قبضہ مقدم ان تمام اشخاص کے مقابلے میں جو اس سے دیرینہ قبضہ نہ بتلا سکیں ایک عمدہ حق ملکیت تصور ہوتا ہے۔ ایک شے یا جائیداد کے دعویداروں میں اس شخص کا قبضہ جو شے متنازعہ فیہ پر دوسروں سے پہلے قابض ہو گیا ہو دوسروں کے مقابلے میں بہتر ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قانون روم میں جس سے یہ مقولہ اخذ کیا گیا ہے قبضہ اولیں یا قبضہ مقدم کا ایک مخصوص مفہوم ہے اور اس کا خاص طور پر اطلاق کیا جاتا ہے یعنی اس مقولے کا تعلق ان چارہ کار سے ہے جو حصول قبضہ یا دخل اراہی کی بابت وضع کئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۶۱۔

3. APICES JURIS NON SUNT JURA.

۳۔ (قانونی مویشگافیاں اور باریکیاں صحیح قوانین نہیں ہیں)

قانونی اصول اور قواعد پر بلا لحاظ نصفت و عقل سلیم نہ تو عمل کرنا چاہیے اور نہ اسے انتہائی درجے کے نتائج اخذ کرنا لازم ہے۔ مثلاً قانون کا ایک اصول بعض قیود اور شرائط کے ساتھ جائز اور صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ان قیود کے باہر عدالت اس کا اطلاق کرنا چاہے تو وہی اصول غلط ثابت ہوتا ہے۔ لہذا قانون ملک میں اس امر کا لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ نئے قانون پر عمل کرنے سے جو غلطیاں پیدا ہوتی ہیں اور موجودہ قانون غلط ثابت ہوتا ہے اس کو رفع کیا جائے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۰۔

CESSANTE, RATIONE LEGIS CESSAT LEX IPSA

۴۔ (اس ضرورت کے باقی نہ رہنے سے وہ قانون بھی جو

اس کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے نافذ نہیں رہتا)

اس مقولے کا اطلاق قانون غیر موضوعہ (قانون عسرفی) اور قانون موضوعہ پر

جد اگانہ طریقے سے کیا جاتا ہے۔

(۱) قانون غیر موضوعہ۔ اس قسم کے قانون کے ہر ایک اصول یا قاعدہ کو اطلاق کرتے وقت عدالتوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ جس ضرورت یا غرض سے قاعدہ زیر بحث بنایا گیا تھا وہ باقی ہے کہ نہیں۔ اگر غرض مذکور باقی ہے تو قانون غیر موضوعہ میں قاعدہ زیر غور پرمعمل کرنا مناسب ہے ورنہ اس قاعدہ کو متروک العمل یا منسوخ سمجھنا چاہیئے۔ اگر غرض یا ضرورت قانون مفقود ہو گئی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ قانون بھی باقی نہیں رہا ہے۔

(۲) قانون موضوعہ۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ کا اثر اُس کے اُن الفاظ اور عبارت پر منحصر ہے جس کے ذریعے سے وہ وضع کیا جاتا ہے اس لئے اس مقولے کا قانون کو پر پوری طرح سے نہیں بلکہ کسی حد تک اطلاق کیا جاتا ہے۔ قانون موضوعہ کی تعبیر عموماً الفاظ یا عبارت قانون پر منحصر ہوتی ہے لہذا جس صورت میں اس قانون کے الفاظ سے عدالتوں کو اُس کے اطلاق کرنے میں کافی مدد نہیں ملتی ہے تو وہ غرض قانون زیر بحث کی متلاشی ہوتی ہیں۔ قانون موضوعہ کی نسبت یہ مقولہ اُسی وقت تک صحیح سمجھا جاتا ہے جب تک محدود طور پر اُس قانون کی تاویل کی جاتی ہے اور جب زیادہ وسعت سے اُس میں تاویل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک دوسرے مقولے سے جو اُس مقولے کا تمثیل ہے کام لیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے (Ubi eadem ratio ibi idem jus) (جہاں ضرورت یا غرض ایک ہی قسم کی ہے تو وہاں اُس قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے جو اُسی قسم کی ضرورت یا غرض کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے) ملاحظہ ہو فان جیرو (Vangero) جلد اول صفحہ ۲۵۔

5. COGITATIONIS POENAM NEMO PATITUR.

۵۔ (کوئی شخص محض خیال کیلئے مستوجب سزا نہیں ہے)

ڈائجسٹ ۴۸-۱۹-۱۸-

انسان محض اپنے خیال یا نیت کی بنا پر لائق تعزیر نہیں قرار پا سکتا جب تک انسان سے کوئی فعل ظاہر نہیں سرزد ہوا اُس فعل کا قانون میں لحاظ نہیں کیا جاتا قانون میں صرف ایسے افعال کی گرفت کی جاتی ہے جو انسان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں

اس پر بھی بعض مخصوص صورتوں میں عدالتیں اس مقولے کے عکس عمل کرتی ہیں اور
وہ مقولہ یہ ہے (Voluntas reputatur profacto) (نیت کو فعل سمجھا جائے)
ملاحظہ ہو فصل ۱۳۷۔

6. COMMUNIS ERROR FACIT JUS.

۶۔ (عام غلطی قانون بن جاتی ہے)

ادارہ چارم کوک صفحہ ۲۴ فٹ نوٹ۔ اس کا مقابلہ کیا جائے ڈاکی جیسٹ
جسٹی ٹی آن ۳۳۔ ۱۰۔ ۳۔ ۵۔ سے جس میں لکھا ہے کہ (Error jus facit) (غلطی
قانون بن جاتی ہے)۔

بعض وقت ایک غلط فیصلہ یا نظیر عدالت جائز اور صحیح قانون بن جاتا ہے
بشرطیکہ اغراض عدالت کی بنیاد پر اس کا منسوخ کرنا نامناسب سمجھا جائے اور اس نظیر
پر ایک عرصے تک ملک کی اکثر عدالتیں وثوق سے عمل کرتی رہی ہوں۔ ملاحظہ
ہو فصل ۶۵۔

7. CUIUS EST SOLUM EIUS EST USQUE AD COELM.

۷۔ (مالک قطع زمین اپنی زمین کا آسمان تک مالک ہے)

شرح کوک بر تصنیفات لٹل ٹن جلد ۴۔ رپورٹس مرتبہ کوک جلد ۹۔ صفحہ ۴۴۵۔
ملاحظہ ہو کتاب ۲۰ فصل ۱۵۵۔

8. DE MINIMIS NON CURAT LEX.

۸۔ (قانون میں خفیف امور یا ادنیٰ باتوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا)

فیصلہ جات مقدمات چالانی عہد الزبتھ صفحہ ۳۵۳۔ اس کا مقابلہ کیا جائے ازمنہ سٹی
کے مفسرین قانون روماکے مندرجہ ذیل مقولے سے: "پری ٹر کی توجہ خفیف امور کی طرف
نہیں مبذول ہوتی ہے یا پری ٹر چھوٹی چھوٹی باتوں کا لحاظ نہیں کرتا ہے۔" ڈرن برگ، پینڈیکٹن
جلد ۱۔ فصل ۴۰ نوٹ نشان ۵۔

قانون ملک میں خفیف امور کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اس مقولے کا تعلق ملک کے موجودہ اور واقعی قانون سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق قانون ذہنی سے ہے یعنی ایسے قانون سے ہے جس کا انسان تصور کر سکتا ہے اور جو بالفعل موجود نہ ہو۔ اس ماننے کے مختلف نظامات قانونی کا رجحان ضابطے اور طرز عمل کی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں پر گرفت کرنے کی جانب ہے اور اس کی وجہ سے معمولی اور سنگین غلطیوں میں مناسب اور موزوں طریقے سے فرق نہیں کیا جاتا ہے اور اس کو ان نظامات قانونی کے نقص کی دلیل سمجھنا چاہیے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۰۔

9. EX NUDO PACTO NON ORITUR ACTIO.

۹۔ (خالی عہد سے دعویٰ کرنے کا حق نہیں پیدا ہوتا ہے)

اس کا مقابلہ کیا جائے ڈائجسٹ ۲-۱۴-۷-۴ سے :- خالی عہد سے کسی قسم کی ذمہ داری نہیں پیدا ہوتی بلکہ ملاحظہ ہو سیمپل ۴-۶۵-۱۲۷ اس میں لکھا ہے کہ خالی عہد سے عدالت میں ناش کرنے کا حق نہیں پیدا ہو سکتا۔

انگریزی قانون میں اس مقولے کی رو سے کوئی معاہدہ جائز اور قابل نفاذ نہیں ہو سکتا جب تک عہد کے لئے کوئی بدل قانونی نہ قرار دیا جائے (Nudum pactum) یعنی عہد خالی سے مراد عہد بلا بدل ہے اور عہد بلا بدل ایسے وعدے کو کہتے ہیں جس کے کرنے کی نسبت کوئی معاوضہ یا بدل نہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن قانون روا میں اس مقولے کا ایک دوسرا مفہوم اور اثر ہے اور اس لحاظ سے کوئی اقرار نہ تو قابل نفاذ قرار پاتا ہے اور نہ اس کی پابندی فریقین پر لازم آتی ہے جب تک کہ اس کا شمار اس قسم کے معاہدات میں نہ کیا جائے جو از روئے قانون جائز سمجھے جاتے ہیں قانون بد کو روا میں اس قسم کا کوئی اصول طے نہیں پایا تھا کہ وہی اقرار از روئے قانون قابل تحصیل و نفاذ قرار پاسکتا ہے جبکہ لئے کسی قسم کا بدل طے پایا ہو۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴۔

10. EX TURPI CAUSA NON ORITUR ACTIO.

۱۰۔ (خلافت یہند یا خلاف قانون معاہدے یا معاملے سے حق ناش نہیں پیدا ہوتا)

اس کا مقابلہ کیا جائے ڈائجسٹ ۴-۲-۱۲-۱ سے جس میں لکھا ہے کہ

تیسرا ضمیمہ

کسی شخص کو خلاف تہذیب معاہدے یا ایسے معاملے سے جو اخلاقی بُرائی یا معصیت پر مبنی ہو حق ناش نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس مقولے کا مطلب صاف ہے، فریقین سے کوئی ایک فریق بشرطیکہ اقرار خلاف قانون یا خلاف اخلاق ہو۔ اس اقرار کو نہ تو نافذ کر سکتا ہے اور نہ اُس جائد کو نذرِ عیہ عدالت واپس پاسکتا ہے جو اُس اقرار کے ذریعے سے اُس سے منتقل ہو کر دوسرے فریق کے قبضے میں آئی ہو۔ ذیل کا مقولہ اس مقولے کے ہم مضمون ہے (In pari delicto potior est conditio defendentis) جس کے معنی ہیں کہ اگر فریقین دعویٰ فعلِ ناجائز میں برابر کے شریک ہوں تو مدعی علیہ کی حالت بہتر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴۔

11. IGNORANTIA FACTI EXCUSAT, IGNORANTIA JURIS NON EXCUSAT.

۱۱۔ (لا علمی واقعہ کا عذر ہو سکتا ہے لیکن ناواقفیت قانون کا عذر نہیں کیا جاسکتا)

ڈائجسٹ ۲۲-۶-۹ کی تہید میں اسی کے ہم مضمون ذیل کا مقولہ درج ہے:-
قانون کا یہ ایک اصول یا قاعدہ ہے کہ ہر ایک شخص کو ناواقفیت قانون (کے عذر) سے نقصان پہنچتا ہے لیکن ناواقفیت واقعات (کے عذر) سے کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی۔ ملاحظہ ہو فصول ۱۲۶-۱۲۷۔

12. IMPOSSIBILITUM NULIA OBLIGATIO EST.

۱۲۔ (غیر ممکن چیزوں کے کرنا فی مہاری کسی شخص پر عائد نہیں کیا جاسکتی)

اسی کے ہم مضمون ایک قاعدہ ڈائجسٹ ۵۰-۱۷۵-۱۸۵ میں درج ہے۔ علیٰ ہذا القیاس:-
قانون کسی شخص کو غیر ممکن کام کی انجام دہی کیلئے مجبور نہیں کر سکتا۔ ہر ایک شخص کو کسی کام کے کرنا کا ذمہ دار ہو
اُسکے غیر ممکن ہونے کے عذر سے اُسکی تعمیل سے اپنے کو بچا سکتا ہے لیکن اس قاعدہ کا اثر اور اطلاق محدود ہے۔

13. IN JURE NON REMOTA CAUSA SED PROXIMA SPECTATUR

۱۳۔ (قانون میں کسی امر یا واقعے کے سبب سبب پر لحاظ کیا جاتا ہے)

مقولات قانون ملک مصنفہ بیکن جلد ۱ (Bacon's maxims of the Law, 1)

ہر ایک شخص اپنے فعل کے تمام نتائج کے واسطے ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اُس فعل کے اُنہیں نتائج کی ذمہ داری اُس پر عائد کی جاتی ہے جو اُس کے فعل سے قدرتا پیدا ہو سکتی ہوں یا جن کے پیدا ہونے کا احتمال اور قرینہ موجود ہو یعنی انسان اپنے افعال کے اُنہیں نتائج کا ذمہ دار ہو سکتا ہے جن کا وقوع فعل کے قبل اُس نے اندازہ کیا ہو یا جسکا اندازہ وہ کر سکتا تھا لیکن غفلت سے نہ کیا ہو۔

14. IN PARI CAUSA POTIOR EST CONDITO POSSIDENTIS.

۱۴۔ (جب فریقین مقدمہ کے حقوق برابر ہوں تو اُس فریق کا حق بہتر ہے جس کو

شے متنازعہ کا قبضہ حاصل ہو)

ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۱۲۸ کی تہدید میں اُس کے ہم مضمون ذیل کا فقرہ درج ہے (In pari causa possessor potior haberi debet) جس کا مفہوم ہے کہ حقوق فریقین کی مساوات کی صورت میں فریق قابض کا حق زیادہ قوی سمجھا جاتا ہے۔ اسی کے ہم معنی فقرات ڈائجسٹ کے دوسرے مقامات میں بھی درج ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ڈائجسٹ ۲۰-۱-۱۰-۱ اور ڈائجسٹ ۶-۲-۹-۴۔

قانون ملک یا قانون مجرد میں قبضہ اور ملکیت، واقعہ اور حق، تمتع یا تصرف اور حقیقت ایک دوسرے کے مساوی اور مشابہ تصور ہوتے ہیں۔ لہذا ہر ایک شخص اُس شے کو جو اُسے حاصل ہو گئی ہے اُس وقت اپنے پاس رکھنے کا مجاز ہے جب تک کوئی دوسرا شخص اپنے حق کو قابض کے حق سے بہتر حق نہ ثابت کرے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۰۷۔

15. IN PARI DELICTO POTIOR EST CONDITIO DEFENTIS.

۱۵۔ (جب فریقین فعل ناجائز میں برابر ہیں تو مدعی کی حالت بہتر سمجھی جاتی ہے)

ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۱۵۴ میں یہ فقرہ اس مقولے کے ہم مضمون مرقوم ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اگر قصور میں دونوں فریق برابر ہیں تو قانون کی رو سے اس فریق کا محاظ

تیسرا ضمیمہ

کیا جائیگا جو فی الواقع شے تنازعہ پر قابض ہے۔
اس مقولے کا بھی تقریباً وہی اثر ہے جو دوسرے مقولے کا ہے۔

16. INTER ARMA LEGES SILENT.

۱۶۔ (ہتھیاروں کی جھجکا یعنی آوازہ جنگ میں قانون خاموش رہتا ہے)

سیسرو، پرو میلون، جلد ۴، صفحہ ۱۰۔ (Cicero, pro milone, IV, 10.)

اس مقولے کے دو مفہوم ہیں یا اس کا دو طرح سے اطلاق کیا جاتا ہے:-
(۱) کسی ایک سلطنت اور اس کے بیرونی دشمنوں کے درمیان سلطنت مذکور کے قوانین بالکل ساکت و صامت رہتے ہیں۔ جنگ کے زمانے میں کسی اجنبی دشمن یعنی ایسے شخص کو جو سلطنت دشمن کی رعیت یا شہری ہو دوسری سلطنت کی عدالتوں کے ذریعے سے جس سے اس کی سلطنت برسرِ قیام ہو حمایت قانون کے طلب کرنا حق حاصل نہیں ہے۔ سلطنت غیر کے قانون میں اجنبی دشمن کی کوئی قانونی شان نہیں سمجھی جاسکتی ہے اور حکومت غیر اس کے مال کے ساتھ جس طرح چاہے پیش آسکتی ہے (۲) خانہ جنگی کے زمانے میں برائے ضرورت قانون ملک ساکت اور صامت کیا جاتا ہے اور رعایا نیز شہریوں کے حقوق نظر انداز کئے جاتے ہیں (Necessitas non habet legem) ضرورت کے لئے کوئی قانون نہیں ہے یعنی ضرورت نہ تو کسی قانون کی تابع ہے اور نہ کوئی قانون اس سے واقف ہے) جب ملک میں بغاوت برپا یافتہ و فساد کی آگ مشتعل ہو تو تحفظ سلطنت اور امن عامہ کے قائم کرنا کی غرض سے غیر عدالتی قوت سے کام لیا جاسکتا ہے امن کے زمانے میں عدالتوں کی ان معمولی کارروائیوں کے ذریعے سے جو قانون ملک کی مقرر کردہ ہیں رعایا کی کشتی کا انسداد کیا جاتا ہے لیکن ناجائز اور عام شورش کے زمانے میں سلطنت قانون ملک کو ملتوی اور عدالتوں کو معطل قرار دیکر غیر عدالتی قوت یعنی بزورِ شیر اندرونی فتنہ و فساد کو فرو کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۳۶۔

17. INVITO BENEFICIUM NON DATUR.

۱۷۔ (بلا طلب کسی کو فائدہ نہیں پہنچایا جاسکتا)

مقابلہ طلب ڈائجسٹ ۵۰ - ۱۷ - ۶۹ -

کسی شخص کو اُس کی خواہش کے بغیر منجانب قانون حقوق یا فوائد نہیں عطا کئے جاتے۔ جو شخص اپنے حق سے بے پروائی یا دست برداری کرتا ہے یا جو اپنے حق کا ادا نہ کرے اُس کا حق زائل ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۲۔

18. JURIS PRAECEPTA SUNT HAEC : HONESTE VIVERE,

ALTERUM NON LAEDERE, SUUM CUIQUE TRIBUERE.

۱۸۔ (قانون کے اوامرو احکام محکم حسب ذیل ہیں :- ایمان داری سے پیش آنا یعنی تقویٰ کے کا اختیار کرنا دوسرے کو اذیت و ضرر نہ پہنچانا، ہر

شخص کو جو اس کا ہے دیدینا یعنی حق الناس کا لحاظ کرنا)

مقابلہ طلب ڈائیجسٹ ۱-۱-۱-۱، جسٹی نی آن انسٹی ٹیوٹس ۱-۱-۳۔

» قانون مجرد یا قانون ملک کے یہ احکام محکم ہیں :- ایمان داری سے

پیش آنا، دوسرے کو ضرر نہ پہنچانا اور ہر ایک شخص کو اُس چیز کا دینا جو اُس کی ہے۔ بعض مصنفین نے ان اوامر قانونی کو اُسی منطقی تقسیم کی بنا پر جس کی رو سے قانون نام کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں تین انواع میں منقسم کیا ہے لیکن حقیقت حال اسکے برعکس ہے۔ اگرچہ اس مقولے کے ذریعے سے تین قسم کے فرائض قانونی کا تعین کیا گیا ہے اور ان کے جداگانہ نام رکھے گئے ہیں لیکن اصل میں یہ تین فرائض مختلف نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں البتہ ان کا مختلف طور پر اظہار کیا گیا ہے۔

ان تینوں میں کا ہر ایک کا فرض بذات خود ایسا وسیع ہے کہ جس قدر قانونی فرائض ہیں وہ سب اس میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ قانون روم میں انصاف کی جو تعریف کی گئی ہے اُسی کو کسی قدر تبدیل کے ساتھ اس مقولے کا تیسرا فرض قرار دیا گیا ہے۔ انصاف سے مراد ایسی دائمی اور مسلسل خواہش ہے جس کی بنا پر جو شخص جس چیز کا مستحق ہے اس کو وہ دی جاتی ہے۔

مقابلہ طلب ڈائیجسٹ ۱-۱-۱-۱، تہبید، انسٹی ٹیوٹس جسٹی نی آن

۱-۱-۱-

تیسری

19. JUS PUBLICUM PRIVATORUM PACTIS MUTARI NON POTEST.

۱۹۔ (فریقین اپنے خانگی معاہدے کے ذریعے سے عام قانون کو نہیں بدل سکتے ہیں)

ملاحظہ طلب ڈائجسٹ ۲-۱۲-۳۸-نیز ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۴۵-۱-۱-

جس پہلی کلم (Jus publicum) سے مراد قانون ملک کا وہ جزو ہے جو عامۃ الناس کے حقوق اور فوائد سے متعلق ہوتا ہے اور اس کا اثر مطلق سمجھا جاتا ہے لہذا قانون مذکور کے اس حصے کا اس قانون معاہدہ کے ذریعے سے بدلتا یا منسوخ کرنا ممکن نہیں ہے جس کو خانگی اشخاص اپنے اقرار کے ذریعے سے بناتے ہیں۔ اس مقولے کا ہم مضمون مقولہ ذیل ہے:-

(Modus et conventio vincunt legem)

(رسم اور اقرار کے ذریعے سے قانون باطل یا منسوخ قرار پاتا ہے) ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴

20. MODUS ET CONVENTIO VINCUNT LEGEM.

۲۰۔ (رسم اور اقرار قانون کو باطل کرتے ہیں)

رپورٹ کوک جلد ۲-صفحہ ۴۳۷-

خانگی معاہدے کے قانون کے ذریعے سے انگلستان کے قانون غیر موضوع کے اکثر و بیشتر حصے کا خارج کیا جانا ممکن ہے چنانچہ فریقین کے درمیان قانون کا اخذ اُن کا اقرار سمجھا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصول ۱۱- اور ۱۲۲-

21. NECESSITAS NON HABET LEGEM.

۲۱۔ (ضرورت کیلئے کوئی قانون نہیں ہے)

ملاحظہ طلب مقولات قانونی، ۵ (Necessitas inducit

privilegium) (ضرورت سے رعایت کی جاتی ہے) اس مقولے کے ذریعے سے

قانون ضرورت (Jus necessitas) کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل

22. NEMINEM OPORTET LEGIBUS ESSE SAPIENTIOREM.

۲۲۔ (کسی شخص کو قانون ملک سے زیادہ عالِم و دانا نہ ہو۔ کی ضرورت نہیں ہے)
 لیکن، ڈی آگسٹینس کتاب ۸ مقولہ ۵۸۔ ملاحظہ طلب حنلث و بدائع ارسطو۔
 جلد ۱ فصل ۵ فقرہ ۱۲۔

قوانین ملک سے زیادہ عقلمند ہونے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ مابزنس
 اپنی کتاب لی وی تھین کے انیسویں باب میں لکھا ہے کہ "قانون ملک سے مراد
 عوام کی یا سرکاری ایمان داری ہے" اور ہر ایک شہری پر اس ایمان داری کیساتھ
 و قادیاری کرنا فرض ہے، ہر ایک شہری کی ایسی وفا شکاری اور وابستگی کو کوئی شے
 منقسم نہیں کر سکتی اور نہ اس ایمان داری میں لوگوں کے ذاتی خیالات اور انصاف
 و ضرورت کو دخل ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۹۔

23. NEMO PLUS JURIS AD ALIUM TRANSFERRE POTEST, QUAM
IPSE HABERET.

۲۳۔ (کوئی شخص اپنے حق سے بہتر کسی کو وہ دوسرے کو منتقل کرتا ہے نہیں دیکتا)
 ملاحظہ طلب ڈائجسٹ ۵۰۔ ۱۶۔ ۵۴۔

منتقل الیہ کا حق منتقل کنندہ کے حق سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ اس مقولے کا
 ہم مضمون بقولہ ذیل ہے:۔ (Nemo dat quod non habet.) (جس شخص
 کے پاس جو چیز نہ ہو وہ اس کو دوسرے کو دے نہیں سکتا) ملاحظہ ہو فصل ۱۶۳۔

24. NEMO TENETUR SE IPSUM ACCUSARE.

۲۴۔ (کوئی شخص اپنے پر الزام قائم کرنے کیلئے مجبور نہیں ہے)

قانون نے کسی شخص کو اپنے پر آپ الزام لگانے کے لئے مجبور نہیں کیا ہے۔
 اور نہ کوئی شخص از روئے قانون اپنے خلاف آپ شہادت دینے کے لئے مجبور
 کیا جا سکتا ہے۔ اس مقولے کا تعلق اب قانون فوجداری سے مخصوص ہو گیا ہے۔

تیسری

لاحظہ ہو فصل ۱۵-۱۶

25. NEMO DAT QUOD NON HABET.

۲۵۔ (کوئی شخص اس حق سے بہتر حق جو اس کو حاصل ہے نہیں دے سکتا)

لاحظہ ہو فصل ۱۶۳-

26. NON OMNE QUOD LICET HONESTUM EST.

۲۶۔ (ہر ایک بات جو از روئے قانون جائز ہو مطابق ایمان نہیں ہے)

لاحظہ طلب ڈائجسٹ ۵۰-۱۶-۱۴۴-تہید-

ایسی تمام چیزیں جن کو قانون نے جائز قرار دیا ہے۔ مطابق ایمان نہیں ہیں۔
ضابطہ اور دیگر طرز کے ناقص لیکن ضروری کارروائیوں کی بنا پر قانون ملک کی جانب
سے لوگوں کو بعض ایسے حقوق اور آزادیاں حاصل ہو جاتی ہیں جن کے طلب کرنے
کے لئے کسی انصاف پسند اور ایمان شخص کو جرأت نہیں ہو سکتی اور نہ ان پر وہ
عمل کر سکتا ہے۔

27. NULLUS VIDTUR DOLO FACERE, QUI SUO JURE UTITUR.

۲۷۔ (جو شخص اپنے حق کو استعمال میں لاتا ہے اس کا وہ عمل فعل ناجائز نہیں تصور ہو سکتا)

لاحظہ طلب ڈائجسٹ ۵۰-۱۶-۵۵-

کوئی ایسا فعل جو بنفسہ جائز ہو محض کسی خاصمانہ یا ناجائز تحریک کی وجہ سے
قانون میں ناجائز تصور نہیں ہو سکتا۔ یہی ہم یہ مقولہ چند اہم شرائط اور قیود سے خالی نہیں ہے
لاحظہ ہو فصل ۱۳۶-

28. QUI FACIT PER ALIUM, FACIT PER SE.

۲۸۔ (جو شخص کسی دوسرے کے ذریعے کوئی کام کرتا ہے گویا اس کا کام خود کر رہا ہے)

لاحظہ طلب شرح کوک پر تصنیفات لٹل ٹن صفحہ ۲۵۸-الف (Co. Litt 258 a)

جو شخص کسی دوسرے شخص کی معرفت یا توسط سے کوئی کام کرتا ہے اُس کی نسبت تصور کیا جاتا ہے کہ اُس نے اُس کام کو اپنی ذات سے کیا ہے۔

29. QUI PRIOR EST TEMPORE POSTERIOR EST TURE.

۲۹۔ (جو شخص بلحاظ وقت پہلا ہے اُسی کا حق بہتر اور زیادہ اہم ہے)

ملاحظہ طلب مجموعہ قوانین شہنشاہ جی ٹی نی آن ۸-۱۶-۳۰: اُسی شخص کا حق یا دعویٰ جو وقت کے لحاظ سے پہلا ہے دوسرے دعویداروں کے حق سے بہتر اور قوی ہے۔ ایسی صورتوں میں جہاں دو دعویداروں کے حقوق تقریباً مساوی پائے جائیں تو اُس شخص کے حق کو ترجیح دی جاتی ہے جس نے اُسے دوسرے شخص کی نسبت پہلے حاصل کیا ہے بشرطیکہ شخص کو غرض کو کسی اور وجہ سے مقدم سمجھنے کی ضرورت نہ ہو۔ ملاحظہ ہو فصل ۸۵۔

30. QUOD FIERI NON DEBET, PAC TUM VALET.

۳۰۔ (اگر وہ امر جس کو نہ ہونا چاہئے تھا ہو جائے تو اُس کو قانون میں بالکل جائز سمجھا جاتا ہے)

ملاحظہ طلب رپورٹ کوک جلد ۷ صفحہ ۳۸۔

ہر ایک قسم کا خلاف قانون کام ہمیشہ کا عدم نہیں ہو سکتا مثلاً رسوم شادی کے ادا کرنے میں یا عقد نکاح میں کسی قسم کی ایسے ضابطگی ہو جانے سے نکاح کا عدم نہیں ہوتا بلکہ جائز سمجھا جاتا ہے حالانکہ ضابطے کی پابندی کرنا مستحسن اور مطابق قانون ہے ایسا ہی جو فیصلہ خلاف قانون صادر کیا جاتا ہے اگر قطعی ہو جائے تو جب تک وہ منسوخ نہ ہو آئندہ کے لئے نظیر قرار پاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۶۶۔

31. RES JUDICATA PRO VERI TATE ACCIPITUR.

۳۱۔ (فیصلہ جو کسی امر کی نسبت صادر ہو صحیح تصور کیا جاتا ہے)

ملاحظہ طلب ڈائجسٹ ۱-۵-۲۵۔

اُسی امر کی بابت جس کا فیصلہ کسی عدالت سے کیا گیا ہو اُس عدالت کا فیصلہ

فریقین کے درمیان شہادت قطعی ہے۔ اسی اصول کو امر تجویز یا فیصل شدہ کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیے
ہو فصل ۶۷۔

32. RESPONDEAT SUPERIOR.

۳۲۔ (مالک کو جوابدہی کرنی چاہئے)

ملاحظہ طلب ادارہ چہارم کوک (Coke's fourth inst.) صفحہ ۱۱۳۔
ہر ایک مالک کو اپنے لازم کے قصور کے متعلق اسی طرح سے جوابدہی کرنا چاہئے
جس طرح اس کو اپنے ناجائز افعال کے لئے جواب دہی کرنا لازم ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۹۔

33. SIC UTERE TUO UT ALIENUM NON LAEDAS.

۳۳۔ (اپنی جائداد کو اس طرح استعمال کرنا چاہئے کہ دوسرے کی جائداد کو نقصان نہ پہنچے)

ملاحظہ طلب رپورٹ کوک جلد ۹ صفحہ ۱۵۹۔
ہر ایک شخص کو اپنی جائداد اس طرح استعمال کرنا چاہئے کہ اس سے دوسرے
شخص کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقولہ ایک دوسرے مقولے کا ضروری
استثنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو اپنی شے کے ساتھ جس طرح چاہے پیش
آنے کا اختیار ہے یعنی ہر ایک شخص اپنی جائداد کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔
ملاحظہ ہو فصل ۱۵۴۔

34. SUMMUM JUS SUMMA IN JURIA.

۳۴۔ (سختی قانون شدت ضرر)

ملاحظہ طلب سیرو و تہذکرۃ افعال ناجائز (Cicero, de off. 1. 10. 33.)
اگر نصفت کی آمیزش سے قانون کی سختی کم نہ کی جائے اور قانون
اُسی طرح غیر معتدل حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اہل ملک کے حق میں عدل
و انصاف کے بجائے منجانب حکومت ظلم و تعدی کی اشاعت ہوگی۔ ملاحظہ ہو
فصول ۱۰-۱۳۔

35. SUPERFICIES SOLO CEDITE.

۳۵۔ (سطح زمین سے جو شے ملحق ہو وہ اُس کا جزو بن جاتی ہے)

ملاحظہ طلب گاہیں ۲-۳۔

جو شے زمین سے ملحق ہو وہ اُس کا جزو بن جاتی ہے یعنی زمین کے مثل اُس کی ملحقہ اشیا جائیداد غیر منقولہ متصور ہوتی ہیں۔ ملاحظہ طلب انسٹی ٹیوشن ہسٹری فی آن ۲-۱-۲۹ (Omne quod inaedificatur solo cedit) (ہر ایک شے جو کسی قطعہ زمین پر بنائی جاتی ہے وہ اُس میں داخل ہو جاتی ہے) ملاحظہ ہو فصل ۱۵۵۔

36. UBI EADEM RATIO, IBI IDEM JUS.

۳۶۔ (یکسانیت و یکسانیت قانون کے جہاں جہاں قانون وہی کیا ہے)

یہ مقولہ جو تھے مقولے کا تہمتہ ہے۔ انگریزی قانون غیر موضوعیہ یا قانون عرفی کے کسی ایک قاعدے میں ایسے تمام مقدمات کو داخل سمجھنا چاہیے جن پر قاعدہ مذکور کے اطلاق کرنے کی ایک ہی وجہ پائی جاتی ہو لیکن ناقص اور نامکمل قانون موضوعہ کی شکل میں وجہ یا ضرورت قانون کے لحاظ سے قانون مذکور کے تعبیر کرنے میں جس قدر وسعت دی جائے جائز ہے۔ ملاحظہ ہو فیما بخر و جلد ۱۔ فصل ۲۵۔

37. UBI JUS IBI REMEDIUM.

۳۷۔ (جہاں حق ہے وہاں اُس کا چارہ کار بھی ہے)

ملاحظہ طلب مقولہ مقننین یا مفسرین قانون روما (Nec actio deesse debet)

Ubi jus non deest Puchta H. sect, 208. n.b. { بکنا جلد ۲ فصل

۲۰۸ نوٹ (ب)}

اگر کسی حق کا وجود ہو تو اُس کے حاصل کرنے کے لئے کسی چارہ کار یعنی عدالت میں رجوع کر نیے طریقے کا موجود ہونا لازم ہے یعنی قانون اصلی کے

ذریعے سے قانون ضابطہ کے حدود میں کئے جاتے ہیں اور اُس کا عکس یا ضد
صحیح نہیں ہے۔ ضابطے میں حصول حقوق کے جو چارہ کار مقرر کئے جاتے ہیں انکی
بنیاد قانون اصلی ہے، قانون اصلی میں جن حقوق کو تسلیم کیا جاتا ہے ان کی رو سے
ان کے حاصل کرنے کے طریقوں کا ضابطہ تعین کیا جانا چاہیے لہذا ضابطہ اس قدر
جامع ہونا چاہیے اور اُس میں اس طرح کشادگی اور تنگی کا مادہ ہونا چاہیے کہ جو حقوق
قانون اصلی کی رو سے قائم کئے جاتے ہیں ان تمام کے حاصل کرنے کے
چارہ کار یا ذرائع اُس میں داخل سمجھے جائیں۔ لیکن قدیم زمانے کے دساتیر قانونی میں
ضابطہ عدالت کا یہ اصول نہ تھا بلکہ اقسام دعویٰ اور چارہ کار کے ذریعے سے حقوق
کا تعین کیا جاتا تھا اور زمانہ موجودہ میں اُس کے عکس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی حقوق
کے ذریعے سے ان کے چارہ کار یا ان کے حاصل کرنے کے طریقے اور دعوے
محین کئے جاتے ہیں بالفاظ دیگر اس زمانے میں اقسام دعویٰ یا چارہ کار کے ماخذ
حقوق ہیں اور قدیم زمانے میں حقوق کے ماخذ اقسام دعویٰ اور چارہ کار سمجھے جاتے
تھے اس لئے قدیم زمانے کے قانون کے لحاظ سے بقول زیر بحث کی وہ شکل نہ
تھی جو اس فقرے کے عنوان میں تحریر ہوئی ہے بلکہ وہ اس کا عکس تھا یعنی
(Vbi remedium ibi jus) جہاں چارہ کار ہے وہاں حق ہے۔

38. VIGILANTIBUS NON DORMIENTIBUS JURA SUBVENIUNT.

۳۸۔ (قوانین بیدار کی نہ کہ خفتہ کی مدد کرتے ہیں قانون غافل کی نہیں کرتا)

ملاحظہ طلب ڈائجسٹ ۴۲ - ۸ - ۲۴: (Jus civile vigilantibus scriptum est)
(شخص بیدار کے لئے قانون ملک اپنی قانون روم قانون کتب بینی
قانون موضوعہ ہے)۔

قانون ملک ان لوگوں کے لئے بنا ہے جو بیدار ہیں نہ ان لوگوں کیوں اسلئے
جو خواب غفلت کے متوالے ہیں جو شخص اپنے حقوق سے غفلت کرے وہ ان کو
کھو بیٹھتا ہے۔ یہی اصول قانون قدامت کی بنیاد ہے۔ ملاحظہ ہو تفصل

39. VOLENTI NON FIT IN JURIA.

تیسرا ضمیمہ

۳۹۔ (جو شخص جس امر کے متعلق اپنی رضامند غلطی کر دے اس کے حق میں غم نہیں سمجھا جاتا)

لا حظ طلب ڈائجسٹ ۶ ص ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۵ Nulla injuria est, quae

in volentum fiat

(جس ضرر کے متعلق انسان رضامند ہو وہ اس کے لئے ضرر نہیں ہو سکتا)۔
جو شخص کسی کام کے کئے جانے کی نسبت رضامند ہو تو اس کام کے ہونے
کے بعد اس امر کی شکایت نہیں کر سکتا کہ اس سے اس کو ضرر پہنچا۔ کوئی شخص اپنے حق سے
دست بردار ہونے کے بعد اس کے پامال یا زائل ہونے کی نسبت وادخواست نہیں
کر سکتا۔

چوتھا حصہ

تقسیم قانون ملک

اقسام قانون مجرّم

انگریزی قانون کی تقسیم کسی باقاعدہ اور سوزوں طریقے پر نہیں کی گئی ہے۔ چونکہ لوگوں نے اس نظام قانون کو ترتیب دیا اور اس کی تفسیر و توضیح کی ہے اُن لوگوں نے اس ترتیب کی بنا کسی مخصوص اور اصولی طریقہ تقسیم کو نہیں قرار دیا بلکہ قانون مذکور کے مختلف طبقات اور اصناف کا آپس میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ بہر حال مسئلہ تقسیم کے متعلق یقینین کی دو جگہاں رائیں ہیں۔ جن علمائے قانون نے اصول اور نظریات قانون کی طرف زیادہ توجہ کی ہے وہ قانون کی حالت ظاہری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اُن کی رائے میں نفس قانون سے زیادہ صورت قانون یعنی قانون کے اقسام و اصناف اہم ہیں اور اس لئے وہ تقسیم کے ذریعے سے قانون ملک کے مختلف اقسام و طبقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی رائے میں جس طرح دیگر ذمیوی امور میں خاص منطقی اصول کی بنیاد پر ترقی ہوئی ہے اُسی طرح قانون نے بھی انہیں اصول کی رو سے نشو و نما پائی ہے اور جب دوسرے ہر ایک علم کے منطقی اصول پر تقسیم کی گئی ہے تو قانون مجرّم کی بھی انہیں اصول کے مطابق تقسیم ہونی چاہئے چنانچہ عام انسانی ادارات کے متعلق کسی فلسفی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ ادارات انسان کے فائدے اور استعمال کی غرض سے ایجاد کئے گئے ہیں نہ اس غرض سے اُن کا وجود ہوا ہے کہ فرشتے آسمانوں میں بیٹھے ہوئے

چوتھا نمبر

اُن ادارات کی کمال خوبی اور سب سے عیبی کا تصور کر کے لطف اٹھاتے رہیں چونکہ قانون ملک ہی ایک انسانی ادارہ ہے اس لئے ہماری رائے میں اس مقولے کا اس پر بھی صدق ہو سکتا ہے۔ کسی انسانی ادارے کی خوبی اس امر پر منحصر نہیں ہے کہ جس قدر مثالی خوبیاں اور محاسن ہیں اُن سب کا وہ مجموعہ بن جائے یا جہاں تک انسان کا تصور رسائی کر سکتا ہے وہاں تک اس ادارے کو کمال اور بے نقص بنایا جائے۔ بلکہ انسانی ادارے کی خوبی اور کمال کی آزمائش اس امر پر موقوف ہے کہ عملی طور پر انسانوں کو اُس ادارے سے کہاں تک فائدہ پہنچا ممکن ہے لہذا علمائے قانون کا دوسرا گروہ پہلے خیال کے خلاف ہے اور اُس کی رائے میں قانون کی شکل ظاہری یعنی تقسیم قانون اُس قدر مفید اور ضروری نہیں ہے جس قدر کہ اصل یا نفس قانون اہم ہے۔ لیکن ہماری رائے میں ان دو متضاد گروہ کے انتہائی خیالات پر عمل کرنیکی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر گروہ ان دونوں کے بین تقسیم قانون کا ایک تیسرا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس کے ذریعے سے قانون کی عملی ضرورتیں بھی تکمیل پا سکیں اور تقسیم قانون کے جو فوائد ہیں ہم اُن سے بھی مستفید ہو سکیں۔ اگر غیر منقسم قانون کے استعمال کرنے میں سہولت ہے تو اُس کا غیر منقسم حالت میں رکھا جانا مناسب ہے اور غیر منقسم قانون کو منقسم قانون پر ترجیح دینی چاہئے۔ انگریزی قانون کے مختلف اجزاء کے لئے جو تسمیہ قرار پا گیا ہے یعنی اُس کے مختلف حصص کے جو نام مقرر ہو گئے ہیں اور جن سے لوگوں کے کان آشنا ہیں انہیں منطقی اصول یا منطقی تقسیم کی بنا پر رد و بدل کرنے میں لوگوں کی پریشانی کے سوا اُن اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ انگریزی قانون کی بنیاد اور اُس کی ترقی کا ذریعہ واقعات اور حادثات تاریخ ہیں لہذا اُس کو ایسے قواعد میں منتقل اور تبدیل نہ کرنا چاہئے جن کی منطقی اور علمی طریقے تقسیم کی گئی ہو۔ قانون مجرد کی تقسیم چند مطمحات نظر پر مبنی ہے اور اُس کے اکثر اجزاء ایسے ہیں جن کا تقسیم کیا جانا جائز اور ضروری ہے تاہم قانون مذکور کے ہر ایک منقسمہ طبقے کا اُسی ایک اصول پر قائم رکھا جانا جس پر اُس کی تقسیم منحصر کی جاتی ہے مناسب ہے لیکن تقسیم کے متعلق جو چند اصول علی سبیل التبدل پیش کئے جاتے ہیں ہم کو اُن کے اختیار کرنے میں مصلحت اور مقتضائے وقت کا لحاظ کرنا چاہئے۔ لہذا تقسیم کے ان دو متضاد اصول میں سے ہم کو کسی ایک اصول کی پابندی کرنا لازم نہیں ہے بلکہ تقسیم کے دونوں طریقوں سے

فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انگریزی قانون کی موجودہ تقسیم کے لحاظ سے اس کے چند طبقات چوتھا یہ
 ایسے ہیں جن میں جدید اصول کی بنا پر بظاہر دوبارہ تقسیم کرنے کی ضرورت پائی جاتی ہے
 کیونکہ ایک طبقے کے قواعد دوسرے طبقے کے قواعد میں داخل اور خارج
 ہونے کے قابل ہیں لیکن مصلحت اس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ قانون مذکور کے
 ان طبقات کی از سر نو تقسیم کی جائے بلکہ موجودہ تقسیم کا بحال رکھنا مناسب ہے۔
 بہر حال ہماری رائے میں انگریزی قانون کو تقسیم کرنے کا وہی ایک طریقہ اطمینان بخش
 ہو سکتا ہے جس کے اختیار کرنے سے موجودہ اسمیہ قانون میں جو قوم کے زبان و
 ہو گیا ہے متاثر نہ پیدا ہو اور قانون کا ہر ایک منقسمہ حصہ اس طرح جامع اور
 موزوں ہو کہ اس کے نہایت اہم خصوصیات اور تعلقات کا اس طبقے میں بخوبی
 انکشاف ہو سکے نیز اس تقسیم کے ذریعے سے قانون ملک کی مخلوط اور گنجلک
 حالت رفع ہو کر وہ واضح اور جامع بن جائے۔

۱۔ جزوی تمہیدی قانون مجرد

مجموعہ قانون مجرد کے پہلے حصے کو اس کی تمہیدی اس کا تمہیدی جزو سمجھنا
 چاہیے۔ اس جزو میں ایسے قواعد داخل ہیں جو بنیادیات قانونی کی خاصیت رکھنے یا
 عام طور پر اطلاق کئے جانے کے سبب سے قانون مذکور کے کسی ایک خاص طبقے
 میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ اس تمہیدی حصے یا مقدمات قانون کے چار طبقات
 ہیں۔ پہلے طبقے کا تعلق ماخذائے قانون سے ہے۔ یہ طبقہ ایسے قواعد پر مشتمل ہے
 جن کی رو سے جدید قانون کا قیام ہوتا ہے اور قدیم قانون میں ترمیم یا منسوخی کی جاتی
 ہے چنانچہ جب کسی مسئلہ قانونی کے ماخذ کو دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے
 تو مقدمات قانون کے اس طبقے میں تلاش کی جاتی ہے کہ مسئلہ زیر بحث کا ماخذ
 نظائر عدالت میں سے کونسی نظیر ہے یا اس کا ماخذ کوئی رسم یا قانون موضوعہ ہو سکتا
 ہے۔ اس تمہیدی قانون کا دوسرا حصہ ان قواعد پر مشتمل ہوتا ہے جن کے ذریعے
 سے قانون کی تعبیر کی جاتی ہے۔ ان قواعد کے ذریعے سے جو ہدایت کی گئی ہے
 اس کے مطابق قانون ملک کی عبارت کو تاویل کرنا پڑتا ہے۔ اور جن اصطلاحات

جو تھامس

کی تعریفات اس میں درج ہیں اُن تعریفات کے لحاظ سے اُن اصطلاحات کا مفہوم قائم کیا جاتا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو اکثر الفاظ و اصطلاحات کے معنوں میں جو قانون کے مختلف طبقات میں مشترک استعمال کئے جاتے ہیں ابہام پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ تمہید مذکور کا تیسرا جزو پرائیویٹ (خاص یا خانگی) قانون بین الاقوامی کے اصول پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان اصول سے مراد ایسے قواعد ہیں جن کی بنیاد پر انگریزی عدالتوں میں انگریزی قانون کے بجائے ممالک غیر کے قانون پر عمل کیا جاتا ہے اور برطانوی عدالتوں سے انگلستان کا قانون خارج ہو جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں مصلحت برطانوی عدالتوں کے ذریعے سے قانون اجانب نافذ کیا جاتا ہے اور اُس کو وہ عدالتیں تسلیم کرتی ہیں۔ مقدمات قانون کا سب سے آخری اور چوتھا طبقہ وہ ہے جس میں اس قسم کے قواعد داخل ہیں جو لحاظ نوعیت متفرق قواعد سمجھے جاتے ہیں نیز ان کا اس طرح عام طور پر اطلاق کیا جاتا ہے کہ انہیں انگریزی نظام قانون کے کسی ایک طبقے سے مخصوص کر دینا مناسب نہیں ہے۔

۳ پرائیویٹ اور پبلک قانون

(قانون متعلق رعایا اور قانون متعلق سلطنت)

قانون ملک میں تمہیدی حصے کے بعد اس قانون کی نوبت آتی ہے جس کو مجموعہ پرائیویٹ قانون کہتے ہیں اور اس کی ضد پبلک قانون ہے۔ قانون رومانی جس پر ایوٹم (Jus privatum) اور جس پر پبلکم (jus publicum) میں تقسیم کی گئی ہے اور یورپ کے تمام مقننین نے خواہ اُن کا تعلق متقدمین سے رہا ہو کہ متاخرین سے اس تقسیم سے اتفاق کیا ہے انگریزی قانون کی بھی اتباع قانون رومانی دو حصوں میں یعنی قانون متعلق رعایا اور قانون متعلق سلطنت میں تقسیم کی گئی ہے۔ پبلک قانون ایسے تمام قواعد پر مشتمل سمجھا جاتا ہے جن کا تعلق سلطنت کے ڈھانچے اور ساخت کے اختیارات، حقوق اور کاروبار سے ہے۔ قانون ملک سے اس قسم کے تمام قواعد کو منہا کر نیکے بعد جو قانونی اصول و قواعد باقی رہ جاتے ہیں انہیں مجموعے کا نام پرائیویٹ قانون ہے۔ پرائیویٹ قانون ان تمام قواعد پر مبنی ہے جن کے ذریعے سے رعایا اور سلطنت کے تعلقات انصاف پائے جاتے ہیں نیز اس قانون میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جن کا تعلق سلطنت اور رعایا

چوتھا نمبر

دونوں سے مشترک ہے۔ بلحاظ تعلقات اکثر معاملات میں سلطنت کی حیثیت رعایا کی سی ہے اس لئے اکثر اس قسم کے دعوے اور ناشات میں جن میں سلطنت پرائیویٹ قانون کے انہیں معمولی اصول و قواعد کے تابع ہے جن کی پابندی رعایا پر لازم ہے سلطنت بھی مثل اپنی رعایا کے جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ معاہدات کرتی ہے نائب اور ملازم کو نوکر رکھتی ہے اور تمام تجارتی امور کو انجام دیتی ہے۔ بہر حال ان امور کے متعلق سلطنت اور اس کی رعایا میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے اور قانون کی نظروں میں دونوں برابر ہیں لہذا پبلک قانون سے مراد وہ تمام مجموعہ قانون نہیں ہے جس کے قواعد کا اطلاق محض سلطنت اور اس کے ان تعلقات پر کیا جاتا ہے جو اس کے اور اس کی رعایا کے درمیان ہیں بلکہ اس قانون کا مفہوم قانون ملک کے وہ حصص ہیں جو پرائیویٹ قانون سے مختلف ہیں اور جو رعایا کی سلطنت کے تعلقات و ناشات یا بھی سے مخصوص نہیں ہیں۔ اسی لئے سلسلہ بیان میں پرائیویٹ قانون کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور پبلک قانون کے بیان کرنے میں مصنفین اس امر کو فرض کر لیتے ہیں کہ ناظرین کتاب پہلی قسم کے قانون سے واقف ہوں گے۔

پبلک قانون یا قانون متعلق سلطنت کی بھی دو اجزا میں تقسیم کی گئی ہے یعنی قانون دستوری (قانون دستور حکومت) اور قانون انتظامی۔ ان دونوں قسم کے قوانین میں صحیح اور معقول طور پر فرق کرنا ناممکن ہے کیونکہ ان کے موضوعات بیان کے لحاظ سے ان دونوں میں درجہ اہمیت کا فرق ہے یعنی پبلک قانون کے ان دونوں شعبوں میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے بلکہ ایک شعبہ دوسرے سے زیادہ اہم تصور ہونے کی وجہ سے ان کے درجہ اگاہانہ لقب قرار دئے گئے ہیں۔ قانون دستوری سے مراد وہ قانون ہے جس کا تعلق سلطنت کی سب سے اعلیٰ قوت کی بنیاد، اختیارات اور فرائض سے ہے اس کے علاوہ اس قانون میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جن کے ذریعے سے اس اعلیٰ قوت کے ماتحت جس قدر محکمہ جات سرکاری ہیں ان کی بنیاد و فرائض اور اختیارات کا تعین کیا جاتا ہے۔ قانون انتظامی سے مراد وہ مجموعہ قواعد ہے جن کے ذریعے سے ملک کے

ادنی درجے کے محکمہ جات اور ذرائع حکومت کے انتظامات قائم رکھے جاتے ہیں یہ الفاظ دیگر انتظامات ملک سے جس قانون کا تعلق ہے اسکو قانون انتظامی کہتے ہیں۔

۳۔ قانون دیوانی اور قانون مجرداری

پرائیویٹ قانون کی چند اجزا میں تقسیم کی گئی ہے اور ان تقسیموں میں وہ تقسیم سب سے زیادہ قابل توجہ ہے جس کی رو سے اس قانون کے دو حصے دیوانی اور مجرداری قرار دئے گئے ہیں۔ دیوانی کے قانون کا حقوق سے تعلق ہے اور اس کے ذریعے سے ان کا نفاذ کرایا جاتا ہے لیکن مجرداری کا قانون جرائم اور ان کی سزائوں سے متعلق ہے۔ بعض مصنفین کی رائے ہے کہ جرائم سے مراد وہ مخصوص افعال ناجائز ہیں جو سلطنت یا اہل ملک کے خلاف کئے جاتے ہیں جبکہ اہل ملک یا قوم کی حالت اجتماعی مفقود ہو اور ان کے برعکس دیوانی طرز کے افعال ناجائز ہیں جن کا ارتکاب خانگی اشخاص یعنی افراد ملک کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ناظرین اس امر سے واقف ہیں کہ ہم نے اس رائے کی تنقید کی ہے اور اس کے خلاف بحث کر کے اس کو رد کیا ہے۔ ابھی اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ منطقی طریقے سے قانون کی صحیح اور مکمل تقسیم اس صورت میں ممکن ہے جس صورت میں عملی ضرورتوں اور سہولتوں کا لحاظ نہ کیا جائے لہذا تقسیم کے ذریعے سے جرائم کو افعال ناجائز خلاف سلطنت کیلئے مخصوص کر دینا مناسب اور مناسب ہے۔ ہماری رائے میں موجودہ تقسیم کی بنا پر کل جرائم کیلئے جو ایک صنف قرار دی گئی ہے خواہ ان کا ارتکاب سلطنت کے خلاف کیا جائے یا کسی رعیت کے خلاف وہ عملی ضرورتوں اور سہولت کے لحاظ سے نہایت مناسب اور موزوں ہے۔ مثلاً جاوید خلاف سرکار اور دیکھتی دونوں کو جرم ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ان کو جرم قرار دینا دشمنی کی علامت ہے اور اگر اس کے عوض ان دونوں جرائم میں فرق کیا جائے کہ ایک جرم خلاف سلطنت اور دوسرا جرم کسی رعیت کے خلاف ہے تو اس اختلاف و تفرق میں نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ عملی نقطہ نظر سے کسی قسم کی آسانی پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح پرائیویٹ قانون کے زیر عنوان قانون کا ذکر کرنا صحیح ہے جو سلطنت اور اس کی رعایا کے متعلق مشترک ہے اسی طرح جرائم اور دیوانی طرز کے نقصانات (ٹارٹ) کے

جو تھا ضمیمہ

قانون کا محض قانون دیوانی کے تحت میں بیان کیا جاتا درست و جائز ہے۔ اس امر سے تقریباً ہر ایک شخص واقف ہے کہ قانونی اصول و قواعد کا اکثر حصہ قانون ملک کے ان دو بڑے طبقات یعنی دیوانی اور فوجداری کے قانون میں مشترک ہے چنانچہ سرقے کے متعلق جس قدر قانون ہے اُس میں جائداد وغیرہ منقولہ کا تمام قانون شامل ہے اور قانون بگمی (Bigamy) یعنی ازواج مکرر بحیات شوہر یا زوجہ میں برطانوی قانون ازواج کا ایک معتد بہ حصہ داخل ہے بریں ہم سہولت اور عمل درآمد کے لحاظ سے قانونی کتب میں پہلے دیوانی کا قانون نہایت شرح و بسط سے بیان کیا جاتا ہے اور اس کے بعد قانون فوجداری (تعزیرات) کے زیر عنوان قانون ملک کے اُن حصص کو جمع کیا جاتا ہے جو پہلے طبقے کے قانون میں داخل ہونے سے بچ رہتے ہیں۔

۴۔ قانون الی اور قانون ضابطہ

دیوانی اور فوجداری کے قانون سے ہر ایک کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے یعنی قانون دیوانی اور ضابطہ دیوانی، قانون فوجداری (تعزیرات) اور ضابطہ فوجداری۔ چونکہ اس تقسیم کے متعلق اس کے پہلے نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے لہذا اس مقام پر کسی مزید اور تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ اقسام قانون دیوانی

اُن حقوق کی نوعیت کے لحاظ سے جن سے دیوانی کا قانون متعلق ہے یا جن پر وہ قانون مشتمل ہے اُس کے تین حصے قرار دیئے میں سہولت پائی جاتی ہے اور وہ حصے حسب ذیل ہیں :- قانون جائداد، قانون ذمام (ذمہ داریوں کے متعلق قانون) اور قانون متعلق حیثیت۔ پہلے قانون کا تعلق حقوق متعلق شے (ری آل حقوق) سے اور دوسرے قانون کا تعلق حقوق ملکیت خلاف اشخاص (پرسنل حقوق) اور تیسرے قانون کا تعلق حقوق شخصی سے ہے جو شخصی حق ملکیت کی ضد ہے۔

۶۔ قانون جائداد

ہر چند قانون جائداد اور قانون ذمام کا فرق بنیادی اور اصلی ہے اور ہر ایک ایسے نظام قانون میں جس کی کسی اصولی یا علمی طریقے پر تقسیم کی گئی ہو اس فرق کو ملحوظ رکھنا لازماً ہے۔ ہر تہم انگلستان کے دیوانی کے قانون کا اکثر و بیش تر حصہ اپنے ان دونوں طبقات میں مشترک ہو گیا ہے چنانچہ وراثت یا جانشینی کا قانون تمام قسم کے رسی ال اور پرنسپل حقوق ملکیت سے متعلق ہے یہی کیفیت امانتوں اور کفالتوں کے قانون کی ہے۔ بہر حال ان قوانین کو بیان کرنے کا جو عام اور سہل طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ مشترک اجزائے قانون کا محض ایک دفعہ تفصیل سے قانون جائداد میں ذکر کر دیا جاتا ہے اور جو قواعد ذمام سے مخصوص ہیں ان کا علیحدہ طور پر قانون ذمام کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے یہی طریقہ دیوانی اور فوجداری کے مشترک قانون کو بیان کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے اور اسی لئے ان دونوں قوانین کے مشترک حصے کا ذکر دیوانی کے قانون میں کر دیا جاتا ہے یہی کیفیت پرائیویٹ اور پبلک قانون کے مشترک حصے کی ہے اور اسی بنا پر پرائیویٹ قانون میں اس کا ذکر آیا کرتا ہے۔

قانون جائداد کے چند مخصوص حصوں میں حسب ذیل تقسیم کی جاتی ہے (۱) قانون جائداد مادی یعنی ملکیت جائداد غیر منقولہ و منقولہ (۲) قانون جائداد غیر مادی مثلاً ایجادات (حقوق ایجاد) نشانات تجارت اور حقوق تصنیف (۳) قانون متعلق کفالت وزیر باری یا حقوق دراشیائے غیر اور ان کی مثالیں حقوق مقابضت، سروے ٹیوڈ (حقوق در جائداد غیر) امانتیں اور کفالتیں ہیں (۴) قانون جانشینی (وراثت) بالوصیت و بلا وصیت۔

۷۔ قانون ذمام

قانون ذمام شتمل ہے قانون معاہدات قانون ٹارٹ اور ایسے متفرق ذمام کے قانون پر جو کسی معاہدے یا ٹارٹ کے ذریعے سے نہ پیدا ہوئے ہوں۔

چوتھا حصہ

بنظر سہولت اسی عنوان میں قانون دیوالہ کا شمار کیا جانا مناسب ہے کیونکہ دیوالہ نکالنے کی نسبت جو قانون نافذ کیا گیا ہے اُس کی خاص غرض دیون کو اُس کے دیون اور ذمہ داریوں سے بری کرنا ہے۔ اس پر بھی اس قانون کی بابت علی سبیل البدل ایک دوسرا مشورہ دیا جاتا ہے چونکہ قانون مذکور کے ذریعے سے شخص کے عموماً حقوق ملکیت یا حقوق متعلق جائیداد سلب کئے جاتے ہیں اور ازالہ حقوق کا یہ ایک طریقہ ہے اس لئے اس کو قانون جائیداد میں داخل سمجھنا چاہئے قانون تمام میں قانون کمپنی (یعنی وہ قانون جو کمپنیوں کے متعلق وضع اور مرتب ہوا ہے) بھی شامل ہے انیس کہ معاہدہ شراکت کے قانون کی ترقی سے قانون کمپنی کی ایجاد ہوئی ہے اس لئے اس کو قانون مندرجہ عنوان کی ایک شاخ سمجھنا چاہئے۔ قانون کمپنی میں کارپوریشن کی ایسی تمام اشکال داخل ہیں جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ کارپوریشن کی باقی تمام اقسام کا تعلق پبلک قانون یا پارلیمنٹ قانون کے مخصوص طبقات سے جیسی کہ صورت ہو ہو کرتا ہے لیکن کارپوریشن کے متعلق جو نظریہ یا عام مسئلہ قانونی ہے اُس کے بیان کے لئے قانون ملک کا تمہیدی جز و موزوں ہے۔

۸۔ قانون متعلق حیثیت

قانون حیثیت کی دو میں قرار دی گئی ہیں ایک قسم متعلق ہے شوہر، زوجہ اور اطفال کی حیثیت سے اور دوسری قسم کا تعلق ذات شخص سے ہے۔ پہلی قسم کے قانون سے مراد ایسا قانون ہے جس میں شوہر و زوجہ اور اطفال کے تعلقات قانونی کا بیان ہو کرتا ہے۔ اس قانون میں اُن تمام شخصی حقوق، فرائض، ذمہ داریوں اور ناقابلیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس قسم کے تعلقات سے پیدا ہوتی ہیں قانون حیثیت کی پہلی قسم بنفسہ تین انواع پر منقسم ہے یعنی قانون متعلق ازدواج، ولدیت، (صحت نسب) اور ولایت۔ قانون حیثیت کی دوسری قسم کا تعلق ان تمام شخصی حقوق، فرائض، ذمہ داریوں اور ناقابلیتوں سے ہے جو قانون اہل و عیال سے خارج ہیں۔ مثلاً اس قانون میں اشخاص نابالغ کی شخصی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے یعنی والدین کے

مقابلے میں نہیں بلکہ دوسرے اشخاص کے مقابلے میں نابالغ کے حقوق و فرائض بیان کئے جاتے ہیں ایسا ہی اس میں کتھرا عورتوں کی شخصی حیثیت کا ذکر ان کے شوہر اور اطفال کے مقابلے میں نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کیا جاتا ہے۔ علیٰ یہ القیاس اسی دوسری قسم میں فائز العقل اشخاص، اجانب، سزایافتہ اشخاص اور ان لوگوں کی حیثیتوں کا ذکر مرقوم ہوتا ہے جن کو کسی خاص وجہ سے قانون کے کسی ایک خاص حصے میں بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر چند شخصی حقوق کی ایک صنف ایسی ہے جس کا ذکر خالص منطقی اصول کے لحاظ سے قانون حیثیت میں نہ کیا جانا چاہیئے تاہم ان حقوق کو قانون ملک کے دوسرے طبقات میں بالعموم جگہ دی جاتی ہے۔ ان حقوق سے ہماری مراد حقوق قدرتی ہیں یعنی ایسے حقوق جن کو انسان اپنے ساتھ لئے ہوئے پیدا ہوتا ہے یہ اس کے اکستانی نہیں بلکہ پیدائشی حقوق ہیں اور ہر ایک شخص کے یہاں ان حقوق کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے۔ حقوق حیات، آزادی، نیکنامی اور اذیت جسمانی سے محفوظ رہنے کا حق ان حقوق کی مثالیں ہیں۔ حق حیات (زندہ رہنے کا حق) ایسا ہی آزاد اور نیکنام رہنے کے حقوق وغیرہ کا کتاب کے ابتدائی حصوں میں تفصیل سے ذکر آچکا ہے لہذا اس مقام پر مزید صراحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال ان کو حقوق شخصی کہتے ہیں اور یہ حقوق ملکیت یا حقوق متعلق جائداد نہیں ہیں اس پر بھی شاذ و نادر ہی ان حقوق کا قانون حیثیت میں ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قدرتی حقوق ہیں اور جب تک ان میں سے

سہ اس میں شک نہیں کہ جائداد اور ذمہ کے قانون میں قانون حیثیت کے کثیر حصے کو داخل کر دینے اور اس میں اس کے اکثر و بیشتر جزو کو بیان کرنے سے قانون ملک کے ترتیب دینے میں بہت کچھ سہولت ہوتی ہے مثلاً اشخاص کے مختلف گروہ کے مطابق کرنے کی قابلیت اور ناقابلیت کے متعلق قانون معاہدہ میں بحث کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کا ذکر علیحدہ طور پر اشخاص کی مختلف جماعتوں کے قانون حیثیت میں کیا جائے۔

لیکن بلیک اسٹن نے جس کی طبیعت میں زیادہ احتیاط ہے منطقی ترتیب اور تقسیم کے لحاظ سے قدرتی حقوق کو قانون ملک کے اس طبقے میں داخل کیا ہے جس کو قانون حیثیت کہتے ہیں۔

کسی ایک حق کی پامالی یا خلاف ورزی نہ ہو خود حقدار کو اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے
 اس لئے قانونی کتب میں بھی محض ان حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی کی نسبت غور اور
 بحث کی جاتی ہے اور اس لئے قانون میں ان حقوق کا ذکر دیوانی اور فوجداری طرز
 کے افعال ناجائز کے زیر عنوان کیا جاتا ہے اور یہ طریقہ نہایت موزوں و مناسب
 ہے مثلاً قانون متعلق توہین تحریری کا بیان جو قانون ڈارٹ میں داخل ہے مشتمل ہے
 اُس قضیے پر جس کا ذکر بھی کیا گیا ہے یعنی ہر ایک شخص کو اپنی نیکنامی قائم رکھنے کا حق
 حاصل ہے لہذا اس نامربوط اور بے ڈھنگے قضیے یا فقرے کو قانون حیثیت میں جو
 بلحاظ ترتیب قانون دوام کے بعد واقع ہوتا ہے جگہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جو تھا ضمیر

چوتھا نمبر

خلاصہ

تقسیم قانون ملک

الف۔ ماخذائے قانون ملک۔

ب۔ تاول اور ترقیات۔

ج۔ پرائیمریٹ قانون عدین الاقوامی

ح۔ متفرق تہیدیں اصول (متفرق مبادیات قانون)

۱۔ تہید

زمین (جائداد منقولہ)۔

اشیاء و جائداد غیر منقولہ یا مال۔

حقوق ایجاد۔

قتلات تجارت و غیرہ۔

پیشہ جات۔

سروس سرورڈ (حقوق و جائداد غیر)

امانتیں۔

کھالائیں وغیرہ۔

مال و وصیت۔

بلا و وصیت۔

عام حصہ۔

خاص حصہ۔

عام حصہ۔

خاص حصہ۔

(ذمہ داریاں)۔

۱۔ مادی جائداد

۲۔ غیر مادی جائداد

۳۔ کفالتیں (ذریعہ باریاں)

۴۔ وراثت (یا جائشینی)

۱۔ معاہدات

۲۔ ٹارٹ

۳۔ متفرق ذام۔

۴۔ دیوالہ۔

۵۔ کمپنیاں۔

جائداد

ذام

قانون اصلی

دیوانی کا قانون

۲۔ پرائیمریٹ قانون

کٹھرائی۔

ولایت (صحت نسب)

ولایت۔

نابالغ۔

عورت کٹھرا (منکوحہ)

خاترا نقل۔

اجانب۔

سزا یافتہ اشخاص وغیرہ۔

شہر و زوچہ اور اطفال کی حیثیت

حیثیت

غیروں کی حیثیت

خابطہ

کارروائی عدالت

شہادت

عام حصہ۔

خاص حصہ۔

اصلی

خابطہ

وجداری کا قانون

قانون دستوری

قانون انتظامی

۳۔ پبلک قانون

پانچواں ضمیمہ

علاقہ یا عملداری سلطنت

کتاب نمبر ۱۰ باب پنجم فصل ۳۸ میں علاقہ سلطنت کے تصور کا بہت ہی مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اُس مقام پر علاقہ سلطنت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اُس سے مراد روئے زمین کا وہ حصہ ہے جو کسی سلطنت کے خالص قبضہ و اقتدار میں ہو۔ اگرچہ یہ تعریف اُس باب کے مقاصد کے لئے غالباً کافی ہے لیکن زمانہ موجودہ کے دستوری انتظامات اور بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیاں ایسی ہیں کہ اس بحث کے کامل تجزیے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس مقام پر علاقہ سلطنت کا جو بیان کیا گیا ہے اُس سے بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ یہاں اُس پر بحفاظت کیا جائے۔ پس اس ضمیمے کا مقصد یہی ہے کہ علاقہ سلطنت کے تصور پر بحث کر کے اور اُس میں شہنشاہی برطانیہ کی دستوری حیثیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھ کر اُس مختصر و عام بیان کی تکمیل کرے جو باب پنجم میں شامل ہے۔

اگرچہ شہنشاہی برطانیہ کی اصطلاح کا وسیع ترین مفہوم لیں اور جس مفہوم میں اُس اصطلاح کا استعمال کیا جانا جائز بھی ہے تو وہ ایسے دو حصوں پر مشتمل ہے جو اپنی دستوری اور بین الاقوامی اہمیت کے لحاظ سے فی الحقیقت ایک دوسرے سے جدا گانہ ہیں۔ اس شہنشاہی کا ایک حصہ برطانی قلمرو اور دوسرا حصہ برطانی محمیات (پر حمایت سیاستوں) پر مشتمل ہے۔

خود برطانی قلمرو بھی دو حصوں میں منقسم ہو سکتی ہے پہلے حصے پر ریاست برطانیہ یعنی ممالک متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ یعنی ہے اور دوسرے حصے میں برطانوی مقبوضات

یعنی برطانوی قلمرو اور اسے بحر شال ہیں۔ اگرچہ یہ مقبوضات بادشاہ انگلستان کی قلمرو کا ایک جزو ہیں لیکن وہ اس کی ریاست یا علاقے کا جزو نہیں ہیں بلکہ یہ اس کی ریاست یا ممالک متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے تابع ہیں اور اس لحاظ سے یہ مقبوضات شہنشاہی پارلیمنٹ کے فرماں روا یا نہ اقتدار کے ماتحت ہیں۔ ان مقبوضات کی دو حیثیتیں ہیں جس طرح ریاست برطانیہ کا بادشاہ انگلستان کی قلمرو میں شمار کیا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی اس قلمرو میں داخل سمجھے جاتے ہیں اور اس لئے ان دونوں میں مشابہت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان میں اور سلطنت کے دوسرے محمیات میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے اور اس بنا پر یہ ریاست متحدہ سے مینز اور جدگانہ نظر آئے ہیں۔ اس امتیاز اور اختلاف کا سبب صرف یہی مشابہت و مماثلت نہیں ہے بلکہ یہ مقبوضات ریاست متحدہ کے توابع ہیں جو شہنشاہانہ فرماں روائی کے قبضہ و اقتدار میں ہے اور اسی لئے یہ ریاست مذکور کے ہم رتبہ اور مساوی نہیں ہیں۔

برطانوی مقبوضات اور اسے بحر کی جو ترتیب تقسیم قائم ہو گئی ہے وہ کسی قانون کی رو سے نہیں قرار دی گئی ہے بلکہ اس کو ایک قسم کا تاریخی ارتقا سمجھنا چاہئے۔ بہر حال ان کی تقسیم و ترتیب حسب ذیل ہے:-

۱۔ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے علاوہ دوسرے برطانوی جزائر یعنی جزائر رودبار و جزیرہ مین۔ یہ جزائر ریاست متحدہ کے جزو نہیں ہیں بلکہ اس کے ماتحت ہیں۔ قانون کی رو سے ان کی وہی حیثیت ہے جو دوسری برطانوی نوآبادیات کی ہے لیکن تاریخی وجوہ کی بنا پر ان کا نوآبادیات میں شمار نہیں کیا جاتا اور یہ جزائر نوآبادیات کی تقسیم سے خارج ہیں۔

۲۔ برطانوی ہند یعنی ہندوستان کا وہ حصہ جو برطانی قلمرو میں داخل ہے یہ ان بشمار حصص سے مختلف ہے جو اب تک برطانیہ کے زیر سیادت ہندی و الیاب ریاست کے زیر نگین ہیں اور ان کے علاقے سمجھے جاتے ہیں۔

۳۔ برطانوی نوآبادیات یعنی برطانی جزائر اور برطانی ہند کے علاوہ اور اے بحر
 کی وہ تمام برطانوی قلمرو جس کے جداگانہ ممالک کو جداگانہ مقامی حکومت حاصل ہے۔
 ۴۔ برطانی مستقرات یعنی وہ چھوٹے چھوٹے برطانوی مقبوضات جنہیں
 اگرچہ تاج برطانیہ نے شہنشاہی کے جنرل کے طور پر ملحق کر لیا ہے لیکن ہنوز ان کی
 مقامی حکومت کے کسی جداگانہ نظم کے نہ قائم ہونے کی وجہ سے انہوں نے نوآبادی
 کی حیثیت نہیں حاصل کی ہے اور تاج نے ان قانون برطانیہ مستقرات، ۱۸۵۸ء نافذ کر کے
 ان کے نظام حکومت مقامی کے متعلق قاعدہ اور ضابطہ بنادیا ہے۔
 برطانی قلمرو کو خارج کرنے کے بعد برطانی شہنشاہی کا باقی حصہ برطانی محمیات
 پر مشتمل ہے۔ اس کی مثالیں، مصر، زنجبار، اوڈیشیا، بچوالینڈ، نائی جیرا، یوگنڈا،
 بورنیو، ٹونگا، اور ہندوستان کی بیشمار دیسی ریاستیں ہیں۔
 جس عنصر مشترک کی وجہ سے قلمرو اور محمیات دونوں مل کر برطانوی شہنشاہی
 بنتی ہے وہ عنصر خارجی فرماں روائی کا تاج برطانیہ کی طرف سے عمل میں آنا ہے۔
 اس اعتبار سے فرماں روائی کے معنی یہ ہیں کہ کسی علاقے کے لحاظ سے سلطنت کے
 اقتدار، طاقت یا حد اختیار کو عمل میں لایا جائے۔ خارجی فرماں روائی کا مفہوم یہ ہے
 کہ علاقہ زیر بحث کے متعلق تمام دوسری بیرونی سلطنتوں کے مقابلے میں کسی خاص سلطنت
 کو تنہا فرماں روائی حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی تمام دوسری
 سلطنتیں علاقہ زیر بحث کے اوپر ہر قسم کے حق، دعویٰ، یا اقتدار سے محروم ہیں۔ یہ
 فرماں روائی "لا خارج عن الذات" ہے۔ اس کے برعکس اندرونی فرماں روائی
 وہ طاقت، حد اختیار اور اقتدار ہے جس کا اقتدار و نفاذ علاقہ زیر بحث کے اندر ہی
 اس ملک کے باشندوں کی حکومت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ
 ایک ہی علاقے کے لحاظ سے ان دونوں قسموں کی فرماں روائیاں ایک ہی سلطنت
 میں مجتمع ہوں یا نہ ہوں اور اسی کے ذریعے سے ساتھ کے ساتھ نفاذ پذیر ہوتی ہوں
 یا نہ ہوتی ہوں۔ تمام برطانوی قلمرو کے معاملے میں یہ فرماں روائیاں اسی طرح پر مجتمع اور

نافذ ہیں۔ اس تمام قلمرو کے معاملے میں تاج تمام دوسری سلطنتوں کی بیرونی مداخلت کو خارج رکھنے کے اعتبار سے نہ صرف بیرونی فرماں روائی کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ خود اس علاقے اور مملکت کے اندر غیر مقتدا اقتدار حکمرانی کے عمل میں لائیکے اعتبار سے وہ اندرونی فرماں روائی کا بھی دعویٰ کرتا ہے، مگر محبت کے معاملے میں یہ ضرور نہیں کہ فرماں روائی کے یہ دونوں اقسام ساتھ کے ساتھ موجود ہوں۔

اس معاملے میں داخلی فرماں روائی ہو کہ نہ ہو لیکن خارجی فرماں روائی لازمی ہے اور بالفرض داخلی فرماں روائی ہو تو بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اُس مقامی حکومت کو جس کے قیام کو اور جس کے لئے اندرونی فرائض کے نفاذ کو جائز رکھا گیا ہے، اندرونی فرماں روائی کے کسی حصے کے اپنے ساتھ کے ساتھ عمل میں لانے کی اجازت دے یا نہ دے۔

اس لئے اندرونی فرماں روائی کے اعتبار سے محمیات تین قسم کی ہیں:۔
 ۱۔ پہلی قسم میں وہ ممالک محروسہ شامل ہیں جہاں تاج صرف خارجی فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے۔ اندرونی فرماں روائی کو کسی ایسی مقامی حکومت کے ہاتھ میں چھوڑ دی جاتی ہے جس کی نسبت ہنوز یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ علاقہ یا مملکت اُس کی ملک ہے یا وجود اس کے کہ تمام دوسری سلطنتوں کے مقابلے میں اُس مملکت کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ خالصہ برطانوی حدود اختیار میں داخل ہے۔ مثلاً ہندوستان کی زیر حمایت دہلی ریاستوں میں ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے۔ خارجی حیثیت سے یہ ریاستیں برطانیہ شہنشاہی کے بیرونی حدود کے اندر داخل ہیں۔ دوسری سلطنتوں سے اُن کا کسی قسم کا بین الاقوامی تعلق نہیں ہے، لیکن ان ریاستوں کی اندرونی حکومت کلیتہً وہیں کے ہندوستانی والیان ملک کے ہاتھ میں ہے۔ تاج کجانب سے اُن پر جو کچھ اختیار عمل میں آتا ہے وہ صرف بین الاقوامی اور سفارتی حیثیت سے ظہور پذیر ہوتا ہے، کسی قانون دستوری کی رو سے اُس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

۲۔ دوسری قسم میں وہ محمیات داخل ہیں جن میں تاج صرف خارجی فرماں روائی پر تمام و کمال عمل نہیں کرتا بلکہ کسی حد تک اندرونی فرماں روائی کو بھی عمل میں لاتا ہے البتہ ایسا ہوتا ہے کہ اس اندرونی فرماں روائی کو وہ اُس مقامی سلطنت کے ساتھ ساتھ عمل میں

پانچواں ضمیمہ

لاتا ہے جس کی ملک میں یہ علاقہ یا حاکمیت داخل ہوتی ہے۔ کیفیت مقرر اور زنجبار وغیرہ
 محمیات کی ہے۔ اس قسم کی محمیات کی اندرونی حکومت تاج برطانیہ اور کسی ایک
 مقامی حکمران کے درمیان منقسم ہے جسے تاج برطانیہ کے ساتھ بین الاقوامی تعلق ہوتا ہے
 اور وہ کسی نوآبادی کے والی (گورنر) کی طرح محض مقامی حکومت کے لئے ایک ایسا
 کارکن نہیں ہوتا جیسے برطانوی شہنشاہی کے قانون و دستوری نے تاج کے اختیار کا کوئی
 حصہ تفویض کر دیا ہو۔ اس قسم کی محمیات کی اندرونی حکومت کے بعض حصص خالصتہً
 برطانی ہیں اور باقی حصص مقامی صاحبان حکومت کے سپرد ہیں اور ہر محمیات کے
 لحاظ سے تاج جس طرح مناسب سمجھتا ہے ان دونوں کے حدود اختیارات
 میں ایک فصل قائم کر دیتا ہے۔ برطانوی محمیات میں تاج کا اس طرح پر اندرونی
 فرماں روائی کو عمل میں لانے کا اختیار پارلیمنٹ کے ایک نافذہ قانون کی رو سے
 مسلم و منضبط ہو گیا ہے۔ یہ قانون خارجی حدود اختیار کے قانون (۱۸۹۰ء) کے نام
 سے مشہور ہے۔ اس قانون کی رو سے احکام باجلاس کونسل نافذ ہوتے ہیں جنکے
 بموجب ہر ایک محمیات کے لحاظ سے اس محمیات کے اندر شاہی اقتدار حکمرانی کی تنظیم
 اس کی وسعت اور اس کے عملدرآمد کی صورتیں معین کی جاتی ہیں۔

۳۔ تیسری قسم کی محمیات وہ ہے جس میں تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی
 سے کام لیتا ہے بلکہ اندرونی فرماں روائی بھی کلیتہً اسی کے اختیار میں ہوتی ہے
 یعنی اس محمیات کی کامل زمام حکومت اہل برطانیہ کے ہاتھوں میں رہتی ہے۔ مقامی
 حکومت کا اگر کوئی نظم ہوتا بھی ہے تو وہ قسم دوم کی محمیات کی مانند اس سلطنت سے
 متعلق نہیں ہوتا جس کی نسبت یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تاج کے ساتھ اس کا تعلق گویا بین الاقوامی
 قسم کا ہے بلکہ یہ ایک دستوری آلہ عمل یا شاہی اقتدار کے کارکن یعنی نائب کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ چونکہ
 روڈیشیا، نائی جیرا اور بعض دوسری افریقی محمیات اس نوع کی مثالیں ہیں۔ ان محمیات میں
 قانون خارجی حدود اختیارات بابت ۱۸۹۰ء کی رو سے شاہی اقتدار کا نفاذ احکام باجلاس کونسل
 کے ذریعے سے اسی طرح ہوتا ہے جس طرح نوع دوم کی محمیات میں ہوتا ہے۔

۴۔ اس قانون کے تحت میں احکام باجلاس کونسل کی مثالیں قانونی قواعد و احکام نظر ثانی شدہ (۱۹۰۴ء)
 کی جلد پنجم میں دیکھنا چاہیے۔

اول و دوم نوع کی محمیات اس اعتبار سے عام طور پر سلطنت مائے محروسہ کے لفظ سے سمیز ہوتی ہیں کہ ان میں بین الاقوامی درجے کی ایک نیم خود مختار حکومت پائی جاتی ہے۔ تیسری نوع کی محمیات جن میں اس قسم کی کوئی حکومت نہیں ہوتی بنظر سہولت اس اعتبار سے "مستعمری محمیات" قرار دی جاتی ہیں کہ ان میں اور برطانوی مقبوضات میں بہت قریب کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

میں یہ پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ برطانوی قلمرو اور برطانوی محمیات دونوں میں حقیقی عنصر مشترک یہی ہے کہ ان میں تاج برطانیہ خارجی فرماں روائی کے تمام و کمال عمل میں لائے کا وعدہ ہوتا ہے۔ بادشاہ اپنی قلمرو اور اپنی محمیات دونوں کے متعلق اپنے تنہا قبضے اور بلا شرکت غیرے اپنے اقتدار کے عمل میں لانے کا وعدہ کرتا ہے پس اب یہ تحقیق کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ برطانی شہنشاہی کے ان دونوں اجزاء کے درمیان حقیقی فرق کیا ہے۔ مذکورہ بالا تبصرات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ فرق اندرونی برطانی فرماں روائی کی موجودگی یا عدم موجودگی پر مبنی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایک نوع کی محمیات میں اس قسم کی فرماں روائی پر عمل نہیں ہوتا اور دوسری نوع میں ہوتا ہے۔ اور نہ یہ فرق اس نیم خود مختارانہ حکومت کی موجودگی یا عدم موجودگی میں پایا جاسکتا ہے جس کی نسبت یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تاج کے ساتھ دستوری تعلق کے بجائے اس کا تعلق بین الاقوامی ہے، کیونکہ ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ مستعمری محمیات کے معاملے میں اس قسم کی حکومت کا وجود نہیں پایا جاتا۔ تو پھر صحیح فرق کیا ہے؟ یہ فرق حقیقتہً یہ ہے کہ برطانی شہنشاہی کا دستوری قانون برطانی قلمرو کو برطانی علاقہ یا مملکت تسلیم کرتا ہے لیکن برطانی محمیات کو اس طرح تسلیم کرنے سے منکر ہے۔

اس فرق کو ہم ایک دوسرے طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ اندرونی فرمانروائی یعنی کسی سلطنت کا اپنے علاقے اور مملکت کے اندر حکمرانہ اقتدار یا اختیار کا عمل میں لانا دو قسم کا ہے جن میں ہم مملکتی اور وراثی مملکتی کے الفاظ سے فرق کر سکتے ہیں۔ مملکتی فرماں روائی وہ ہے جو خود اپنی مملکت کے اندر سلطنت کے قبضے میں ہے اور وہ اس پر عمل کرتی ہے۔ وراثی مملکتی فرماں روائی وہ ہے جو کسی ایسے علاقے یا مملکت کے اندر سلطنت کے قبضہ و عمل میں ہے جو خود اس کا علاقہ نہیں ہے

بلکہ وہ یا تو کسی دوسری سلطنت کا علاقہ ہے یا کسی کی بھی مملکت و علاقہ نہیں ہے، ورنہ اسے مملکتی
 فرماں روائی انگریزی دستوری قانون کی زبان میں خارجی حد اختیار کہلاتی ہے۔
 اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قانون خارجی حد اختیار بابت ۱۸۹۰ء کا موضوع لہ
 بھی ہے۔ اس خارجی اختیار سے مراد تاج کا وہ اختیار حکومت ہے جس کو وہ
 غیر ملک میں عمل میں لاتا ہے کیونکہ وہ علاقہ یا مملکت تاج کی ملک نہیں ہے،
 لہذا اس قسم کا اختیار تاج کے لئے غیر ملکی (خارجی) ہے اور ایسے علاقے کا
 کسی دوسری سلطنت کے علاقے میں واقع ہونا یا نہ ہونا کوئی لازمی امر نہیں ہے۔
 برطانی قلمرو کے اندر تاج کا اختیار (حکومت و وضع قانون) یا فرمانروائی
 مملکتی ہے برطانی محميات کے اندر یہ فرماں روائی ورنہ مملکتی یا غیر ملکی ہے۔
 پس محميات کی تین قسموں کا امتیاز حسب ذیل طریقے پر ہو سکتا ہے:-
 ۱۔ سلطنت ہائے حمیہ جن کے متعلق تاج بلا کسی غیر ملکی اختیار (حکومت
 و وضع قانون) صرف خارجی فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے اور اندرون ملک کا
 جملہ اقتدار حکمرانی خود اس سلطنت حمیہ کا مملکتی اختیار ہوتا ہے۔
 ۲۔ سلطنت ہائے حمیہ جن کے متعلق تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی کو
 عمل میں لاتا ہے بلکہ کسی حد تک اپنے غیر ملکی اختیار حکمرانی سے بھی کام لیتا ہے۔
 ملک کی اندرونی حکومت تاج کی ورنہ مملکتی فرماں روائی اور خود سلطنت حمیہ کی
 مملکتی فرماں روائی کے مابین منقسم ہوتی ہے۔
 ۳۔ استعماری محميات جن کے متعلق تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی کو عمل
 میں لاتا ہے بلکہ غیر ملکی اختیار حکمرانی سے بھی کام لیتا ہے اور جن میں کوئی مقامی حکومت
 ایسی نہیں ہوتی جو مملکتی فرماں روائی کے اعتبار سے تاج کے ہم مثل اختیار کو
 عمل میں لاوے۔

پس برطانوی محمیت کی تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسی مملکت یا علاقہ
 ہے جس کے متعلق تاج خارجی فرماں روائی عمل میں لاتا ہے اور اگر تاج اس میں
 کسی قسم کی اندرونی فرماں روائی سے کام لیتا ہے تو وہ صرف غیر ملکی یا خارجی
 حدود اختیار کے طریق پر نہ کہ برطانی قلمرو کی مانند مملکتی فرماں روائی کے

طور پر ہوتا ہے۔

لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ غیر ملکی اختیار حکومت وغیرہ محمیات تک محدود نہیں ہے۔ اس کا عمل درآمد ایسے ممالک میں بھی ہو سکتا ہے جو تاج کی خارجی قوانندائی کی حد کے اندر نہیں ہیں اور اس لئے برطانی شہنشاہی میں مطلقاً داخل نہیں ہیں۔ دوسرے دول یورپ کی شرکت میں تاج نے بذریعہ معاہدہ اور دوسرے طریقے سے بعض سلطنتوں کے حدود ارضی میں کسی حد تک اندرونی اقتدار حکمرانی حاصل کر لیا ہے۔ یہ اس قسم کی سلطنتیں ہیں جن میں ان کی نامکمل تہذیب و ترقی کی وجہ سے برطانی اغراض کی حفاظت کے لئے اس قسم کے اختیار کی ضرورت ہے لیکن ان کے متعلق اس قسم کی کسی خارجی فرماں روائی کا دعویٰ نہیں کیا جاتا جیسی محمیات میں ہے۔ مثلاً چین کے اندرونیوں کی رہنے والی برطانی رعایا کے اوپر تاج اس قسم کا اختیار وضع قانون و اختیار عدالتی عمل میں لاتا ہے اور اس وضع قوانین کا احکام باجلاس کونسل کی صورت میں ظہور ہوتا ہے۔ قوانین جو اس طرح وضع ہوتے ہیں ان کا نفاذ ان برطانی عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے جو مملکت چین میں اجلاس کرتی ہیں اور وہاں یہ عدالتیں درائے مملکتی یا غیر ملکی اختیار سے کام لیتی ہیں۔

بیشک یہ غیر ملکی حدود اختیار کی سابق ترین شکل ہے اور اول اول اسی سے متعلق ۱۸۹۰ء کا غیر ملکی حدود اختیار کا قانون اور اس مقصد کے دوسرے سابقہ قوانین تیار کئے گئے تھے۔ تاج جس قسم کا اندرونی اختیار ملک چین میں استعمال کرتا ہے اور جو اختیار وہ بچونا لینڈ کی محمیات یا مصر و زنجبار کی محمیہ سلطنتوں کے اندر عمل میں لاتا ہے ان سب اختیارات میں از روئے قانون کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ ان تمام صورتوں میں تاج کے اقتدار کی قانونی بنائیکساں طور پر غیر ملکی حدود اختیار کے قانون کے اندر پائی جاتی ہے اور اس کا نفاذ ان احکام باجلاس کونسل کے ذریعے سے ہوتا ہے جو اس قانون کے تحت میں جاری کئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اختیارات کا اظہار حسب ذیل جدول کے ذریعے سے

کیا گیا ہے :-

ریاست متحدہ (برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ)

برطانیہ قلمرو پر } برطانیہ مقبوضات

غیر ملکی حدود اختیار کے بغیر
 مع غیر ملکی حدود اختیار
 اور مقامی مملکتی فرانزوائی کے ہم مثل

سلطنت ہائے متحدہ

برطانیہ محمیات پر

خارجی فراں روائی

مع غیر ملکی حدود اختیار
 اور خالص مقامی مملکتی
 مستعمری محمیات
 فراں روائی کے

مملکتی حدود اختیار اندرون برطانیہ قلمرو

مقامی مملکتی
 فراں روائی
 کے ہم مثل

سلطنت ہائے متحدہ

اندرون فراں روائی

اندرون برطانیہ محمیات

خالص مقامی
 مملکتی فرانزوائی
 کے مانند

مستعمری محمیات

غیر ملکی حدود اختیار

اندرون سلطنت ہائے خود مختار مثلاً چین -

اس بیان سے کہ برطانوی محمیات، برطانیہ مملکت نہیں ہے سلطنت ہائے متحدہ کے معاملے میں مستعمری محمیات کے بالمقابل کوئی دشواری نہیں پیش آتی۔ ان سلطنتوں میں اس محمیہ حکومت کی مملکت یا علاقہ ہے جو وہاں اندرون مملکتی فراں روائی کو عمل میں لاتی ہے نہ کہ تاج برطانیہ کی جو محض خارجی فراں روائی اور کسی قدر غیر ملکی اختیار کو عمل میں لاتا ہے۔ اس قسم کی مملکت میں تاج کا حق ملکیت کا نہیں بلکہ حق نسبت جائداد غیر ہے۔ لیکن اس قول کا کیا مطلب ہے کہ برطانیہ مستعمری محمیات برطانیہ مملکت نہیں ہے؟ کوئی دوسری سلطنت ایسی نہیں ہے جس سے علاقہ زیر بحث کو متعلق سمجھا جائے۔ اس قسم کی محمیات کا

جملہ اقتدار حکمرانی خواہ بیرونی ہو یا اندرونی تاج کے ماتھ میں ہے۔ اس قسم کے حکمرانہ اختیار کی نوعیت و وسعت کے لحاظ سے مستعمری محمیت اور برطانی نوآبادی کے درمیان کوئی عملی یا واقعی فرق نہیں ہے۔ پس اگر کسی سلطنت کی مملکت کی صحیح و کافی تعریف یہ ہے کہ جس مملکت پر جو سلطنت بلا شرکت غیرے فرمانروائی اور اختیار عدالتی عمل میں لاتی ہے وہ اُس کی مملکت ہے تو اس اعتبار سے محمیت تائی جیر یا اُس حد تک برطانی علاقہ ہے جس حد تک ہانگ کانگ کی شاہی مستعمری ہے۔

اس دقیق مسئلے کا حل صرف اس امر کے تسلیم کرنے پر منحصر ہے کہ جس طرح اکثر تصورات قانونی کے متعلق امور موجود فی الواقع اور امور موجود فی القانون میں فرق کیا جاتا ہے اُسی طرح مسئلہ زیر بحث کی نسبت ان دونوں امور میں امتیاز کرنا چاہیئے۔ از روئے واقعہ جس قدر برطانی علاقے ہیں وہ تمام از روئے قانون برطانی علاقے نہیں ہیں۔ برطانی مملکت واقعی وہ ہے جس میں تاج برطانیہ فی الواقع بلا شرکت احدے اقتدار حکمرانی عمل میں لاتا ہے۔ برطانی مملکت قانونی وہ ہے جسے ادعائے قانون ملک کے مقابلے میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ برطانی مملکت ہے۔ اگر قانون اس دعوے کو اس طرح تسلیم کرنے کی اجازت نہ دے تو جو اختیار تاج عمل میں لاتا ہے وہ از روئے قانون صرف خارجی یا ورائے سلطنتی اختیار ہے، مملکتی فرماں روائی نہیں ہے خواہ از روئے واقعہ اُس میں اور اُس اختیار میں جو برطانی مقبوضات میں نافذ ہوتا ہے کوئی فرق نہ ہو۔ قانون انگلستان کے بموجب کسی قطعہ زمین کو برطانی مملکت کی حیثیت محض فرمانروائی اور اختیار کے واقعی عمل و نفاذ سے حاصل نہیں ہوتی، خواہ یہ فرماں روائی کتنی ہی کامل و بلا شرکت غیرے کیوں نہ ہو۔ حقیقی قانونی شرط مقدم تاج کا وہ فعل بالارادہ ہے جسے الحاق کہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ از روئے قانونی کوئی مملکت برطانی مملکت ہو جائے، تاج کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُس میں اپنے مخصوص شاہی امتیاز (حق و اختیار) کو عمل میں لانے کے لئے یہ قرار دے کہ وہ اُس مملکت کو اپنے مقبوضات کے طور پر اور اپنی مملکتی فرماں روائی کے تحت میں ملحق یا

پانچواں ضمیمہ

شامل کر لے گا خواہ باضابطہ ایسا ہو یا لازمی مقدرات سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے اور تاج محض یہ قرار نہ دے کہ وہ اُس مملکت کے بارے میں صرف اس خارجی یا ورائے مملکتی اختیار کو عمل میں لائے گا جو قانونی نظر سے اس مملکتی فرماں روائی سے ممیز ہے، حالانکہ اصل میں اس کو اکثر مملکتی فرماں روائی سے ممیز کرنا ناممکن ہے پس وہ سبب خاص جس کی بنا پر مستعری محمیت برطانی مملکت یا برطانی مقبوضہ نہیں ہے، صرف تاج اور قانون ملک کا بیان یعنی دعویٰ بلا دلیل ہے چنانچہ ضرب المثل ہے کہ انسان اپنی خواہش کو عقل و محبت پر ترجیح دیتا ہے عملی وجوہ اور اسباب کی بنا پر جو کسی قدر قانونی اور کسی قدر سیاسی و بین الاقوامی نوعیت کے ہیں تاج خارجی مملکت پر اگرچہ اُس حد تک بیرونی فرماں روائی اور اندرونی اختیار کے عمل میں لانے پر رضامند ہو جاتا ہے جو واقعے میں کامل و خالص حکمرانی کے اختیار تک پہنچ جاتا ہے تاہم اُس کو برطانی علاقے میں ملحق کرنے نیز اُس کو برطانی علاقے کی حیثیت عطا کرنے سے انکار کرتا ہے۔

ایسے برطانی مقبوضے میں جو فی الواقع برطانی مملکت ہے مگر قانوناً ایسا نہیں ہے اور ایسے برطانی مقبوضے میں جو از روئے واقعہ و قانون برطانی مملکت ہے بے شمار اور اہم قانونی فرق و اختلافات ہیں۔ اس مقام پر بطور توضیح صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ برطانی علاقے میں پیدا ہونے سے ہر ایک شخص کو برطانی قومیت کا حق ہو جاتا ہے، اور (بالفاظ عام) برطانی محمیت میں پیدا ہونے سے ایسا نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا کسی علاقہ غیر کے برطانی علاقے میں ملحق ہونے سے علاقہ ملحقہ کی مقیم رعایا کو برطانی قومیت کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اسکے برخلاف برطانی محمیت کے قائم کرنیکا اثر یہ نہیں ہوتا کہ اُس ملک کے باشندوں کو برطانی شہریت کا حق حاصل ہو جائے ایسا ہی لوگوں کا خیال ہے کہ سلطنت برطانیہ میں کسی جدید مقبوضے کے اضافے سے جو کسی متحد سلطنت سے نہ فتح کیا گیا ہو اُس مقبوضے میں انگریزی قانون عام یعنی قانون غیر موضوعہ و منجز و رائج ہو جاتا ہے اور یہ اس قسم کے جدید مقبوضات کے حال ہونے کی تاثیر ہے اسکے برعکس کسی محمیت کے قیام سے ایسا نتیجہ نہیں نکلتا۔

آخر میں یہ اشارہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ علاقہ سلطنت یا حدود ارضی سلطنت کا

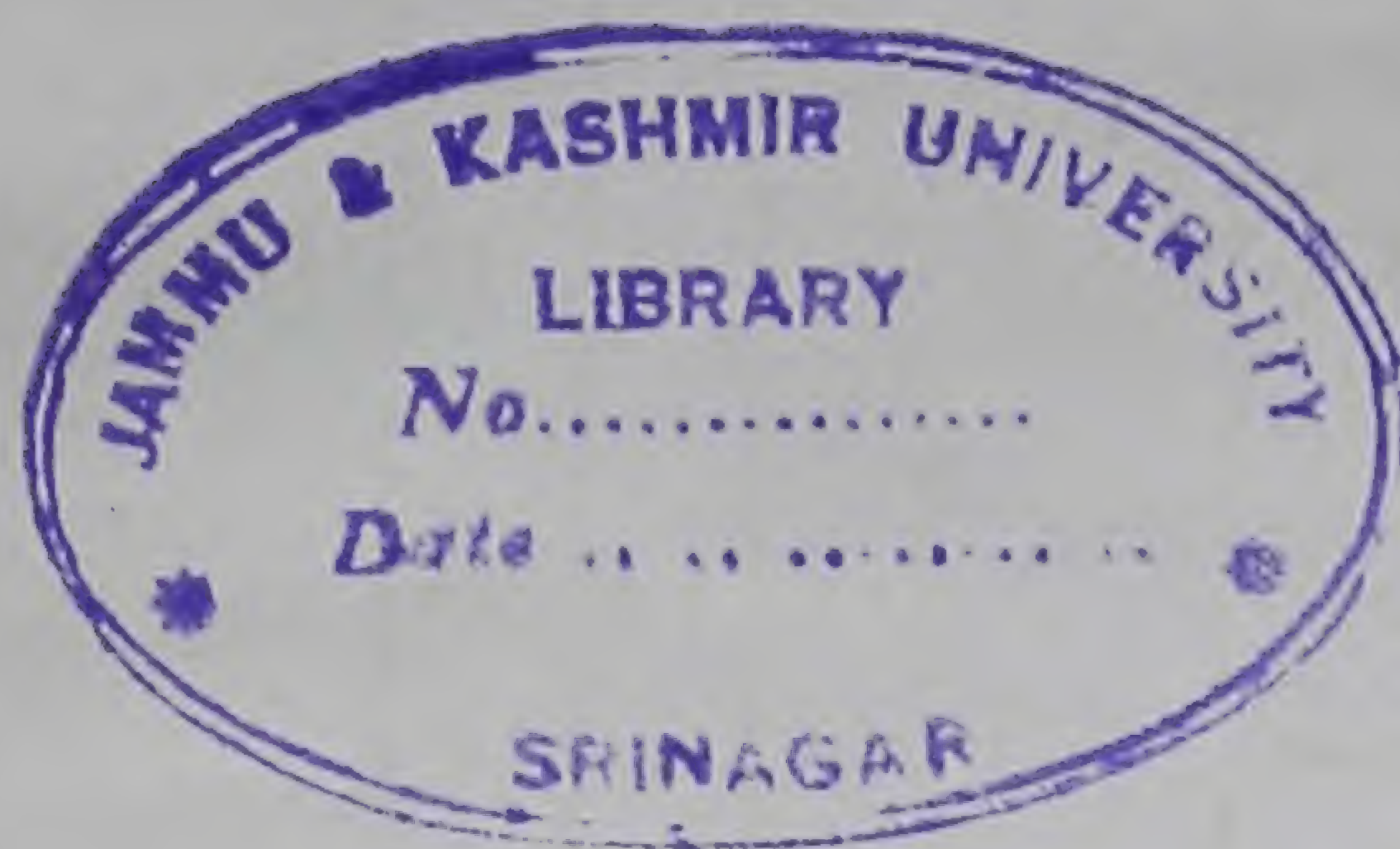
قانونی تصور ملکیت سلطنت کے قانونی تصور سے جداگانہ اور ممیز شے ہے۔ بااثر ہمہ
یہ دونوں تصورات ہم مثل ہیں۔ متعدد قانونی اصول اور بہت سی قانونی اصطلاحات
دونوں میں مشترک ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ بعض زمینیں تاج سے متعلق ہیں یا تاج
نے انہیں حاصل کیا ہے تو ہمارا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ تاج کا علاقہ ہیں یا وہ
تاج کی ملک (وجائداد) ہیں۔ تصور اول کا تعلق پبلک قانون یعنی قانون متعلق سلطنت
اور تصور دوم کا تعلق پرائیویٹ قانون یعنی قانون متعلق رعایا و سلطنت سے ہے۔
فرماں روائی یا اقتدار اعلیٰ کے حق کا موضوع کہ علاقہ ہے اس کے برخلاف ملکیت
یا (Dominium) کے حق کا موضوع کہ جائداد ہے۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ کسی قطعہ زمین
کے متعلق تاج کو یہ دونوں حق ایک ساتھ حاصل ہوں یا نہ ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ
سرزمین تاج کے قبضے میں بحیثیت علاقے کے ہو مگر بحیثیت ملک کے نہ ہو یا بحیثیت ملک
کے ہو اور بحیثیت علاقے کے نہ ہو یا دونوں حقوق ایک ساتھ حاصل ہوں۔ یہ بھی
ممکن ہے کہ ایک سلطنت کی قلمرو میں دوسری سلطنت کسی زمین پر علاقے کی حیثیت
سے نہیں بلکہ ملک کی حیثیت سے قابض ہو ملکتی فرمانروائی (یا فرمانروائی علاقہ) اور ملکیت کا یہ فرق ایک
حد تک برطانیہ دستور کی جاگیری خصوصیات کی وجہ سے سمجھو ہو گیا ہے۔ جاگیری
قانون کے بموجب ابتداء تمام انگلستان نہ صرف تاج کا علاقہ بلکہ اس کی ملک بھی
تھا اور جب یہ زمین رعایا کو عطا کی گئی تو اس وقت بھی معطی لہم قانونی نظریے کی رو
سے تاج کے محض دائمی پٹہ دار قرار پائے اور زمین کی قانونی ملکیت بدستور تاج
کو حاصل رہی۔ اس لئے اس اصول کے لحاظ سے تاج جب کوئی نیا مستعمری مقبوضہ
حاصل کرتا ہے اور اس پر انگریزی قانون کے موافق حکمرانی کرتا ہے تو اس طرح کے
حال کروہ استحقاق یا حقیت کا تعلق نہ صرف اس علاقے سے ہوتا ہے بلکہ اس کی ملکیت
سے بھی ہوتا ہے چنانچہ نیوزیلینڈ جب برطانیہ مقبوضہ ہو گیا تو وہ نہ صرف تاج کا علاقہ
بن گیا بلکہ اس کی ملک بھی قرار پا گیا۔ اقتدار اعلیٰ اور ملکیت دونوں ایک ساتھ حاصل
اور نافذ ہوئے۔ امریکی نوآبادیوں کی قدیم منشوری کمپنیوں کو تاج کی جانب سے جو
زمین عطا ہوتی تھی وہ اس علاقہ داری اور ملکتی دہری حقیت کی بنا پر عطا ہوتی تھی اور
اسی حیثیت سے وہ کمپنیاں اس پر قابض رہتی تھیں۔ لیکن یہ حقوق قابل افتراق بھی تھے۔

پانچواں ضمیمہ

یہ کمپنیاں اپنی زمین کو علیحدہ کر سکتیں اور اپنے علاقے کو قائم رکھ سکتی تھیں یا اپنے علاقے اور حقوق مالکانہ کو تاج کے حوالے کر سکتیں اور اپنی زمین اور اپنے حقوق مالکانہ کو قائم رکھ سکتی تھیں۔ لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں برطانیہ محمیت میں زمین تاج کا علاقہ نہیں مگر یہ کل محمیت یا اس کا کوئی ایک حصہ تاج کی زمین ہو سکتا ہے۔ اگر انگلستان کا قانون غیر موضوعہ کسی مستعمری محمیت میں نافذ کر دیا جائے تو بھی جاگیر کا قانون کے بموجب اس محمیت کی تمام زمین تاج کے قبضے میں آجائیگی لیکن اس وجہ سے وہ محمیت برطانیہ علاقہ نہیں ہو جائے گی اور نہ وہ تاج کی قلمرو کی صورت میں تبدیل ہوگی۔

دیکھنا چاہیئے۔

۱۹۱۹ء کے اندر تاج کی ملکیت کے متعلق بہ معاملہ جنوبی روڈیشیا بابت ۱۹۱۹ء دیکھنا چاہیئے۔



صحت نامہ اصول قانون جلد دوم

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
۴	۳	۲	۱	۴	۳	۲	۱
کرائے	کرائے	۵	۱۴۱	اس کے	اس	۲۲	۱۲
رومانی	رومانی	۱۵	۱۶۶	قیود	قیود	۱۱	۱۳
ہلاک شدہ	مہلوک	۲۴	۲۰۴	وارث	واث	۲	۱۴
ستن	میں	۱۷	۲۱۵	منفرد	منفرد	۷	۱۷
کرتے	کرتے	۶	۲۱۸	علمی	علمی	۱۱	۲۸
سرزد ہوتا ہے	سرزد ہوتا ہے	۱۱	۲۱۹	اندازی	اندزی	۲	۳۳
احتمال	احمال	۱۷	۲۲۷	Besitzesschutz	Besitzesschutz	۲۵	۴۷
رکھنا	رکھتا	۱۲	۲۳۵				
واقف	واقع	۲۰	۲۴۴	موشی	تیولسی	۱۳	۴۸
منصوبہ	منسوبہ	۲۴	۲۴۹	مسلل	مسلل	۱۹	۷۴
الفاظ اس	الفاظ اس	۲۵	۲۵۰	تشدد	تشدد	۲۳	۸۱
قانونی	قانون	۲۰	۲۶۲	بالواسطہ	بلواسطہ	۲	۸۶
پر عمل	عمل	۹	۲۶۴	کی	کا	۱۳	۸۹
وجہ سے	وجہ	۱۷	۲۶۵	مصنوعی	مصنوی	۲۵	۹۰
ارشاً	ورثاً	۳	۲۶۶	جس میں جائداد	جس جائداد	۱۵	۹۳
اپنی زمین	زمین	۱۹	۲۶۷	ہو سکتی	ہو سکتی	۳	۱۰۰
تقریری میں	تقریری	۱۳	۲۶۹	میں	میں	۱۰	۱۱۵
رسم	اسم	۲۲	۲۷۲	جو اس	جو اس	۱۷	۱۱۷
انتقام	انتقال	۲۴	۲۷۴	اہم تصور	اہم تصور	۳	۱۲۶

۱۳۷۸



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**